www.KitaboSunnat.com

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تحریکِ ختمِ نبوّت

حصہ اول

(۱۸۹۱ء-۱۸۹۶ء)

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کے لیے کوشاں

المکتبۃ السلفیہ
۹۹ ... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ....16044.....

Kitabosunnat.com 266.4

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اشاعت اول ——— پاکستان
اشاعت دوم — مرکزی جمعیت اہلحدیث انڈیا
اشاعت سوم ——— 2006ء

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ◎ غزنی سٹریٹ ◎ اردو بازار ◎ لاہور پاکستان

قدوسیہ اسلامک پریس
Ph:042-7230585-7351124
Email: qadusia@brain.net.pk
www.quddusia.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
اظہار تشکر	۷
حرف چند	۱۱
فاتحۃ الکتاب	۲۳
مرزا غلام احمد	۲۹
آغاز تحریک	۳۳
مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء	۳۹
مرزا غلام احمد کا سفر دہلی	۵۳
مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء	۶۵
اسماعیل علی گڈھی اور رد قادیانیت	۷۲
سلیمان منصور پوری اور رد قادیانیت	۸۴
مباحثہ لاہور ۱۸۹۲ء	۹۰
سلطنت برطانیہ تا ہشت سال	۹۸
نشان آسمانی	۱۰۶
فتوی کفر	۱۱۸
سب سے پہلا متفقہ فتوی تکفیر	۱۹۲
بانیان تحریک ختم نبوت	۱۴۲
مقابلہ تفسیر نویسی	۱۵۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء ۱۶۰
غلام دستگیر قصوری اور ردقادیانیت ۱۸۴
مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم ۱۸۹
ایک منذر الہام بابت محمد حسین بٹالوی ۲۱۷
غلام احمد قادیانی کا آتھم عیسائی سے مناظرہ ۲۲۴
چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء ۲۴۲

شخصیات

سید نذیر حسین دہلوی ۲۵۷
محمد حسین بٹالوی ۲۷۴
محمد سلیمان منصور پوری ۲۹۸
محمد جعفر تھانیسری ۳۰۲
میر عباس علی لدھیانوی ۳۱۸
غزنوی علماء ۳۲۱
محمد بشیر سہسوانی ۳۳۴
رشید احمد گنگوہی ۳۳۷
محمد اسماعیل علی گڈھی ۳۴۰
محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی ۳۴۳
سعد اللہ لدھیانوی ۳۴۷
محمد حسن لدھیانوی ۳۶۶
ابوالحسن سیالکوٹی ۳۷۵
کتابیات ۳۷۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار تشکر

جمعیت اہل حدیث برطانیہ تاریخ تحریک ختم نبوت پر یہ کتاب شائع کر کے اپنے اکابرین کے ان کارناموں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے جسے اپنی جماعت کی بے حسی اور دیگر جماعتوں کے پروپیگنڈے نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کام بہت پہلے ہو جاتا لیکن ہند و پاک کی اہل حدیث تنظیموں نے اس طرف کما حقہ توجہ نہیں دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز اور اس کے ارتقائی مراحل میں کام کرنے کا سہرا دیگر مکاتیب فکر نے اپنے اکابرین کے سر باندھ دیا حالانکہ وہ بزرگ اس برات میں ہی شامل نہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریک کے ابتدائی اور ارتقائی مراحل میں اہل حدیث علماء ہی کا حصہ سب سے زیادہ ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد کو اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑا جب وہ ختم نبوت کی عمارت میں نقب لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس بات کا اقرار خود مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں جا بجا کیا ہے۔ ہم اہل حدیث علماء کی خدمات کو منظر عام پر لانے والی اس کتاب کی اشاعت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس خدمت کا اعزاز برطانیہ کی جمعیت اہل حدیث کو بخشا۔

ہم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہندوستان پاکستان اور برطانیہ کے کتب خانوں سے علمی موتی چن کر انہیں ایک تسبیح میں پرو دیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے وہ تمام کتب حاصل کی ہیں جن کی اس موضوع پر لکھنے والے کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ انہیں جب بھی کسی اہل علم کا سراغ مل جاتا وہ فوراً اسے اپنے مطالبات کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ایک فہرست کتب تھما دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان سے بھی بہت سا ضروری لٹریچر منگوایا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر جنون کی حد تک کام کر کے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے جو اکابرین کا جماعت اہل حدیث کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اس علمی تشنگی کو بھی دور کر دیا ہے جسے جماعت کا ہر فرد محسوس کرتا تھا اور جماعت کا ہر فرد اس بات پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں 'قدامت اہل حدیث'' برصغیر میں اہل حدیث کی خدمات' اور تحریک اہل حدیث کے اثرات' جیسے موضوعات پر کام کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

کتاب ھذا دراصل ان مضامین کا نظر ثانی شدہ مجموعہ ہے جو ۱۹۹۵ء کے آخر سے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے صراط مستقیم برمنگھم میں سلسلہ وار شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہم قارئین صراط مستقیم کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جو خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعے ان مضامین کی تحسین اور مصنف کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔ اور ان رسائل کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جو ان مضامین کو ہندوستان اور پاکستان میں صراط مستقیم کے شکریہ کے ساتھ شائع کرتے رہے ہیں۔ ان مضامین کی اشاعت کے دوران کئی حضرات کے تنقیدی خطوط بھی آئے ہیں اور بعض موقر جرائد میں خصوصی مضامین شائع کر کے اہل حدیث اکابرین پر اعتراضات کی بوچھاڑ بھی کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اہل حدیث علماء تو مرزا غلام احمد کے ساتھی تھے۔وہ مرزا کو کافر نہیں کہتے تھے۔ وہ مرزائیوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتے تھے۔ ان کے شیخ الکل نے تو مرزا غلام احمد کا نکاح بھی پڑھایا تھا۔وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان معترضین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اگر وہ اس طرح کے اعتراضات نہ کرتے تو ہم شافی جوابات سننے سے محروم رہ جاتے جو ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے اس سلسلہ مضامین میں وقتاً فوقتاً دیئے ہیں۔اس کے ساتھ ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت میں جن علما نے بھی کام کیا ہے ہم بلا لحاظ مسلک ان کی قدر کرتے ہیں اور اللہ سے ان کے لئے جزائے خیر کی دعا کرتے ہیں۔ہاں اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جس نے جس وقت جو کام کیا اتنا ہی رہنے دیں انزل الناس علی منازلھم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے تمام علماء خصوصا مولانا عبدالہادی صاحب امیر جمعیت۔ مولانا حفیظ اللہ خان صاحب مدیر صراط مستقیم ۔مولانا شعیب احمد صاحب میر پوری ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث ۔مولانا عبدالرزاق مسعود صاحب آف ہیلی فیکس اور مولانا خرم بشیر صاحب خازن جمعیت کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے کتاب کی تکمیل میں دلچسپی کا اظہار کیا۔اس سلسلے میں کئی مرتبہ دوستوں کو اکٹھا کر کے مصنف کو مفید مشوروں سے نوازا۔اور ضروری مواد کی فراہمی میں مدد فرمائی پھر مسودے کو نظر ثانی کے مراحل سے گذار کر راقم الحروف کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے پاکستان لے جاؤں اور اس کی اشاعت کا اہتمام کروں ۔اللہ ان تمام اصحاب کو جماعت کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

ہم جناب محمد قاسم رضوی صاحب ۔جناب جاوید صاحب اور جناب محمد اظہر صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مالی تعاون فرمایا۔ اللہ ان دوستوں کو دین و دنیا کی سعادتوں سے نوازے۔

آخر میں مکتبہ قدوسیہ لاہور والے قدوسی برادران جناب ابوبکر قدوسی اور عمر فاروق قدوسی بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں اس کتاب کو شائع کیا ہے۔کتاب کو دیدہ زیب بنانے میں ان بھائیوں کا بڑا حصہ ہے ۔یاد رہے کہ اس سے قبل ادارہ صراط مستقیم کی تین کتابیں فتاویٰ صراط مستقیم، تلخ و شیریں اور مقالات محمود بھی انہی بھائیوں نے شائع کی ہیں اور فتاویٰ صراط مستقیم پر انہوں نے تخریج کا کام بھی کیا ہے۔ دعا ہے اللہ مولانا عبدالخالق قدوسی شہید کے بیٹوں کو اس علمی پودے کو تناور کرنے کی مزید توفیق دے جسے وہ اپنے خون سے سینچتے رہے۔ آمین

ثناء اللہ سیالکوٹی

(نائب امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد اسحاق بھٹی

حرفے چند

جب ریسرچ فیلو کی حیثیت سے میں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے وابستہ تھا تو ادارے کے مجلّہ ''المعارف'' کی ادارت بھی میرے سپرد تھی۔ ایک روز اشاعت کے لیے مجھے ایک مضمون موصول ہوا' جس میں بتایا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں جب مسیحیت کا دعویٰ کیا تو حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور مرزا صاحب پر یہ پہلا فتویٰ تکفیر تھا۔ مضمون میں محققانہ انداز میں اس کی تفصیل بیان کی گئی تھی۔

شروع سے آخر تک اگرچہ مضمون بہت متوازن تھا اور فاضل مضمون نگار نے تاریخی حوالوں سے اصل حقیقت کی وضاحت کی تھی' لیکن ادارے کی پالیسی یہ تھی کہ ''المعارف'' میں اختلافی مضامین شائع نہیں کیے جائیں گے' تاہم مضمون کی خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کے پیش نظر اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تکفیر کے مسئلے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے میں نے اسے ''المعارف'' میں شائع کر دیا- یہ وہ مسئلہ تھا' جس میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کے سوا کسی کو بھی اختلاف نہ تھا' اپنے انداز کا یہ پہلا مضمون تھا' لہٰذا ''المعارف'' کے حلقہ قارئین میں اسے بہت پسند کیا گیا۔ یہ مضمون انہی ڈاکٹر بہاء الدین کا تھا' جن کی یہ کتاب ہمارے زیر مطالعہ ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں' وہ مشہور عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر انھوں نے اردو میں بھی لکھی اور انگریزی میں بھی۔ احناف کے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور ان سے باقاعدہ بیعت تھے' لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزائیوں کو مسلمان قرار دیتے تھے' تحریری صورت میں بھی اور زبانی گفتگو میں بھی برملا اجماع امت سے اختلاف کرتے اور کافروں کو مسلمانوں کے زمرے میں شامل کرنے پر اصرار فرماتے تھے--- اس وقت یہ بات ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہے' یوں ہی اثنائے کلام میں زبان قلم پر آ گئی ہے۔ اصل موضوع یہ کتاب ہے' جس کے متعلق چند باتیں کرنا مقصود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی نے جب مثل مسیح یا اصلی مسیح یا نبی ہونے کا اعلان کیا تو سب نے ان کی تکذیب کی' ان کے دعوے کو کفر سے تعبیر کیا اور ان کو کافر گردانا۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس میں پہل کس نے کی؟ اولیں قدم کس نے اٹھایا اور کس نے فتوے کی صورت میں اس کی پورے ملک میں تشہیر کی؟

اس سوال کا جواب دینے میں کوئی قباحت اور کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر اس کا جواب کسی کے پاس ہے تو ضرور دینا چاہیے۔ یہ کار ثواب اور دینی تاریخ کا حصہ ہے اور بزرگان دین کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ --- اس موضوع کے واقعات کی ترتیب اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے جو زیر مطالعہ کتاب کے فاضل مصنف نے بیان کی ہے کہ اس باب میں سب سے پہلا قدم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے اٹھایا۔ انھوں نے ایک استفتا مرتب کیا' جس میں مرزا صاحب کے عقائد کی پوری تفصیل بیان کی اور پھر اسے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور سوال کیا کہ جو شخص ان عقائد و افکار کا حامل ہے' شریعت کی روشنی میں اسے کیا کہا جائے گا؟ مسلمان یا کافر؟

حضرت میاں صاحب نے جواب میں ایسے عقائد و افکار کے حامل شخص کو کافر قرار دیا اور اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں سکونت پذیر علمائے دین کی خدمت میں خود جا کر یا دوسرے اصحاب علم کو بھیج کر اس فتوے کی تصویب کرائی اور ان کے دستخط کرائے اور مہریں لگوائیں۔

یہ بالکل سیدھی اور صاف بات ہے' حقائق کے عین مطابق اور واقعات سے کلیۃً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم آہنگ۔! لیکن ''بعض الناس'' ان حقائق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا جانے وہ کیوں اس فتوائے کفر پر اپنے بزرگوں کے تصدیقی دستخطوں اور ان کی تصویبی مہروں کو صحیح سمجھنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔ جو چیز عالم وقوع میں آ چکی ہے اور تاریخ سے اس کا وقوع پذیر ہونا ثابت ہو چکا ہے' اسے مان لینا چاہیے۔

کوئی شخص کسی خاص مسلک کے اکابر علمائے دین کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ انھوں نے مرزا قادیانی کو کافر ماننے سے انکار کیا ہے اور اسے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب نے (بجز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص مولانا عبدالماجد دریابادی کے) اپنے اپنے وقت میں اور اپنے اپنے انداز میں مرزا قادیانی کی تکذیب کی ہے' اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں' اخبارات ورسائل میں مضامین لکھے ہیں' تقریریں کی ہیں' مناظرے کیے ہیں' مباہلے کیے ہیں' گرفتار ہوئے ہیں' جیلوں میں گئے ہیں' سزائیں بھگتی ہیں۔ یہ اللہ کے دین کی بہت بڑی خدمت تھی جو ان عالی مرتبت حضرات نے کی اور کسی نہ کسی انداز میں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اسی کا نام ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس میں حصہ لینے والے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ اجر سے نوازے گا اور یہ جدوجہد ان کے لیے مغفرت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

یہ ایک اتفاق ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اہل حدیث علمائے کرام نے اس تحریک کا آغاز کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ پنجاب کے ایک جلیل القدر عالم نے کیا' جنھیں مولانا محمد حسین بٹالوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس تحریک کا آغاز کیوں کیا اور یہ کس بنا پر ہوا کہ ادھر مرزا صاحب کی طرف سے دعوائے مسیحیت کا اعلان ہوا اور ادھر مولانا بٹالوی میدان کارزار میں نکل آئے؟

اس کی اصل اور بنیادی وجہ تو ان کی غیرت دینی تھی جو یہ برداشت نہ کر سکی کہ کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کرے اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد مسند نبوت کا مدعی ہو کر مسلمانوں کی حمیت کو للکارے...... لیکن اس کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزا صاحب کا تعلق پنجاب سے تھا اور پنجاب کے اہل علم کو ان کے بارے میں دوسروں کی نسبت زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ پھر مرزا صاحب پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک قصبے قادیان کے باشندے تھے اور مولانا محمد حسین کا مسکن بھی اسی ضلعے کا شہر بٹالہ تھا' اس لیے ہم ضلع اور قریبی ہمسایہ ہونے کی بنا پر انھیں دوسروں کی نسبت مرزا صاحب کے بارے میں زیادہ علم تھا اور وہ اس کے دعوے سے جلد ہی مطلع ہو گئے تھے' انھوں نے دہائی دی اور اہل علم کو پکارا کہ میرے ضلعے کے ایک شخص نے مثیل مسیح اور مسیح اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے' علمائے دین بتائیں کہ شریعت کی روشنی میں اس کے متعلق ان کا کیا نقطہ نظر ہے؟

گورداس پور سے متصل امرتسر کا ضلع ہے۔ مولانا بٹالوی کی صدائے پرجوش امرتسر کے لوگوں تک پہنچی اور انھیں مرزا صاحب کے دعوے کا علم ہوا تو وہاں کے علمائے غزنویہ اور مولانا احمد اللہ اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس مسئلے کو ہدف توجہ ٹھہرایا۔

مولانا بٹالوی کی وساطت سے یہ بات ان کے عالی قدر استاذ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ تک دہلی پہنچی۔ اس طرح آہستہ آہستہ پورے ملک میں پھیل گئی اور ملک کے تمام علمائے کرام نے اس پر علمی انداز سے غور کیا اور مرزا قادیانی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔

مرزا صاحب نے بے شک اپنے دوسرے مخالف علمائے عظام کو بھی مغلظانہ اسلوب میں مخاطب کیا ہے' لیکن جس زبان' جس طرح کے الہامات اور جس لہجے میں انھوں نے حضرت میاں صاحب' مولانا بٹالوی' امرتسر کے غزنوی علما اور مولانا ثناء اللہ کو مخاطب کیا ہے' وہ ان کے دوسرے مخاطبین سے بالکل مختلف ہے۔ جس طرح کے وہ پیغمبر تھے' اسی طرح کی ان کی زبان تھی' اسی قسم کا انداز تخاطب تھا' اسی نہج کا لہجہ تھا' اسی نوع کے الہامات تھے اور اسی قسم کی ان کی پیش گوئیاں تھیں۔ سب وشتم سے بھرپور'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کذب وافترا کا پلندہ۔

مرزا قادیانی، جس کے دعوائے نبوت کی تکذیب کی گئی تھی اور جس پر فتوائے تکفیر لگایا گیا تھا، خود بار بار کہتا اور اپنی مختلف کتابوں میں لکھتا ہے کہ میرے خلاف جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا آغاز محمد حسین بٹالوی نے کیا ہے، انھی نے میری مخالفت میں فتویٰ مرتب کیا، انھی نے فتوے پر میاں سید نذیر حسین کی مہر لگوائی اور انھی نے پورے ملک میں گھوم پھر کر علما سے اس فتوائے تکفیر پر دستخط کرائے، انھی نے اس کی تائید اور تصدیق اور تصویب کرائی، وہی اول المکفرین ہیں--- جب خود مدعی نبوت مرزا قادیانی یہ کہتا ہے، جو براہ راست فتوے کی زد میں آتا ہے اور جس پر سیدھی کفر کی ضرب پڑتی ہے، تو ہم کون ہوتے ہیں یہ کہنے والے کہ تکفیر قادیانی اور تکذیب قادیانیت کا سلسلہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے شروع نہیں کیا، کسی اور نے کیا تھا--- لیکن کس نے کیا تھا؟ اس کا پتا نہیں۔!

تاریخی حقیقت اور واقعات کی ترتیب ہمیں بتاتی ہے کہ فتوائے تکفیر کی صورت میں خود مرزا صاحب کی زندگی میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے کیا تھا اور ملک کے باقی علمائے کرام نے ان کی تائید کی تھی، ان کی تصویب کی تھی، ان کے اقدام کو درست قرار دیا تھا، جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی اور اس راہ پر انھیں آگے بڑھنے کے مواقع میسر آئے تھے۔ پھر بہت سے لوگ ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ بے شک دونوں طرح کے علمائے کرام عنداللہ ماجور ہیں اور مستحق ثواب ہیں، تحریک کرنے والے بھی اور تائید کرنے والے بھی۔! رحمہم اللہ تعالیٰ

آج کل ایک خاص مسلک کے نئے ''محرر'' تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ دل تھوڑا نہ کریں اور اپنے اکابر کو اپنے ہی تک محدود نہ رکھیں۔ وہ ہمارے بھی اکابر ہیں اور ہمارے نزدیک بے حد لائق تکریم ہیں، جنھوں نے مولانا بٹالوی کا مرتبہ فتویٰ دیکھتے ہی اس پر تصدیقی دستخط ثبت فرما دیے اور بارگاہِ خداوندی میں مستحق اجر قرار پائے۔ وہ اس چکر میں نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے کہ یہ تو اہل حدیث یا وہابی یا غیر مقلد کا تیار کردہ استفتا ہے' اس پر وہ کیوں دستخط کریں اور کیوں مہریں لگا کر اس کی تائید و تصویب کی جائے --- انھیں معلوم تھا کہ دنیا کے ہر مسئلے میں ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے کہ ایک تحریک کرتا ہے اور دوسرا اس کی تائید کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے محرک مولانا بٹالوی کی تائید کی اور اجر کے مستحق ٹھہرے --- وہ حضرات ہمارے اسلاف تھے' ہم ان کے اخلاف ہیں۔ بہتر اخلاف وہی ہوتے ہیں' جو اپنے اسلاف کے دینی نقطہ نظر کا تتبع کرتے ہیں اور ہمیں اس مسئلے میں ان کا تتبع کر کے اپنے آپ کو ان کے بہتر اخلاف ثابت کرنا چاہیے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے باب میں چند لائق تذکرہ باتیں۔

۱۔ مرزا قادیانی پر تکفیر کا پہلا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کیا جس پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کیے اور ان کے بعد ہندوستان کے علمائے کرام نے اس کی تصدیق کی' جس کی تفصیل قارئین کرام کتاب کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۔ مولانا بٹالوی کے بعد تردید قادیانیت کا محاذ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا' جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

> میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ ان ہی دنوں قریب میں قادیانی تحریک پیدا ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علم بردار مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانے میں مناظرات کی طرف بہت زیادہ راغب تھی' اس لیے تدریس کے علاوہ ان تینوں گروہوں (عیسائی' آریہ' قادیانیوں) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔ بفضلہ تعالیٰ میں نے اس میں کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا۔ شاید اس لیے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی، جس کی جانب مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد

رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

۳۔ مرزا صاحب کی ایک کتاب ''اعجاز احمدی'' ۱۹۰۲ء کے آخر میں شائع ہوئی، جس میں انھوں نے لکھا کہ مولانا ثناء اللہ میرے دعوائے نبوت کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو قادیاں میں آ کر میرا مقابلہ کریں۔ مولانا نے یہ کتاب پڑھی تو ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ کو مرزا صاحب سے مناظرے کے لیے قادیاں پہنچے، لیکن مرزا صاحب ان کے مقابلے میں نہیں آئے۔ اس طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری پہلے عالم دین تھے جو مرزا صاحب سے مناظرہ و مقابلہ کے لیے قادیان گئے اور وہاں تقریر کی۔

۴۔ مرزائیت کی مخالفت میں مولانا امرتسری کی بے پناہ تحریری، تقریری اور مناظراتی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں نے متفقہ طور سے انھیں فاتح قادیاں کا پر افتخار لقب دیا۔ ''فاتح قادیان'' کے الفاظ ایک بڑے سے خوب صورت تختے پر نہایت خوب صورت انداز میں لکھوا کر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے۔ ان الفاظ کا اسلوب تحریر کچھ ایسا تھا کہ دائیں اور بائیں دونوں طرف سے پڑھے جاتے تھے۔

۵۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت اس اشتہار کے نتیجے میں ہوئی جو اس نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ کو ''مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ'' کے سلسلے میں شائع کیا تھا اور جس کا مطلب یہ تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب مر گئے اور مولانا ان کی وفات سے چالیس برس بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ کو فوت ہوئے۔

۶۔ مرزا صاحب سے مباہلہ اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالحق غزنوی نے کیا۔

۷۔ قیام پاکستان کے بعد اگست ۱۹۴۹ء میں مولانا محمد حنیف ندوی کی ادارت میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' جاری ہوا تو مولانا نے مرزائیت کے خلاف سلسلہ مضامین شروع کیا اور پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی یہ پہلی آواز تھی جو ''الاعتصام'' کے ذریعے مولانا محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنیف ندوی نے بلند کی۔ یہ سلسلہ مضامین "مرزائیت نئے زاویوں سے" کے نام سے ۱۹۵۲ میں کتابی شکل میں شائع ہوا' اپنی نوعیت کا یہ ایک بالکل نیا اور انوکھا سلسلہ تھا۔ کتاب چند روز میں ختم ہوگئی تھی۔ اب یہ کتاب طارق اکیڈیمی فیصل آباد کی طرف سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ اس میں مرزائیت سے متعلق مولانا کے وہ مضامین بھی شامل کر لیے گئے ہیں' جو الاعتصام میں شائع ہوئے تھے' لیکن کتاب کے پہلے ایڈیشن میں شامل نہیں تھے۔ کتاب پر اس فقیر نے مقدمہ لکھا ہے۔

۸۔ ۱۹۵۳ میں مرزائیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو جہاں بہت سے علمائے اہل حدیث گرفتار ہوئے' وہاں اہل حدیث عوام نے بھی کثیر تعداد میں اس کارخیر میں حصہ لیا۔ حکومت نے بے شمار لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں محبوس کر دیا تھا۔ ۱۹۷۴ کی تحریک میں بھی اہل حدیث حضرات نہایت سرگرم رہے اور تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے بے حد جدوجہد کی۔

ہماری درخواست ہے کہ جن علما و زعمائے اہل حدیث نے مرزائیت کے خلاف ۱۹۵۳ اور ۱۹۷۴ کی تحریکوں میں حصہ لیا تھا اور گرفتار ہوئے تھے' ان کی سرگرمیوں کا تذکرہ کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیے۔

بہرحال مرزائیت سے متعلق اہل حدیث کی بہت سی اولیات ہیں جو ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی زیر نظر کتاب بھی ان اولیات میں شامل ہے۔ اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات بھی معرضِ تحریر میں آ گئے ہیں اور تحریک تحفظ ختم نبوت کا بھی پورا پس منظر بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر فتوائے تکفیر کے بعد جن حضرات نے اس تحریک میں حصہ لیا اور اس موضوع پر کتابیں لکھیں' ایک خاص تاریخی ترتیب سے ان کی سرگرمیوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کتاب کی زبان نہایت عمدہ ہے اور اسلوب بیان انتہائی دل کش۔! ہر بات باحوالہ لکھی گئی ہے۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے۔ اس پہلے دور میں جن حضرات نے' جس انداز میں اس تحریک میں حصہ لیا' ان سب کا تذکرہ اس میں آ گیا ہے۔ علمائے احناف میں حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا رشید احمد گنگوہی' علمائے لدھیانہ اور دیگر حضرات کتاب میں شامل ہیں۔

کتاب کے فاضل مصنف جماعت اہل حدیث کے ایک مشہور مقرر و خطیب کے صاحب زادے ہیں اور بہاء الدین ان کا قلمی نام ہے۔ انھوں نے جس خوب صورتی سے اس خشک موضوع کو دلچسپ اسلوب میں بیان کیا ہے' اور حوالوں کی تلاش میں جو محنت کی ہے' اس پر قارئین کی طرف سے وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اب کتاب کی دوسری جلد کا شدت سے انتظار ہے۔

ہمیں یقین ہے' دوسری جلد میں بھی یہ انداز قائم رہے گا اور فاضل مصنف اسی اسلوب میں باحوالہ اپنا سفر تحریر طے کریں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف کو صحت و عافیت سے رکھے اور انھوں نے جو بہترین سلسلہ شروع کیا ہے' وہ بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچے' آمین

ایک گزارش اور۔!

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقعے پر ایک فتوی شائع ہوا تھا' جس کی رو سے اس جنگ کو جہاد قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نقش حیات'' کی دوسری جلد میں اس فتوے پر دستخط کرنے والے علمائے کرام میں سے مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خاں کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں--- پیش نظر کتاب تحریک ختم نبوت کے حصہ شخصیات میں اس کے فاضل مصنف ڈاکٹر بہاء الدین نے سب سے پہلے ''سید نذیر حسین دہلوی'' کو موضوع گفتگو ٹھہرایا ہے اور ان کے متعلق لکھا ہے:

''اب لوگ سید صاحب کو تحریک آزادی کے مجاہد کے طور پر بھی جاننے لگے ہیں' جس کی وجہ اس لٹریچر کا سامنے آنا ہے جو اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ نہ صرف ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے بلکہ اس کے بعد بھی کئی عشروں میں وہ تحریک مجاہدین کے سر برآوردہ قائدین میں شامل رہے ہیں' جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کی نگرانی اور قید و بند کی سعادتوں سے بھی سرفراز ہوئے۔ ایسے لٹریچر کی وجہ سے وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت حال بدل رہی ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی صاحب جیسے صاحب علم کو ۱۸۵۷ء میں دہلی سے جاری ہونے والے فتواے جہاد کی دستاویز پر مفتی صدر الدین آزردہ' مولوی فیض احمد بدایونی اور وزیر خاں وغیرھم کے اسماے گرامی تو نظر آ گئے تھے' لیکن جو شخص نہ صرف اس وقت بلکہ آج بھی ان بزرگوں سے زیادہ معروف ہے' ان کا اسم گرامی اسماے مفتیان میں انھیں نظر نہیں آیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کو فتوے پر دستخط کرنے والے لائق احترام مفتیوں کی فہرست میں سید نذیر حسین دہلوی کا نام نامی دکھائی نہیں دیا' حالاں کہ ان کا نام اس فہرست میں موجود ہے۔

گزارش یہ ہے کہ وہ فتویٰ جسے ''فتواے جہاد'' کہا جاتا ہے' ۲ جولائی (۱۸۵۷) کے بعد جاری ہوا تھا' جب جنرل بخت خاں دہلی پہنچا تھا۔ اس نے دہلی آنے کے فوراً بعد ۵ یا ۶ جولائی کو وہاں کے علماے کرام کو جامع مسجد میں جمع کیا اور جہاد کا فتویٰ مرتب کرایا۔ اس زمانے میں دہلی سے دو اخبار شائع ہوتے تھے' ایک اخبار کا نام ''ظفر الاخبار'' تھا اور دوسرے کا ''صادق الاخبار۔!'' یہ فتویٰ ان دونوں اخباروں میں چھپا تھا۔ اس فتوے پر چونتیس علماے کرام کے دستخط ہیں' جن کے اسماے گرامی ذیل کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔

(۱) مولانا نور جمال (۲) مولانا محمد (۳) مولوی عبدالکریم (۴) مولانا سکندر علی (۵) مولانا سید نذیر حسین دہلوی (۶) مولانا رحمت اللہ (۷) مفتی صدر الدین آزردہ (۸) مفتی اکرام الدین معروف سید رحمت علی (۹) مولانا محمد ضیاء الدین (۱۰) مولانا عبدالقادر لدھیانوی (۱۱) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (۱۲) مولانا محمد منیر خاں (۱۳) مولانا شاہ عبدالغنی مجددی (۱۴) مولانا محمد علی (۱۵) مولانا فرید الدین (۱۶) مولانا محمد سرفراز علی (۱۷) سید محبوب علی جعفری (۱۸) مولانا ابو حامد محمد حامی الدین (۱۹) سید احمد علی (۲۰) مولوی الٰہی بخش (۲۱) مولانا محمد کریم اللہ (۲۲) مولوی سعید الدین (۲۳) مولوی مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی (۲۴) مولوی محمد انصار علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۵)مولانا حفیظ اللہ خاں (۲۶) مولانا محمد نور الحق (۲۷) مولوی محمد ہاشم (۲۸)مولوی حیدر علی (۲۹) مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی (۳۰) سید محمد (۳۱)مولوی محمد امداد علی (۳۲) سید عبدالحمید (۳۳) مفتی محمد رحمت علی خان (۳۴) قاضی محمد علی حسین۔

ان چونتیس علمائے کرام کے علاوہ فتوائے جہاد پر کسی کے دستخط نہیں ہیں اور ظفرالاخبار اور صادق الاخبار میں یہ نام اسی ترتیب سے مرقوم ہیں۔

عبدالشاہد شروانی نے ''باغی ہندوستان'' میں لکھا ہے کہ جہاد کے فتوے پر مولانا فضل حق خیر آبادی' قاضی فیض اللہ' مولوی فیض احمد بدایونی' ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اور سید مبارک شاہ رام پوری نے بھی دستخط کیے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی تو الور سے وسط اگست (۱۸۵۷ء) میں دہلی آئے تھے اور فتویٰ اس سے چالیس اکتالیس دن پہلے ۵ یا ۶ جولائی کو مرتب کر کے مشتہر کر دیا گیا تھا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا یہ فرمان واقعہ کے مطابق نہیں کہ فتوائے جہاد پر مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خاں نے دستخط فرمائے تھے۔ میں نے اس موضوع کی تفصیل اپنی کتاب تیرھویں صدی ہجری کے فقہائے پاک و ہند کی پہلی جلد کے مقدمے میں بیان کی ہے۔ استفتا اور اس کا جواب بھی وہاں نقل کیا گیا ہے۔

شائد اسی فتوے کی پاداش میں حضرت میاں صاحب کو گرفتار کر کے دہلی سے کم و بیش ایک ہزار کیلو میٹر کے فاصلے پر راولپنڈی جیل میں قید کر دیا گیا تھا تاکہ دہلی اور اس کے قرب و جوار کا کوئی شخص اتنا طویل فاصلہ طے کر کے ان سے ملاقات بھی نہ کر سکے۔ اس زمانے میں ریلوں اور موٹروں کی موجودہ صورت ہرگز نہ تھی۔ کہیں آمد و رفت نہایت مشکل تھی۔ میاں صاحب راولپنڈی جیل میں ایک سال قید رہے۔

فتوے پر دستخط لدھیانہ کے مولانا عبدالقادر نے بھی کیے تھے' لیکن چوں کہ وہ اہل حدیث یعنی وہابیوں کے مخالف تھے اور مساجد میں ان کے داخل ہونے سے روکنے کا فتویٰ بھی انھوں نے جاری فرمایا تھا' اس لیے انھیں گرفتار نہیں کیا گیا اور انگریزی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کی اصل دشمنی وہابیوں سے تھی، جو شخص وہابیوں کی مخالفت کرتا تھا، وہ گویا انگریزوں کا حامی تھا، اسے گرفتار کرنے اور کسی نوع کی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ حکومت کے نزدیک اس قسم کے لوگ حوصلہ افزائی کے مستحق تھے۔

یہ موقع اس موضوع کی تفصیل میں جانے کا نہیں، فتوے پر دستخط کے سلسلے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کا ذکر آیا تو حقیقت کی وضاحت کے لیے یہ بات معرض بیان میں آ گئی۔

ہم ڈاکٹر بہاء الدین کو بہ صمیم قلب مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے ابتدائی دور کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ یہ باتیں اکثر لوگوں کے علم سے اوجھل تھیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ سانده۔ لاہور

۳۔ مئی ۲۰۰۱ء

۸۔ صفر ۱۴۲۲ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحۃ الکتاب

مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ مسلمان یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت نہیں آئی' وہ زندہ اٹھا لیے گئے تھے اور قرب قیامت وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان کے رہنے والے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ کی موت واقع ہو چکی ہے' اور جس عیسیٰ کے آنے کا لوگوں کو انتظار ہے' وہ عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ وہ خود ہیں۔ اس دعوے کے چند سالوں بعد انھوں نے یہ دعویٰ بھی فرما دیا کہ وہ خود اللہ کے نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعاوی کے ردعمل کے طور پر ہندوستان میں تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی اور اپنے اپنے مقام اور وقت پر ہندوستان کے بے شمار علما و مشائخ نے مرزا غلام احمد کے دعاوی کی تردید اور مسلمہ عقائد مسلمین کی تائید کا کام کیا۔ ان بزرگوں میں ہندوستان میں پائے جانے والے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اکابر شامل ہیں۔ یعنی اپنے اپنے وقت اور مقام پر اہل حدیث' احناف (دیوبندی اور بریلوی) اور شیعہ حضرات نے اس خدمت کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھ کر انجام دیا۔ جماعت اسلامی جو اپنے آپ کو درج بالا مکاتب فکر میں شمار کرانا مناسب نہیں سمجھتی' اس نے بھی اپنے قیام کے بعد اس تحریک میں مقدور بھر حصہ لیا' اور چوہدری غلام احمد پرویز صاحب نے اپنے انداز میں اس کار خیر میں حصہ لیا' اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس تحریک میں جس نے جو بھی حصہ لیا ہے اس پر وہ امت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے شکریے کا مستحق ہے۔

اس تحریک کا وجود مرزا صاحب کے دعویٰ کا مرہون منت ہے۔ یعنی مرزا غلام احمد اگر انیسویں صدی کے آخر میں مسیحیت اور نبوت کے دعوے نہ کرتے تو تحریک کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اسی طرح دعاوی سے قبل تحریک کا وجود میں آ جانا بھی خلاف واقع ہے۔ پھر تحریک کوئی ایک ہی دن یا مہینے میں شروع ہو کر آناً فاناً پورے برصغیر میں نہیں پھیل گئی تھی۔ انیسویں صدی کا ہندوستان ذرائع مواصلات واطلاعات کے حوالے سے وہ نہیں تھا جو آج ہے کہ روزانہ اخبارات' ریڈیو' ٹیلی فون' کاریں' ریل گاڑیاں' جہاز' انٹرنیٹ وغیرہ کے باعث ایک محلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ انیسویں صدی کے ہندوستان میں جس طرح مرزا غلام احمد کے دعاوی اس کے قصبے سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ دور ونزدیک کے شہروں تک پہنچ رہے تھے' اسی طریق سے اس کے دعاوی کی تردید کی تحریک بھی آہستہ آہستہ مختلف مراحل طے کر کے دور و نزدیک کے عوام وخواص تک پہنچ رہی تھی۔

یہ تحریک دو افراد کی باہمی خط وکتابت سے شروع ہوئی۔ پھر اخبارات ورسائل کے صفحات تک پہنچی۔ پھر اشتہار بازی کا مرحلہ آیا۔ پھر مباحثے' مناظرے اور مباہلے ہوئے۔ فریقین کی طرف سے کتب اور جوابی کتب لکھی گئیں۔ روحانی طور پر مقابلوں کے چیلنج اور جوابی چیلنج ہوئے اور فریق مخالف پر لعنت اور موت وارد ہونے کی دعائیں کی گئیں۔ یعنی جس طرح بھرپور بارش کا آغاز ایک قطرے سے ہوتا ہے اور ایک ہی قطرہ دریا کے وجود میں آنے کا باعث بنتا ہے' اسی طرح ایک شخص نے اس تحریک کی جانب ایک قدم اٹھایا اور پھر

راہ رو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اور اس کارواں کا ہر فرد امت کی آنکھوں کا تارا ہے۔ جزاھم اللہ عنا احسن الجزاء

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں شروع ہونے والی تحریک ختم نبوت ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طویل سفر کا نام ہے جو تا ایں دم جاری ہے اور جس کے مختلف سنگ ہائے میل سے وہ گزر چکی ہے۔ ایک سنگ میل سے اگلے سنگ میل تک مختلف افراد شریک سفر رہے ہیں۔ ہر مقام پر کچھ نئے لوگ شامل ہوتے رہے' کچھ اپنی طبعی عمر پوری کر کے داغ مفارقت دیتے رہے۔ کچھ اپنی بڑھتی ہوئی عمر سے جنم لینے والی طبعی کمزوریوں اور عوارض کے باعث پیچھے رہ کر گرد راہ میں اوجھل ہوتے رہے اور ان کی جگہ تازہ دم اور تیز گام افراد اس قافلے کی زینت بنتے رہے۔ اپنے اپنے مقام پر ان سب اہل قافلہ کی خدمات باعث تحسین ہیں جن کا وہ اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔ ان شاء اللہ

اس تحریک کا پہلا سنگ میل جنوری ۱۸۹۱ء ہے جب مرزا غلام احمد نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک مسلمان عالم نے اس کی تردید کا بیڑا اٹھایا۔ دوسرا سنگ میل ۱۹۰۱ء ہے جب مرزا غلام احمد مثیل مسیح سے ترقی کر کے بزعم خود نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور تیسرا سنگ میل مئی ۱۹۰۸ء ہے جب مرزا صاحب ایک مسلمان عالم کے خلاف ایک دعا کا اشتہار شائع کرنے کے نتیجہ میں راہی ملک عدم ہو گئے۔

۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور تحریک تحفظ ختم نبوت کا اہم ترین دور ہے۔ اس دور میں مرزا صاحب خود ''بنفس نفیس'' موجود تھے اور انہیں بقول خود وحی کی رہنمائی حاصل تھی۔ ان کے دعاوی' بددعائیں' پیشگوئیاں' کتابیں' اشتہارات سامنے آرہے تھے اور ان کا رد کرنے والوں کا مقابلہ براہ راست ایسے شخص سے تھا جس کا دعوی تھا کہ خدا اس کے ساتھ ہے اور خدا نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس کے مخالفوں کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ ان انتہائی اہم مراحل میں جن بزرگوں نے تحریک کو اٹھانے اور کامیابی سے چلانے کا کام کیا ہے وہ تحریک کے سابقون الاولون ہونے کی حیثیت میں ساری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں ۱۸۹۶ء تک کی تاریخ پہلے حصے میں بیان کی ہے اور ارادہ ہے کہ اس کے بعد ۱۹۰۸ء تک کی تاریخ دوسرے حصے میں بیان کی جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی مراحل کی تحریک کے کارکنوں سے ہم یا تو واقف نہیں ہیں اور اگر ان سے کسی حد تک واقف ہیں تو منفی انداز میں۔ ان کی خدمات کا تذکرہ کم ہوتا ہے اور ان کے چہروں کو داغدار کرنے کا سامان زیادہ۔ یہی صورت حالات ہماری اس تحریر کا باعث بنی ہے اور ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کے دور میں ختم نبوت کے تحریکی قافلہ کے شرکاء کا تعارف پیش کریں گے۔ آپ کو بتانے کی کوشش کریں گے کہ تحریک کی اٹھان کیسی ہے۔ بانی کون ہیں۔ ان کی خدمات کیا ہیں اور کس مقام پر کون کون شریک سفر ہوئے اور انھوں نے کون کون سی خدمات سرانجام دے کر اجر و ثواب کے مستحقین میں اپنا نام لکھوایا ہے' ہم نے ان تمام بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ہوسکتا ہے کہ قارئین محسوس کریں کہ بعض اصحاب کا ذکر کم ہوا ہے اور بعض کا زیادہ۔ جن اصحاب کا ذکر زیادہ ہوا ہے اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کا کام معتد بہ ہونے کے باوجود تحریک کے تذکروں میں عموماً کم ہوتا ہے' اور جن کا ذکر ہماری کتاب میں کم ہے اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے حالات پہلے ہی سے کافی متداول ہیں۔

ہماری اس تحریر کا مقصد نہ کسی کو گرانا ہے اور نہ کسی کو اٹھانا۔ یہ تاریخ کا بیان ہے' تاریخ سازی نہیں۔ سو سال پہلے ہونے والے واقعات کو اس دور کے اخبارات و رسائل اور اس دور میں شائع ہونے والی کتب سے جو سب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں' اکٹھا کر کے جرح و تعدیل کے پیمانوں سے ناپ کر ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کے دور کی مبنی بر حقائق تصویر پیش کی جارہی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین ہماری اس کوشش کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس میں موجود خامیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے آئندہ کے لیے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

یہ تحریر دوستوں کے پانچ سالہ تعاون کا نتیجہ ہے۔ پاکستان' ہندوستان اور برطانیہ میں رہنے والے بے شمار اہل علم احباب نے پیہم مدد فرمائی اور میں نے صرف آمدہ معلومات کو مرتب کرنے کا کام کیا ہے۔ میں فرداً فرداً احباب کے نام نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنوا سکتا کیونکہ پانچ سالوں پر محیط عرصے میں جتنے بزرگوں نے مدد فرمائی ان کی فہرست مرتب کرنے میں کسی نہ کسی کا نام رہ جائے گا جو احسان ناشناسی ہوگی۔ اس لیے میں دوستوں کے اسماء گرامی لکھنے کے بجائے اسی بات پر اکتفا کروں گا کہ میں اپنے سب دوستوں کا ممنون احسان ہوں جن کی مدد کے بغیر یہ کام ہونا ممکن نہ تھا اور اپنے والد گرامی کے لیے دعا گو ہوں جن کی تربیت' تاریخ تحریک ختم نبوت سے میری دلچسپی کا باعث ہوئی۔ اور جنہیں بیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں اس تحریک میں کام کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ نے سنت یوسفی ادا کرنے کی توفیق بخشی جو ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

بہاء الدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی

جس شخص کے دعاوی کی تردید کی غرض سے تحریک ختم نبوت شروع ہوئی اس کا نام غلام احمد ہے اور وہ ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے ایک قصبہ قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مغل قوم کی برلاس نسل سے بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ فارسی الاصل اور چینی تھے۔ ان کے اصل ونسل پر مسلمانوں میں بحث ہوتی چلی آرہی ہے۔ ہمیں اس موقع پر اس بحث سے غرض نہیں ہے اور ہم اختصار کے ساتھ ان کے حالات یہاں بیان کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب کے مشمولات کو سمجھنے کے لیے ان حالات کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:۔

میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انھوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا۔ میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا' ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں...... میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ص ۱۶۲۔۱۹۲' کتاب البریۃ)

اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب سیرۃ المھدی حصہ اول میں اپنے والد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ.......... چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ (مرزا صاحب) کہیں ملازم ہو جائیں اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ۔ حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔

(سیرۃ المھدی۔ حصہ اول' ص ۴۷' ۱۵۴' ۱۵۷)

اسی زمانہ میں (جب مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم تھے) مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے' کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنز ہیں استاد مقرر ہوئے۔مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

(سیرۃ المہدی' حصہ اول' ص ۱۵۵)

اور چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول' ص ۱۵۶)

۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب اپنی ملازمت چھوڑ کر قادیان آگئے اور اپنے والد کے ساتھ خاندان کی جائیداد کی بحالی کی خاطر عدالتوں میں مقدمہ بازی میں مصروف ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں وہ مذہبی لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتے رہے۔ اور چونکہ خاندانی طور پر حنفی المسلک تھے اس لیے اس دور میں ایک مرتبہ ایک اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ حنفی وہابی مسائل پر مناظرہ کے لیے احناف کے مناظر کی حیثیت سے بٹالہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ (اس واقعہ کا ذکر آگے آئے گا)

۱۸۷۵ء میں آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال ہوا۔اس وقت آپ کی عمر بقول خود ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے عیسائیت اور ہندوؤں کے خلاف مناظروں کا سلسلہ شروع کیا جس کی وجہ سے آپ کو مسلمانوں میں کافی مقبولیت حاصل ہوگئی۔ ۱۸۷۹ء میں آپ نے براہین احمدیہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھنے کا اشتہار شائع کیا جس میں اسلام کی حقانیت کے تین سو دلائل بیان کرنا مقصود تھا۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے کتاب "تالیف کی ہے" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۱) اور اسکی اشاعت کے لیے مالی مدد درکار ہے جو پیشگی خریداری اور چندے کی صورت میں دی جا سکتی ہے۔۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی چار جلدیں شائع ہوئیں جو پہلے ایڈیشن میں کل ۵۶۲ صفحات پر مشتمل تھیں اور اگلے ایڈیشن میں ۳۵۶ صفحات پر مشتمل تھیں۔ (کتاب کی پانچویں جلد مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی اور اس میں کہا گیا کہ پچاس جلدیں چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اس لیے پانچویں جلد پر یہ سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱، ص ۹)

براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں مرزا صاحب نے حیات و نزول مسیح کا اقرار کیا تھا اور عقیدہ ختم نبوت کی توثیق کی تھی۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹ وغیرہ) اس لیے اس کتاب کو عمومی طور پر مقبولیت حاصل ہوئی۔ اگر چہ ابھی تک انھوں نے موعودہ تین سو دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی ان جلدوں میں بیان نہیں کی تھی (مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کو چیلنج کر رکھا تھا کہ وہ کوئی ایک ہی دلیل بتا دیں کہ وہ اس کتاب میں کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم۔ (دیکھئے اہل حدیث امرتسر، ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء)

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مثیل مسیح ہونے کا اعلان کر کے حضرت مسیح ابن مریم کی موت ہو جانے کا دعوی کر دیا اور اس کے ساتھ ہی مسلمان علماء سے ان کے مناظروں، مباحثوں وغیرہ کا سلسلہ چل نکلا جو تحریک تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی دینی تاریخ کا اہم حصہ رہا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کا دعوی نبوت سامنے آیا اور ۱۹۰۷ میں انھوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے ایک اشتہار شائع کیا جس میں خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ (یہ تفصیلات اپنی جگہ پر بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ)

مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں فوت ہوئے اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں لاہور میں فوت ہو کر قادیان میں دفن ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز تحریک ختم نبوت

مرزا صاحب کے ان مختصر حالات کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں جو مسلمانوں کی ان سرگرمیوں کا احاطہ کرے گا جو مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت اور نبوت کے رد میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اپنی بات کا آغاز ہم بٹالہ (ضلع گورداسپور پنجاب) کے ایک نامور عالم دین مولانا ابو سعید محمد حسین مرحوم کے ایک خط سے کرتے ہیں جو انھوں نے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے مرزا غلام احمد قادیانی کو تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط یوں ہے:۔

''آپ کا رسالہ امرتسر میں چھپ رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ میں نے اس رسالہ کا پروف مطبع ریاض ہند سے منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اشارۃً اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلام مبارک میں صراحۃً وعدہ دیا وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کہلاتے ہیں۔ اگر اس دعویٰ سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔''

مرزا غلام احمد نے جواباً لکھا: مخدومی اخویم السلام علیکم۔ آپ کے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۵ فروری ۱۸۹۱ء۔

مولانا بٹالوی نے جواباً ان کو لکھا:۔ آپ کا کارڈ میں نے موصول پایا' مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعویٰ کا کہ میں مسیح موعود ہوں' خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مجھے اس خلاف سے روکے' آپ کا ناصح ۔محمد حسین ۔

مرزا صاحب نے جواباً فرمایا:۔ اگرچہ آپ سے استعجال کی شکایت ہے ۔مگر آپ کی نیت سے مجھے حسن ظن ہے اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء سے (اگر آپ ناراض نہ ہوں تو بعض للہی جدوجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین سے بھی) بہتر سمجھتا ہوں ۔

مولانا بٹالوی نے جواب دیا کہ:۔ میں اس مدح سے سخت ناراض ہوں ۔ مولانا شیخ الکل (نذیر حسین) کے معلومات سے میری معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو...... دہلی کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین محدث کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچے ۔ مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں ۔حکیم (نوردین) صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے' جن کو وہ اپنے مزاج کے موافق نہیں سمجھتے ۔

یہ خط ۱۴ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے لکھا گیا اور اس میں مرزا غلام احمد کو ان کے عقائد پر باہمی بحث کی پیش کش بھی مولانا بٹالوی نے کی تھی ۔ اس لیے مرزا صاحب نے طویل سوچ بچار کے بعد ۸ مارچ کو اس کا جواب دیا اور لکھا۔ ''مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضروری شامل ہونا چاہیئے جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا اور مباہلہ کی درخواست کی ہے ۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں جن کے الہامات کے مصدق و پیرو عبدالجبار ہیں ۔سو ان تینوں کا جلسۂ بحث میں آنا ضروری ہے ۔''

مولانا بٹالوی نے جواباً لکھا۔ یا تو آپ میرے پاس آئیں یا پھر مجھے لکھئے میں آپ کے پاس آجاتا ہوں اور بحث کے لیے تیار رہوں ۔

مرزا صاحب نے فرمایا:۔ عنایت نامہ پہنچا ۔ اس عاجز کے لیے بڑی مشکل بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتی ہے اور کچھ کچھ علامت تو دن رات شامل حال ہے۔ اگر زیادہ گفتگو کروں تو وہی دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے...... یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے اور طاقت کہاں کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں...... آپ کی معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل ہے۔ نہ عبادت ہے نہ ریاضت' نہ علم نہ لیاقت غرض کچھ بھی چیز نہیں۔

اس خط کا جواب مولانا بٹالوی نے ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور سے دیا لیکن مرزا صاحب نے خاموشی اختیار فرمالی۔

یہ خط و کتابت جو ہمارے نزدیک برصغیر پاک و ہند میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز ہے حضرت بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کی ۱۸۹۱ء کی جلد میں موجود ہے۔ اور اس کے علاوہ مرزا غلام احمد کے مکتوبات کی جلد ۴ کے ابتدائی صفحات پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جہاں مرتب مکتوبات لکھتا ہے کہ ''اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو گونہ بند کر دیا تھا اس لیے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف نہ آتے تھے۔ تاہم آپ نے اتمام حجت کے لیے اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں علمائے لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب (رئیس لدھیانہ) کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا۔ (مکتوبات ج ۴ حاشیہ ص ۹)

مکتوبات احمدیہ کی اس جلد میں اس کے بعد وہ خطوط درج ہیں جو بظاہر محمد حسن صاحب لدھیانوی کو لیکن درحقیقت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کو لکھے گئے تھے۔ ان میں سے ایک خط میں جو صفحہ ۲۲ پر درج ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جا رہا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد' دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔

اور صفحہ ۴۰ پر موجود ایک خط میں مرزا صاحب نے حضرت بٹالوی کو یوں مخاطب فرمایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اے شیخ نامہ سیاہ اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے۔

مکتوبات احمدیہ جلد ۴ ص ۲۲ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ براہ راست خط و کتابت کے ذریعے مرزا صاحب پر ان کے عقائد اور دعاوی کی غلطیاں آشکارا کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دورے کر کے اپنی تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو ان دعاوی کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا کام بھی ۱۸۹۱ء کے آغاز میں ہی پوری قوت سے شروع کر دیا تھا اور ص ۴۰ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے دلائل اس قدر مضبوط ہوتے تھے کہ مرزا صاحب ان کے جواب سے عاجز آ کر تلخ گوئی تک پہنچ چکے تھے۔

تحریک ختم نبوت کے ان ابتدائی ایام کی سرگذشت مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد نے بھی بیان کی ہے۔آپ بھی سن لیجئے۔وہ کہتے ہیں:۔کہ مولوی محمد حسین صاحب مرزا صاحب کے رسالہ فتح اسلام کے پروف دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے (اورانہیں) فتح اسلام اور توضیح مرام کے نسخے پہنچے تو انھوں نے اپنے دلی بغض وعناد کا برملا اظہار کرتے ہوئے......مسلمانان ہند کو اشتعال دلانے کے لئے لکھا کہ فتنہ قادیانی ابھی فتنہ ہے' کوئی دن میں قیامت ہو گا۔اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مذہب وامن میں زبردست انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے اشاعۃ السنۃ کا رسالہ اس کی سرکوبی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔(بحوالہ اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ ص ۲۔۴) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ اعلان منظر عام پر آنا ہی تھا کہ ملک بھر میں مخالفت کا طوفان بے تمیزی اٹھ کھڑا ہوا۔اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہر لمحہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں وقف کر دیا...... انھوں نے اول المکفر ون بن کر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک طوفانی دورہ کیا اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی بعض عبارتوں کا سہارا لے کر ایک استفتا تیار کیا۔علما سے آپ کے کفر وارتداد کے فتاوی حاصل کئے اور پھر اسے اپنے رسالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ نمبر ۱۲ میں شائع کر دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی ان معاندانہ سرگرمیوں کے متعلق انہی دنوں خود لکھا تھا کہ جون ۱۸۹۱ء سے مارچ ۱۸۹۲ء تک جو اشاعۃ السنۃ کا کوئی پرچہ نہیں نکلا تو کیا اس سے وہ غیر حاضر اور منصبی فرض اور قوم کی خدمت ادا کرنے میں قاصر متصور ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اس عرصہ میں جو خدمت قلمے، قدمے اور درمے اس نے کی ہے وہ اپنے زمانہ خدمت چودہ سال میں کبھی نہیں کی۔ جون ۱۸۹۱ء میں وہ نمبر ۱ تا ۳ جلد ۱۳ میں کیفیت گریز و فرار قادیانی اور اس کے ایک فرضی حواری حکیم نور الدین جمونی کی رپورٹ کر کے پھر جولائی ۱۸۹۱ء سے اس اسلام و مسلمانوں کے دوست نما دشمن عقائد اسلامیہ کے رہزن و بیخ کن (قادیانی) کے تعاقب میں رہا اور بمشکل و لطائف الحیل جولائی ۱۸۹۱ء میں بمقام لدھیانہ اس کو جا پکڑا اور بارہ دن تک خوب رگیدا اور چھاڑا اور ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو ذلت کی شکست دیکر بھگا دیا۔ پھر ہندوستان پہنچ کر اس کے عقائد و مقالات کی نسبت ایک استفتا مرتب کیا اور ایک لمبا سفر اختیار کر کے مختلف بلاد ہندوستان کے علماء و فضلا کا فتوی اس کے متعلق حاصل کیا اور خاص و عوام ہندوستان و پنجاب کو اس فتوی اور اپنے زبانی بیانات اور مواعظ کے ذریعہ سے اس کے عقائد باطلہ پر آگاہ کر کے اس سے بچنے کے لیے ہوشیار کر دیا۔ پھر جب ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قادیانی نے دہلی پہنچ کر سر اٹھایا اور وہاں کے اکابر کے مقابلہ میں جو اس کو مخاطب کرنے کے لائق نہ سمجھتے تھے، ھل من مبارز کا نعرہ بلند کیا۔ تو یہ خادم دہلی پہنچا اور وہاں اس کو پچھاڑا۔ پھر جب وہ لاہور اور سیالکوٹ پہنچا تو وہاں اس کا پیچھا کیا اور مباحثہ سے صاف و صریح انکار کرا کے بھگا دیا۔ (بحوالہ اشاعۃ السنۃ۔ ج ۱۴، نمبر ۱ ص ۲)

ان الفاظ سے جہاں بٹالوی صاحب کی ان سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے جو ابتداء میں انھوں نے شمع صداقت کو بجھانے کے لیے اختیار کیں، وہاں فتوی کفر کے متعلق ان کے وسیع پیمانے پر ملکی دورہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ فتوی کم و بیش ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل تھا اور اس میں دلی، آگرہ، حیدر آباد دکن، بنگال، کانپور، علی گڑھ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس' اعظم گڑھ' آرہ' غازی پور' ترہٹ' بھوپال' لدھیانہ' امرتسر' سوجان پور' لاہور' بٹالہ' پٹیالہ' لکھو کے ضلع فیروز پور' پشاور' سوات' راولپنڈی' ہزارہ' جہلم' گجرات' سیالکوٹ' وزیر آباد' سوہدرہ' کپورتھلہ' گنگوہ' دیوبند' سہارنپور' لکھنو' مراد آباد' پٹنہ' کانپور غرضیکہ (متحدہ) ہندوستان کے تمام اہم مقامات کے علماء کے فتاوی درج تھے۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۱۸۔)

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں مولانا بٹالوی کی سرگرمیوں کا یہ ریکارڈ مرزائیوں کے قلم سے محفوظ ہوا ہے اور اس کی تائید ماضی قریب کے نامور مقرر اور صحافی آغا شورش کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے ''مولانا بٹالوی نے ۱۵ اپریل ۱۸۹۱ء کو حکیم نور دین سے مباحثہ کیا اور اس کو بھگا دیا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد نے مولانا بٹالوی سے مناظرے کی طرح ڈالی لیکن مرزا نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء تک بے سروپا خط و کتابت کر کے فرار کیا۔ ان دنوں مولانا بٹالوی چینیاں والی مسجد (لاہور) کے خطیب تھے۔ آپ نے مرزا صاحب کو ان کے دعاوی پر مناظرے کی دعوت دی لیکن مرزا صاحب نے رسید ہی نہ دی۔ مولانا بٹالوی نے لدھیانہ پہنچ کر مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے مکان میں ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو تحریری مباحثہ کا آغاز کیا۔ مباحثہ ۱۲ روز تک جاری رہا۔ مرزا صاحب جھوٹ بول کر فرار ہو گئے۔ مرزا صاحب کی بھد اڑی تو یکم اگست ۱۸۹۱ء کو مولانا بٹالوی سے حیات و ممات مسیح پر مباحثہ کا اشتہار دے دیا اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا اعلان کیا' لیکن مرزا صاحب اس سے بھی بھاگ گئے۔ (تحریک ختم نبوت ص ۳۹)

جناب شورش کاشمیری کی اس تحریر میں مولانا بٹالوی اور مرزا غلام احمد کی باہمی خط و کتابت کے بعد مباحثہ لدھیانہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس لیے اب ہم اس کی تفصیلات بیان کرتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ لدھیانہ

مولوی دوست محمد قادیانی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبتیؒ' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۲۹)

یہ چیلنج جس اشتہار کے ذریعے دیا گیا تھا اس میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمالیں:۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ''ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مباحثہ کرلیں کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع و اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے۔ (فریق مخالف اپنے) سب دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات اور جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دئے جائیں...... میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کھول دیا ہے۔ اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے...... اس زمانہ کے لیے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں...... اور واضح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج اول ص ۲۰۲۔۲۰۴)

مرزا صاحب نے ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو ایک خط بھی مولانا بٹالوی کو لکھا تھا' اس میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

''بخدمت اخویم مولوی محمد حسین صاحب' السلام علیکم' آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ' ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا......آپ (مولانا بٹالوی) نے کیونکر گمان کر لیا کہ محبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا تا کہ وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے۔ اصل بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں' میں نے ان کو دو تین روز کے لیے ٹھہرا لیا ہے تا کہ ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلا لیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف (نوردین) حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور پہنچے اور منشی امیر دین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ (مولوی محمد حسین) کو بھی بلا لیا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انھوں نے مولوی (نوردین) صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجیے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ انھوں نے آپ کو بلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب (نور دین) موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے اپنی تسلی کرانے کے لیے آپ کو تکلیف دی تھی' سو ہماری بالکل تسلی ہوگئی' آپ بلا جرج تشریف لے جایئے' سو انھوں نے ہی بلایا اور انھوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔ پھر آپ کا یہ جوش جوتار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے...... اگر آپ کی خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے صرف تحریری بحث چاہیے اور وہ یوں کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دیدیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں بات نہ کرے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام مرزا غلام احمد از لدھیانہ' اقبال گنج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء۔ مکرر یہ کہ...... آں مکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے۔ پھر میری طرف سے تحریر ہوگی۔ اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرمائیں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری وکامل طور پر بلاکم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرمائیں ورنہ نہیں۔ فقط

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۰۴۔۲۰۶)

اس کے بعد مرزا غلام احمد نے ۳ مئی ۱۸۹۱ء کو یہ اشتہار شائع فرمایا:۔

''چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لدھیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ صاحب' مولوی محمد صاحب' مولوی عبدالعزیز صاحب' مولوی مشتاق احمد صاحب' مولوی شاہ دین صاحب' اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی رنگ میں ہے اور اس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے۔ ہم بحث کے لیے تیار ہیں لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے قبول نہیں کرتے۔ ناچار ایک اور طریق سہل و آسان تجویز کر کے اشتہار ھذا شائع کیا جاتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر (لدھیانہ) کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کے لیے تیار ہیں' کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے اور درحقیقت ان سے بحث کرنا ضروری بھی ہے کیونکہ خاص لدھیانہ کی انہی پر نظر ہے۔ سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لیے بغرض اظہار حق تیار ہے۔ اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لیے آمادہ کریں اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کرلیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب کی بحث کے لیے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہونگے جواب دیدیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں' اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام نہ آئیں تو یقین ہے کہ درجہ دوم کے مفتی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے۔ اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر مولوی شاہ دین صاحب اپنے استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی خدمت میں درخواست کریں اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر گروہ اہل حدیث کے چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ ہیں' ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیئے۔ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو بحث کے لیے مقرر کر دیں۔ (مرزا غلام احمد لدھیانہ محلہ اقبال گنج۔ از تبلیغ رسالت جلد۲ ص ۵۸۔۶۱) یہی اشتہار تھوڑے رد و بدل کے ساتھ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۷۰۔۲۷۳ پر بھی موجود ہے اور اس پر ۲۳ مئی کی تاریخ درج ہے۔ اس کے ساتھ مرتب مجموعہ کی طرف سے نوٹ دیا گیا ہے کہ یہ اشتہار لدھیانہ سے پہلی بار شائع ہوا۔ پھر اس کی نقل اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۱ کے صفحہ ۶ پر شائع ہوئی۔

مولوی دوست محمد شاہد صاحب لکھتے ہیں کہ اس اشتہار کے شائع ہونے پر ''لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک مرید اور دست و بازو مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں۔ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام نہیں۔ اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا۔ چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لیے اصرار سے کہا جانے لگا تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں' میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں۔ لدھیانہ' دیوبند' سہارنپور' گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہئے لیکن مباحثہ کے لیے کوئی آمادہ نہ ہوا۔ اسی دوران پیر سراج الحق (مرزائی) صاحب نے حضرت مسیح موعود سے عرض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ سب لوگوں کی نظر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف لگ رہی ہے' اگر حکم ہو تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھوں کہ وہ مباحثہ کے لیے آمادہ ہوں۔ فرمایا اگر تمہارے لکھنے سے آمادہ ہوں تو ضرور لکھ دو۔ چنانچہ انھوں نے اس بارہ میں ایک خط لکھ کر گنگوہ بھجوا دیا۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور پیر سراج الحق صاحب ہم زلف بھی تھے اور ویسے بھی ان سے تعلقات رکھتے تھے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ میں بحث کو مرزا صاحب سے منظور کرتا ہوں۔ لیکن تقریری اور زبانی۔ تحریری مجھ کو ہرگز منظور نہیں اور عام جلسہ میں بحث ہوگی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۲' ص ۲۲۹-۲۳۰)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جواب میں لکھوایا کہ اچھا ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں' مگر اس شرط سے کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جائے اور جب تک ایک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی اور دوران تقریر میں نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع ہو جائیں' لیکن بحث لاہور میں ہو...... مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں پھر یہی لکھا کہ میں لاہور نہیں جاتا' صرف سہارنپور تک آسکتا ہوں اور تحریری بحث مجھے منظور نہیں اور تقریر بھی کسی دوسرے شخص کو لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ (مرزا صاحب نے اس کے جواب میں لکھوایا) ہم سہارنپور ہی آجائیں گے' آپ سرکاری انتظام کرلیں۔ مولوی رشید احمد صاحب نے جواب دیا کہ (سرکاری) انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۲' ص ۲۳۲-۲۳۳)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں۔ ''حضرت مسیح موعود کی دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے حضرت اقدس کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کرکے حضور سے خط وکتابت کرنے کے علاوہ حضرت خلیفہ اول مولانا نورالدین سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچادیا کہ مرزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں۔ (تاریخ احمدیت' جلد۲' ص ۲۳۷)

جس شور کی بات مولوی دوست محمد صاحب کر رہے ہیں وہ دراصل مولانا بٹالوی کا مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کے ذریعے مرزا صاحب کو یہ کہنا تھا کہ وہ ۹ مئی کو پٹیالہ جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے لدھیانہ رکیں گے' اس لیے مرزا صاحب ہماری یا اپنی قیام گاہ پر ہمارے ساتھ مباحثہ کے لیے تیار رہیں۔ اس پیغام کے بعد مولانا بٹالوی ۹ مئی کو لدھیانہ آئے۔ اور مولوی محمد حسن صاحب کو مرزا صاحب کے ہاں اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ اسی روز ۱۱ بجے کی گاڑی سے پٹیالہ جا رہے ہیں' اس لیے مرزا صاحب ان سے مناظرہ کرنا چاہیں تو ان کے ہاں تشریف لے آئیں۔ اور یہ کہ مناظرہ سے پہلے مولانا بٹالوی چند بنیادی اصول طے کرائیں گے اور مرزا صاحب بھی ایسا کرنا چاہیں تو ان کو بھی اختیار ہوگا۔ موضوع بحث یہ ہوگا کہ کیا وہ مسیح جس کے قدوم کی احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی ہے' آپ ہیں؟

مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ سے فرمایا: یہ عاجز بسروچشم تحریری گفتگو کے لیے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی میں مانتا ہوں' چند سوالات آپ کی طرف سے اور چند سوالات میری طرف سے ہوں اور امر مبحوث عنہ وفاۃ اور حیاۃ مسیح ہوگا' کیونکہ اس عاجز کا دعویٰ اسی بنا پر ہے۔ جب بنا ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعویٰ خود بخود ٹوٹ جاویگا۔ اصل امر وہی ہے۔ اس وقت ۱۲ بجے تک مجھے بباعث نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آں مخدوم عید کے بعد یعنی شنبہ کا دن بحث کے لیے مقرر کریں تا کہ فرصت اور فراغت سے ہر ایک شخص حاضر ہو سکے۔

مولانا بٹالوی نے جواب میں لکھوا بھیجا کہ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوے ہیں یعنی حضرت مسیح ابن مریم کی رحلت کا دعویٰ اور خود آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیح موعود ہونے پر بحث ہو' پھر حضرت مسیح ابن مریم کی حیاۃ پر گفتگو ہو۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوے کر چکے ہیں تو آپ دوسرے دعویٰ کی بحث سے کیوں جی چراتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ اپنے اعلان کے بموجب دونوں دعاوی پر بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو منظور کرلیں' کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعویٰ پر چاہیں پہلے بحث کریں۔ ہاں اگر آپ اپنے دوسرے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں اور اس دستبرداری کے متعلق عام اعلان کر دیں تو ہم آپ کے اسی پہلے دعویٰ پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔'' مرزا صاحب نے فرمایا: ''آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں گے' تو میں اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو جاؤں گا اور اپنے الہام کو کہ مسیح فوت ہو گیا ہے' شیطانی القاء سمجھ لوں گا۔''

مولانا بٹالوی نے جواب لکھوایا کہ آپ نے اپنی تمام تحریروں اور اشتہاروں میں یہ دعوے الگ الگ مستقل حیثیت سے کیے ہیں بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ دوسرے سے مقدم رکھا ہے لیکن اب اس دعویٰ کو پہلے دعویٰ کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ پس آپ صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ ہم نے اس دعویٰ کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ آپ وفاۃ مسیح کو ثابت کریں' ہم آپ کے اس دعویٰ کو توڑیں گے۔

مرزا صاحب نے اس خط کا جواب نہیں دیا اور ۲۶ مئی تک ان پر خاموشی طاری رہی۔ ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب کو ان کی ایک تحریر موصول ہوئی' جس کے مطابق انھوں نے اپنے دعویٰ مسیحائی پر مناظرہ کرنا منظور کرلیا' لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ شرائط کا تصفیہ مناظرہ سے ایک روز قبل ہوگا۔ مرزا صاحب کے مکتوب کی خبر مولانا بٹالوی کو پہنچائی گئی تو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱ کے مطابق انھوں نے مولوی محمد حسن کو ۲۹ مئی کو قبول مناظرہ کے متعلق خط لکھ دیا اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ وہ مرزا صاحب کے ساتھ شرائط مناظرہ پہلے سے طے کرلیں۔ ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی شرط کی نامنظوری کے حیلہ سے انہیں پھر فرار کا موقع مل جائے۔

اب مرزا صاحب نے ایسی شرائط پیش کرنا شروع کر دیں' جن سے مناظرے کا انعقاد مشکوک ہونے لگا۔ اس پر مولانا بٹالوی نے مولانا محمد حسن سے فرما دیا کہ مرزا صاحب کی ہر شرط منظور کر لیں۔ اس کے بعد وہ ۲۰ جولائی کو مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب کے مکان واقع لدھیانہ جہاں ان دنوں مرزا صاحب قیام پذیر تھے جا پہنچے اور مباحثہ شروع ہو گیا۔ یہ مباحثہ تحریری تھا' جو بارہ دن تک جاری رہا۔ کچھ روز مولانا بٹالوی مرزا صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے رہے اور کچھ روز مرزا صاحب مولانا بٹالوی کی قیام گاہ پر آتے رہے۔ مولانا نے یہ سوال پیش کر رکھا تھا کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی تمام حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟ مرزا صاحب بارہ روز تک غیر متعلق باتوں سے جواب کو ٹالتے رہے اور جب عام طور پر مشہور ہو گیا کہ وہ اس ایک سوال کا جواب دینے میں بھی لیت و لعل کر رہے ہیں تو ہر طرف سے ان کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اس پر بارہویں روز انھوں نے موقوفی بحث کی درخواست کر دی' جب کہ یہ مناظرہ امور متنازعہ کے طے ہونے تک جاری رکھا جانا قرار پایا تھا۔ اس مناظرے کی ایک شرط یہ تھی کہ فریقین اپنی اپنی تحریروں کی نقلیں فریق مخالف کو دیتے رہیں گے۔ مرزا صاحب نے اس شرط کی بھی خلاف ورزی کی جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ پڑھا گیا تھا مولوی صاحب کو نقل نہیں دی۔'' (مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول' ص ۲۲۷۔ ۲۲۸)

اس مناظرے کی پوری روئیداد ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں موجود ہے۔ جن لوگوں کی نظر سے یہ روئیداد گزری ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا صاحب عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی خفت کو مٹانے اور اپنے معتقدین کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے واقعات کی غلط توجیہ کرنے کے بعد فرمایا: ''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لدھیانہ سے شہر بدر کیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔'' (تبلیغ رسالت جلد۲' ص ۸۷) اور ان کے بیٹے مرزا محمود نے لکھا ''ڈپٹی کمشنر نے ان (علماء) کے سردار (محمد حسین) کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔'' (تحفہ شاہزادہ ویلز۔ص ۵۴) تاریخ احمدیت کا مرتب لکھتا ہے۔ ''لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے اس لیے ان (مولوی محمد حسین) کو لدھیانہ سے رخصت کر دینے کا حکم دیا۔ اس کام کے لیے ڈپٹی کمشنر نے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کریم بخش صاحب تھانہ دار کو مقرر کیا۔ ان لوگوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سنایا او. وہ لدھیانہ سے چل دیے۔ پھر وہ حضرت (مرزا صاحب) کے پاس حاضر ہوئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صاحب نے ان کو فوراً اندر بلا لیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر کا پیغام لائے تھے کہ لدھیانہ میں فساد کا اندیشہ ہے' بہتر ہے آپ کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں ہے اور ہم جانے کو تیار ہیں' لیکن سر دست ہم سفر نہیں کر سکتے' کیونکہ بچوں کی طبیعت اچھی نہیں۔ انھوں نے کہا کہ خیر کوئی بات نہیں ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے...... اس کے بعد حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے' اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ کر لائے جس میں اپنے خاندانی حالات اور اپنی تعلیم وغیرہ کا ذکر فرمایا اور بعض خاندانی خطوط کی نقول بھی منسلک کر دیں۔ چٹھی کا انگریزی ترجمہ منشی غلام قادر صاحب فصیح نے کیا۔ دراصل ڈپٹی دلاور علی صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کا منشا صرف مولوی بٹالوی صاحب کا اخراج تھا۔ تاہم یہ چٹھی ارسال کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود احتیاطاً لدھیانہ سے امرتسر تشریف لے آئے۔

(تاریخ احمدیت جلد۲' ص ۲۴۶ ـ ۲۴۷)

یعنی اگر مولانا بٹالوی کو لدھیانہ سے جانے کے لیے کہا گیا تھا تو یہی بات سرکاری کارندوں نے مرزا صاحب سے بھی کہی کہ وہ لدھیانہ سے چلے جائیں۔ مرزا صاحب نے سو پیاز بھی کھائے اور سو جوتے بھی۔ کہ انگریزوں سے وفاداریوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جنگ آزادی لڑنے والوں سے غداریوں کی داستان بھی انگریز کو سنائی اور شہر سے بھی نکلے۔ ہم یہاں مرزا صاحب کو اخراج کے حکم کے متعلق ایک اور قادیانی روایت پیش کیے دیتے ہیں۔ سن لیجئے۔

میر عنایت علی قادیانی جنھوں نے آٹھویں نمبر پر مرزا صاحب کی بیعت کی تھی وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

''محرم بھی قریب تھا' پولیس کپتان اور ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے باہمی تجویز کی کہ ایسا نہ ہو کہ اس مباحثہ کے نتیجہ میں فساد ہو جائے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو لدھیانہ سے رخصت کرنے کے لیے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کرم بخش صاحب تھانیدار مقرر کیے گئے۔ پہلے وہ مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور انہیں سٹیشن پر روانہ کر آئے۔ پھر وہ حضور کے پاس آئے اور آکر ادب سے باہر کھڑے رہے۔ پہلے اطلاع کے لیے ایک سپاہی بھیجا۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی' غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی' میر عباس علی شاہ صاحب اور یہ خاکسار بیٹھے تھے۔ جب سپاہی نے اطلاع دی کہ ڈپٹی دلاور علی صاحب باہر کھڑے ہیں اور حضور سے تخلیہ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو حضور نے ہم خدام کو باہر چلے جانے کے لیے فرمایا اور سرکاری نمائندوں کو اندر بلا لیا۔ وہ تیس منٹ کے قریب اندر رہے' پھر باہر آئے اور ہم اندر چلے گئے۔ دریافت کرنے پر حضور نے ڈپٹی کمشنر کا پیغام سنایا اور بتایا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو رخصت کر آئے ہیں اور مجھے بھی پیغام دیا ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے بہت اچھا۔ ہمارا لدھیانہ میں کیا رکھا ہے' چلے جائیں گے۔ لیکن سر دست ہم سفر نہیں کر سکتے۔ ہمارے بچوں کی صحت اچھی نہیں۔ اس پر ڈپٹی دلاور علی صاحب نے جواب دیا کہ میرا ایک عرصہ سے حضور کی ملاقات کو دل چاہتا تھا۔ اچھا ہوا خدا نے ایسا اتفاق پیدا کر دیا کہ مجھے زیارت کا موقع مل گیا۔ میں ڈپٹی کمشنر سے خود بھی کہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ حضور اتنا بتا کر اندر تشریف لے گئے اور ایک پرچہ بنام ڈپٹی کمشنر لکھ کر لے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور فصیح صاحب کو انگریزی ترجمہ کے لیے دیا کہ اس کو مع نقول اسناد خاندانی بھیج دیں۔ وہ چٹھی جب ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچی تو اس نے اسی وقت سپرنٹنڈنٹ ضلع کے حوالہ کر دی اور کہا کہ مرزا صاحب مولوی نہیں، رئیس ہیں۔ اسی وقت جواب دیا جائے کہ مرزا صاحب جب تک چاہیں لدھیانہ میں ٹھہر سکتے ہیں...... سپرنٹنڈنٹ نے سرکاری طور سے چٹھی لکھی اور حضرت اقدس لدھیانہ میں ٹھہرے رہے۔''

(الفضل ۴ جون ۱۹۴۲ء ص ۳ منقول از مرزائے قادیان کے دس جھوٹ از محمد ابراہیم کمیر پوری۔ ص ۷۱۔ ۷۰)

الفضل سے یہ عبارت نقل کر کے مولانا کمیر پوری نے لکھا تھا:۔

''مرزائی دوستو! اب بتاؤ کہ مرزا جی کو لدھیانہ سے اخراج کا حکم ہوا تھا یا نہیں؟ اور کیا کارندوں نے اس سے لاعلمی میں دستخط کرالئے تھے یا ڈپٹی کمشنر نے پولیس کپتان کے باقاعدہ مشورہ کے بعد اخراج کا حکم جاری کیا تھا؟

مناظرہ لدھیانہ میں ہزیمت کے اگلے ہی روز مرزا صاحب کپڑے جھاڑ کر پھر کھڑے ہو گئے اور یکم اگست کو ایک اشتہار شائع فرمادیا کہ مولوی محمد حسین صاحب میرے ساتھ حیات وممات مسیح کے مسئلہ میں بحث کیوں نہیں کرتے۔ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہو گئی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لیے بآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے، جہاں اعلیٰ درجہ کے فہیم، ذکی تعلیم یافتہ اور متین اشخاص اور رؤساء شامل ہو سکتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول، ص ۲۲۶۔ ۲۲۹)

اس کے جواب میں حضرت مولانا بٹالوی نے اعلان فرمایا کہ ہم آپ کے ساتھ مناظرہ کے لیے ہر وقت حاضر ومستعد ہیں۔ لاہور میں کیجئے۔ خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن ومولد شریف قادیان میں ہو تو زیادہ موزوں ہے تاکہ مقولہ، دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید پر بھی عمل ہو جائے۔ اس جواب کے بعد مرزا صاحب پہلو بچا گئے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے اشاعۃ السنۃ کا متعلقہ شمارہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ لدھیانہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے ہم اس مباحثے کا ایک اور واقعہ نذر قارئین کرتے ہیں۔ ہوا یہ تھا کہ مرزا صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بخاری شریف کا ایک حوالہ پیش فرمایا جسے مولانا بٹالوی نے چیلنج کیا۔ اور پھر جو ہوا اس کے متعلق مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا............ مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں اس میں کاتب تھا اور حضرت مسیح موعود کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دکھایا کہ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۵)

اور خود مرزا صاحب بخاری والے اس حوالے کے متعلق کہتے ہیں۔ آپ (بٹالوی) کو تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سنا دیا گیا تھا' جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر ناسمجھی کا خیال ہے...... اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ دنیا کے نسخہ جات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں...... مومن کی شہادت عند الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رویت ماہ رمضان سے تمام دنیا بھر کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی۔ بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔

(روحانی خزائن (ازالہ اوہام حصہ دوم) ج ۳ ص ۵۷۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات تو صاف تھی کہ مرزا صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا اور ان کا فرض تھا کہ اس حوالے کو بخاری سے نکال کر پیش کرتے' جو انہوں نے نہیں کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد کا سفر دہلی

مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی مرحوم سے مناظرے میں منہ کی کھانے کے بعد مرزا صاحب نے دہلی جانے کا قصد فرمایا۔ ان کا یہ سفر دہلی قادیانی تاریخ میں بہت اہم ہے اور اسے مرزائی لوگ حضرت رسول اکرم ﷺ کے سفر طائف سے بھی تشبیہ دیتے ہیں' جیسا کہ الحق مباحثہ دہلی کا مرزائی مرتب لکھتا ہے۔ آپ (مرزا صاحب) ۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۱ء کو مع الخیر وارد ہوئے۔ کل پنجاب اور ہندوستان کی آنکھیں بڑی بے صبری سے دہلی کی کارروائیوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کا یہ موروثی اعتقاد چلا آتا تھا کہ دہلی بڑے بڑے نامی علماء اور اجلہ اولیاء کا مسکن و ماویٰ ہے' اس لیے وہاں کما ینبغی احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے گا۔ مگر افسوس وہ نہ جانتے تھے کہ حسن اعتقاد کے محرک و مرجع جن کی پاک اور برگزیدہ تصنیفات و تالیفات ان کی دلکش تصاویر کے مرقع کی بجا قائم مقامی کر کے پڑھنے والوں کے دل میں سوسو حسرتیں چھوڑتی ہیں' قبروں میں سو رہے ہیں اور ان کے سینوں کو روندنے والے اترا اترا کر چلنے والے وہ لوگ ہیں جو فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ کے پورے مصداق ہو رہے ہیں۔۔ بے شک بعض اب بھی ہیں جنہیں مقدس اسلام کی سچی یادگاریں کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں۔ الغرض حضرت مرزا صاحب اپنے مخدوم آقا اپنے مقتدا ہادی کامل کی طرح جبکہ وہ اہل مکہ سے ایذائیں سہہ کر طائف جیسے مہذب و شاداب شہر تشریف لے گئے تھے کہ کہیں ان میں کوئی طالب حق مل جائے' ہندوستان کے مہذب شہر دہلی آئے۔ مگر کیا ہمیں اس بات کے اظہار پر دلی رنج مجبور نہیں کرتا کہ اہل دہلی نے (الا ماشاء اللہ و من شاء عصمہ) شاید اہل طائف کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ پڑھ کر اور اپنی پرزور نخوت اور رعونت پر اعتماد کرنا چاہا کہ وہ ایک مرد خدا کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں ان گذشتہ مخالفان راستی سے کوئی قدم پیچھے رہ جائیں۔ مولوی نذیر حسین صاحب اور انکے شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے اتمام حجت کی راہ میں عملاً بڑی بڑی چٹانیں ڈال دیں۔"

(روحانی خزائن۔ جلد۴ الحق بحث دہلی ص ۱۳۱۔۱۳۲)

دہلی جا کر مرزا صاحب نے حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کو مناظرے کا چیلنج کیا' جس سے مرزا صاحب کا یہ مقصد لگتا ہے کہ حضرت میاں صاحب اپنی بزرگی کے باعث جواب دینا کسر شان سمجھیں گے اور مفت کی شہرت و ناموری ہاتھ آ جائے گی۔ حضرت میاں صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ۹۰ سال تھی اور وہ تقریباً ۵۰ سال سے دہلی میں مسند تدریس کو زینت بخشے ہوئے تھے۔ برصغیر کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے نامور علماء کی کثیر تعداد ان کی شاگرد تھی۔ وہ اشتہار بازی اور مناظرانہ سرگرمیوں سے دور رہتے تھے' اور یہی بات مرزا صاحب کے پیش نظر تھی کہ میاں صاحب تو انہیں منہ لگانا بھی پسند نہ کریں گے' لیکن انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ میں نے ہندوستان کے سب سے بڑے عالم کو خاموش کر دیا ہے۔ اس پلان کے تحت انھوں نے دہلی پہنچ کر ۲۔ اکتوبر (۱۸۹۱) کو مناظرے کے چیلنج کا ایک اشتہار چھپوایا۔ اس واقعہ کو مولوی دوست محمد شاہد قادیانی نے یوں بیان کیا ہے۔

"دلی ہندوستان کا دارالسلطنت اور علمی مرکز ہے۔ اس لیے حضرت اقدس نے اپنے دعوی کی اشاعت کے لیے دوسرا سفر دلی کی طرف اختیار فرمایا۔ حضرت اقدس ۲۹۔ ستمبر ۱۸۹۱ء کو دلی پہنچے اور بازار بلیماراں نواب لوہارو کی دو منزلہ کوٹھی میں مقیم ہوئے۔ اہل دلی نے اس موقع پر خدا کے مسیح سے جو ناروا سلوک کیا وہ ان کی سنگ دلی کا ثبوت تھا۔ حضرت اقدس جونہی یہاں وارد ہوئے مخالفت کی آگ پورے شہر میں پھیل گئی۔ مخالفت پوری شدت سے جاری تھی کہ حضرت مسیح موعود نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اکتوبر کو مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب حقانی کو بذریعہ اشتہار قرآن و حدیث صحیح سے وفات مسیح پر بحث کی کھلی دعوت دی اور لکھا کہ امن قائم رکھنے کے لیے وہ خود سرکاری انتظام کر دیں کیونکہ میں مسافر ہوں اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب۔'' (تاریخ احمدیت' جلد۲' ص ۲۵۵)

اس اشتہار سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے' مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

''اے برادران سکنائے دہلی' اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتے کے لیے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے۔ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے...... میں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں۔ صدی چہار دہم کے لیے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر رب السموات والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ میں مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتی' یقین رکھتا ہوں۔ خداوند کریم نے اپنے الہام و کلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ مسیح ابن مریم کے نام پر آنے والا تو ہی ہے۔ میں نے ایک مبسوط کتاب ازالہ اوہام نام کی لکھی ہے۔ فقط تین روپیہ اس کی قیمت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے دلائل کے ساتھ حضرت عیسی بن مریم کی وفات ثابت کی گئی ہے۔''

اس مکمل اشتہار میں جو مجموعہ اشتہارات جلد اول کے صفحہ ۲۳۰۔۲۳۶ پر موجود ہے' مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں۔ ''میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں' اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روائتیں کہاں تک صحیح ہیں' صرف لوگوں کی زبان سے سنا ہے۔ (پھر آپ تحقیق حال کے لیے میاں صاحب کے پاس کیوں نہ گئے۔ وہ بزرگ تھے اور آپ ان سے پہلے بھی مل چکے تھے۔ بغیر تحقیق اشتہار بازی کا مقصد فتنہ فساد کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا) اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور ماؤل تصور فرماتے ہیں تو اس مسئلہ میں اس شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کرلیں۔ کچھ ضروری نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دوں گا...... اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں وہ خرید سکتے ہیں (اگر مرزا صاحب ازالہ اوہام کے ذریعے خود پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام لوگوں تک پہنچا رہے تھے تو اس کی قیمت لینا حرام تھا کیونکہ یہ تو ان پر فرض تھا) والسلام

مولوی دوست محمد لکھتے ہیں کہ ''اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب گھبرائے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کا بچہ ہوں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ کا مقابلہ بھلا مجھ جیسا ناچیز کیسے کرسکتا ہے۔ میرا نام اشتہار مباحثہ سے کاٹ دیں۔ میں ایک فقیر گوشہ نشین اور ایک زاویہ گزین درویش ہوں اور مباحثات سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنا نام کاٹ دیا۔'' (تاریخ احمدیت' جلد۲' ص ۲۵۶)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں :۔ '' مولوی عبدالحق صاحب تو یوں کنی کترا گئے۔ ممکن تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بھی چپ سادھ لیتے' مگر حضرت اقدس کی آمد سے ایک دن پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پہنچ گئے۔ مولوی بٹالوی نے آتے ہی مولوی نذیر حسین صاحب کو اپنے متشدد خیالات سے متاثر کرنا شروع کیا۔ مولوی نذیر حسین صاحب نے ایک دفعہ کہا بھی کہ بڑھاپے میں مجھے رسوا نہ کرو اور اس قصے کو جانے دو...... لیکن مولوی محمد حسین نے انہیں دھمکی دی کہ اگر اس کے بعد ایسا کلمہ منہ پر لائے تو آپ کی زندگی تاریک ہو جائے گی اور سب لوگ تم سے پھر جائیں گے۔ شیخ الکل عمر رسیدہ تھے ہی' اپنے شاگرد کی زبان سے الٹی میٹم پا کر دہل گئے اور مجبوراً حضرت اقدس کے مقابلہ پر کمربستہ ہو گئے۔''

(تاریخ احمدیت' جلد۲' ص ۲۵۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کو ایک شاگرد کی طرف سے الٹی میٹم کی خبر مولوی دوست محمد صاحب کو نہ معلوم کیسے ہوگئی۔ لگتا ہے انہیں علم غیب سے کچھ حصہ ملا ہے۔ بہر حال کچھ بھی ہو حضرت میاں صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں ۵۔ اکتوبر کو مرزا صاحب کو ایک خط لکھ کر دعوت دی کہ وہ ان کے ہاں تشریف لے آئیں اور اپنے شکوک پیش کر کے اطمینان کر لیں۔ میاں صاحب جنہیں مرجع عوام وخواص کی حیثیت حاصل تھی ان سے ایسے ہی بزرگانہ جواب کی توقع تھی' لیکن مرزا صاحب کا اشتہار بازی والا مقصد اس سے حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے انھوں نے میاں صاحب کے ہاں جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک یوروپین افسر موقع پر موجود نہ ہو وہ بات نہیں کریں گے۔

اسی دوران دہلی سے مرزا صاحب کے اشتہار کے ردعمل کے طور پر بہت سے اشتہار بھی شائع ہوئے اور کئی علماء نے ان کی شرائط کو من وعن قبول کرتے ہوئے مختلف مقامات تجویز کر کے بحث کی دعوت دی۔ ایک اندازے کے مطابق ان اشتہارات کی تعداد ۱۲ تک پہنچتی ہے۔ لیکن مرزا صاحب اپنی قیام گاہ سے باہر نہیں آئے کہ بقول ان کے ان کی جان' عزت اور آبرو خطرے میں تھی۔ پھر انھوں نے حکمت عملی تبدیل فرمالی۔ پہلے اشتہار میں انھوں نے سید نذیر حسین صاحب اور ان کے ایک حنفی المسلک شاگرد مولوی عبدالحق حقانی صاحب کو مخاطب کیا تھا' اب انھوں نے سوچا کہ خواہ مخواہ محاذ کو وسیع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ احناف کو اہل حدیث سے الگ رکھا جائے اور ہو سکے تو انہیں باہم لڑایا جائے' اس طرح وہ اپنی لڑائی میں مصروف ہو کر قادیانیت کا تعاقب فراموش کر دیں گے۔ یہ سوچ کر انھوں نے مولانا عبدالحق حقانی سے مصالحتی گفتگو فرمائی اور اہل حدیث حضرات کے خلاف ۶۔ اکتوبر کو یہ اشتہار شائع فرمایا۔

''اشتہار بمقابل مولوی سید نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث۔

چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہا ہے' اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اول اہل حدیث ہونے کا دعوی کر کے اپنے حنفی بھائیوں کو بدعتی قرار دیا اور امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوی اتباع قرآن و حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قائل ہیں۔ ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اس عاجز نے اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق حقانی صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق و شقاق کا اندیشہ ہے طبعًا کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں' ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں' لہٰذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوی سے خود دست بردار ہو جائے گا۔ ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے' یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انھوں نے گریز کی۔ واضح ہو کہ یہ درخواست مولوی سید نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیے اور اس میں بحث ہونی چاہیے' بالکل تحکم اور خلاف طرز انصاف اور حق جوئی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ و قال الرسول کوئی اعتقاد تو نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن و حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھا دے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے' مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہونا ضروری ہے۔ (یاد رہے کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے مرزا صاحب حضرت مسیح کے زندہ ہونے اور ان کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اس عقیدے کو وہ اب قرآن و حدیث کے خلاف قرار دے کر دراصل یہ کہہ رہے ہیں کہ ۱۸۹۱ء تک وہ قرآن اور حدیث کے منکر یعنی کفر کا ارتکاب کرتے رہے ہیں) المشتھر ۔ مرزا غلام احمد (مجموعہ اشتہارات جلد ا' ص ۲۳۷۔۲۴۰)

اس اشتہار کے جواب میں ۷ اکتوبر کو حضرت میاں صاحب کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں مرزا صاحب کے تمام حیلوں کا توڑ کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ مرزا صاحب اپنی قیام گاہ کی چھت پر بیٹھ جائیں' میں ان کے بالمقابل دوسرے مکان کی چھت پر بیٹھ جاتا ہوں۔ درمیان میں بازار بلی ماراں حائل رہے گا اور چھتوں کے اوپر سے گفتگو ہوگی۔ اس طرح کسی طرح کا نقص امن وغیرہ کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ مرزا صاحب نے یہ تجویز قبول نہیں فرمائی۔ (رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴' ص ۵)

۷۔ اکتوبر ہی کو مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اشتہار شائع فرمایا اور لکھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قادیانی صاحب آپ نے مجھے اور میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب کو مقابل اور مباحث بنانا چاہا ہے اور یہ حقیقت ظاہر ہے کہ مباحثہ میں ایک ہی شخص بول سکے گا۔ دونوں مل کر آپ سے ہم کلام نہ ہوں گے۔ لہٰذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے' یہی امر بحکم عقل موزوں ومناسب ہے' شاگردوں کے ہوتے ہوئے ایک شیخ الکل اور امام وقت کو زیبا نہیں کہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب بنائے۔ میرے بعد آپ ان سے گفتگو کے مجاز ہوں گے۔ اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و کاست منظور کرانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے۔ ۱۱۔ اکتوبر نو بجے دن چاندنی محل میں تشریف لے آیئے۔ یہ اشتہار چھپوا کر متعدد ذرائع سے مرزا صاحب تک پہنچا دیا گیا...... اس کے بعد ۹۔ اکتوبر کو مولانا عبدالحق صاحب نے مطبع یوسفی سے ایک اشتہار شائع کروایا کہ مرزا صاحب آپ نے اپنے ۶۔ اکتوبر والے اشتہار میں میرے ساتھ مناظرہ نہ کرنے کا جو عذر پیش کیا ہے' وہ سراسر دروغ آمیز ہے۔ میں واقعی حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتا۔ لیکن بالائی انتظام کے لیے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ پس آپ ۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آکر مجھ سے مناظرہ کریں ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔ (رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴' ص ۴)

جب مولانا بٹالوی اور مولانا عبدالحق کو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے اشتہارات میں مرزا صاحب کو ایک دن میں دو مختلف مقامات پر مباحثے کی دعوت دے دی ہے تو انھوں نے ایک مشترکہ چٹھی مرزا صاحب کو ارسال فرمائی کہ دو مختلف جگہوں پر جانے کی بجائے وہ چاندنی محل تشریف لے آئیں' وہاں مشترکہ مناظرہ ہوگا۔ مرزا صاحب چاندنی محل تشریف نہ لے گئے اور مباحثہ نہ ہوسکا۔

اس کے بعد میاں صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا ''بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ آپ کے دیروزہ خط کا جواب میری طرف سے میرے تلامذہ مولوی عبدالمجید صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین دیں گے۔ آئندہ آپ مجھے اپنے جواب سے معاف رکھیں۔ جو کچھ کہنا ہو انہی سے کہیں اور ان ہی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب لیں ۔ راقم سید محمد نذیر حسین ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء (مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۲۴۳)

مرزا صاحب نے دہلی میں احناف اور اہل حدیث کو باہم لڑانے کی جو کوشش کی تھی اس پر مزید روشنی دوست محمد شاہد صاحب کی درج ذیل عبارت سے بھی پڑتی ہے۔ اس کے مطابق حنفی اور اہل حدیث علماء میں ایک غیر متعلق بحث شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں ایک مسلک کے بعض لوگوں کی طرف سے مرزا صاحب کو خفیہ طور پر اخلاقی مدد ملنے لگی۔ لکھا ہے۔

''دلی میں ایک اہل حدیث عالم کی طرف سے ایک اشتہار نکلا کہ غلام احمد وغیرہ نام رکھنا شرک میں داخل ہے۔ فتح پور کے ایک بڑے حنفی عالم مولوی محمد عثمان صاحب نے اس کے جواب میں ایک اشتہار شائع کیا کہ علمائے اہل حدیث نے اس اشتہار میں دراصل ہم سب مقلدین پر طنز کی ہے۔ کیونکہ ہمارے نام اس قسم کے ہیں اور ہم ان ناموں کو جائز سمجھتے ہیں' پھر وہ خفیہ طور پر حضرت اقدس (مرزا) کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسی اپنی جان سے محبت رکھتا ہوں۔ ان لوگوں نے بڑی شرارت کی ہے' میں ان لوگوں کے شریک نہیں ہوں۔ گو میں آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا مگر میں آپ کی طرف ہوں۔ آپ جو اشتہار چھپوانا چاہیں میری معرفت چھپوائیں۔ میرا ایک شاگرد عمدہ کاپی نویس ہے اور ایک مطبع والا میرا شاگرد ہے۔ میں اس کے مطبع میں چھپوا دوں گا۔ سو حضرت مسیح موعود نے خدا ناترس علماء کی مغالطہ انگیزیوں کا پردہ چاک کرنے اور عوام تک اصل واقعات پہنچانے کے لیے ۱۷۔ اکتوبر کو انہی کے ذریعہ سے ایک اشتہار دیا کہ میں نے اب حفاظت کا انتظام کر لیا ہے۔ مولوی نذیر حسین صاحب جہاں چاہیں بحث کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم' ص ۲۵۸)

اس اقتباس کے بعد ہم دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ چاندنی محل میں منعقد نہ ہو سکنے والے مباحثے کے بعد...... قادیانی کیمپ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب سے مرزا صاحب نے لکھا:

''میرے مقابلہ پر شیخ الکل نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا اور دوسری طرف دہلی کے سفہا اور اوباشوں کو بے اصل بہانوں سے ورغلا کر اس دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری میں کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لیے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجائش باقی نہ رہنے دی اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یک طرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شائع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۵۹) اس واقعہ کے بارے میں مرزا بشیر سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۸۷ پر راقم طراز ہیں۔ ''مولوی محمد حسین اور مولوی سید نذیر حسین صاحب نے خفیہ خفیہ مباحثہ کی تیاری کر لی اور پھر خود بخود مشتہر کر دیا کہ فلاں وقت اور فلاں روز فلاں جگہ مباحثہ ہو گا اور عین وقت پر حضرت صاحب کے پاس آدمی بھیجا کہ مباحثہ کے لیے تشریف لے چلیے۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ یہ کہاں کی دیانتداری ہے کہ خود بخود یک طرفہ طور پر بغیر فریق ثانی کی منظوری اور اطلاع کے اور بغیر شرائط کے تصفیہ پانے کے مباحثہ کا اعلان کر دیا گیا۔ جب تک میں اپنے مکان اور اہل وعیال کی حفاظت کا انتظام نہ کر لوں میں نہیں جا سکتا۔ حضرت صاحب کا جواب سراسر معقول اور شریفانہ تھا۔ دہلی والوں نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کرنا شروع کیا کہ مرزا مباحثہ سے بھاگ گیا۔''

مرزا صاحب نے ۱۷۔ اکتوبر کو جو اشتہار شائع کیا اس میں میاں صاحب کی شان میں سخت دریدہ دہنی کی اور لکھا کہ آپ درس قرآن و حدیث میں ریش و بروت سفید کر بیٹھے ہیں مگر آپ کو کسی استاد نے حقیقت تک نہیں پہنچایا اور قال اللہ و قال الرسول کے مغز سے دور' مہجور اور بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیے کہ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ مسیح کو قرآن اور احادیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیحہ کی رو سے زندہ سمجھ رہے ہیں' حیران ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ اگر آپ بحث نہیں کرنا چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجیے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور اگر آپ تقوی کا طریق کار چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لیے بطور نشانی ہو جائے گا۔

(ملخص از: مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۴۱-۲۴۹)

اس کے جواب میں ۱۸۔ اکتوبر کو مسلمانان دہلی کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ اپنی بدزبانی کے باعث مرزا صاحب اب اس قابل نہیں رہے کہ ایک امام وقت انہیں اپنا مخاطب بنائے۔ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے ۶۔ اکتوبر والے اشتہار میں سید نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کو مباحثے کا چیلنج دیا تھا اس لیے اب وہ مولانا بٹالوی ہی سے مناظرہ کریں۔ تاہم اگر وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولوی عبدالحق صاحب غزنوی یا مولوی عبدالمجید سے کرلیں۔ (''رئیس قادیان'' بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴' ص ۶)

اس اشتہار کے باوجود حضرت میاں صاحب نے فرمادیا کہ ۲۰۔ اکتوبر کو جامع مسجد دہلی میں مجلس کے انعقاد کا انتظام کر کے مرزا صاحب کو بلالیں' جہاں انھیں ان کے ۱۷۔ اکتوبر والے اشتہار کے مطابق اپنے وفات مسیح کے دلائل پیش کرنے کا موقع مہیا کیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت ۲۰۔ اکتوبر کو جامع مسجد میں مجلس منعقد ہوئی۔ دونوں فریق وہاں پہنچ گئے۔ نماز عصر (جس میں مرزا صاحب نے شرکت نہیں فرمائی) کے بعد نواب سعید الدین احمد خان لوہارو' مولوی عبدالمجید اور سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس سید نذیر حسین محدث کے ایما پر مرزا صاحب کے پاس گئے۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے مرزا صاحب سے کہا کہ آپ لکھ دیجیے کہ اگر مولانا سید نذیر حسین صاحب میرے دلائل کو حلف اٹھا کر مسترد کر دیں تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلوں گا۔ مرزا صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ساتھی نے البتہ کہا کہ اگر مرزا صاحب کی بددعا کا اثر ایک سال تک نہ ہوا تو وہ توبہ کرلیں گے۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے پھر کہا کہ آپ نے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی نذیر حسین ایک مجلس میں میرے تمام دلائل سن کر قسم کھائیں، سو کیا آپ اپنے دلائل وفات مسیح پیش کر سکتے ہیں، اور پھر اگر مولانا نذیر حسین نے آپ کے دلائل کو صحیح تسلیم نہ کیا اور ان کے بطلان پر حلف اٹھالیا تو کیا آپ توبہ کرلیں گے؟ مرزا صاحب نے ان دونوں باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا ہم صرف حیاۃ و وفاۃ مسیح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر نواب سید سلطان مرزا اور مولوی عبدالمجید صاحب نے مولوی محمد حسین کو مرزا صاحب کے سامنے کردیا کہ سید نذیر حسین صاحب تو آپ کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر کے جواب میں اس لیے آئے تھے کہ آپ کے دلائل سن کر ان کے باطل ہونے کا حلف اٹھائیں۔ چونکہ آپ اس کے لیے تیار نہیں ہیں اور مباحثہ چاہتے ہیں تو ان سے کرلیجیے۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی سے گفتگو کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جلسہ برخواست کردیا اور فریقین اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(منقول از ''رئیس قادیان'' جلد اول، ص ۱۹۴۔۱۹۷ ملخصاً)

اس طرح مرزا صاحب نہ تو مولانا بٹالوی سے مباحثہ کرسکے اور نہ ہی مولانا سید نذیر حسین کے روبرو وفاۃ مسیح کے وہ دلائل پیش کرسکے جس کا انھوں نے اپنے اشتہار میں وعدہ دیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ دہلی

جامع مسجد دہلی میں منعقد ہونے والی مجلس کے بعد مرزا صاحب مزید کچھ روز دہلی میں مقیم رہے اور اس دوران وہاں ان کا ایک تحریری مباحثہ ہوا جسے مباحثہ دہلی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مباحثہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ایک نامور شاگرد حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ہوا تھا جو ان دنوں بھوپال میں رہتے تھے۔ ہوا یوں کہ دہلی کے ایک سوداگر حاجی محمد احمد صاحب نے مرزا صاحب کے ۲ اور ۶۔ اکتوبر والے اشتہارات مولانا محمد بشیر صاحب کو ارسال کر دیئے۔ مولانا نے حاجی محمد احمد صاحب کے توسط سے مرزا صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنا منظور کر لیا اور درج ذیل شرائط طے ہو گئیں۔

حفظ امن کے لیے سرکاری انتظام ہوگا...... مباحثہ تحریری ہوگا۔ ہر فریق مجلس میں سوال لکھ کر اور اس پر دستخط کر کے پیش کرے۔ اسی طرح فریق ثانی جواب لکھ کر دے...... پہلی بحث مسئلہ حیاۃ مسیح پر ہو۔ اگر حیاۃ ثابت ہو تو اس سے قادیانی صاحب کا دعویٰ مسیح ثابت نہ ہوگا' بلکہ مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہوگی...... طرفین سے جو شخص قبل از تصفیہ مباحثہ سے روگرداں ہوگا اس کی گریز سمجھی جائے گی۔

ان شرائط کے تصفیہ کے بعد جب مولانا بشیر صاحب دہلی چلے آئے تو مرزا صاحب نے نئی شرائط پیش کر دیں کہ مولوی محمد بشیر صاحب مدعی ہونگے۔ حیاۃ مسیح کا بار ثبوت انہی پر ہوگا۔ بحث مرزا غلام احمد کی قیام گاہ پر ہوگی...... جلسہ عام منعقد نہیں ہوگا۔ مولوی محمد بشیر صاحب زیادہ سے زیادہ دس آدمی جو معزز خاص ہوں اپنے ساتھ لا سکتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں' لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ہرگز آنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہوگی۔

مولانا سھسوانی کے احباب کا مشورہ یہ تھا کہ ان نئی شرائط کو مسترد کر دیا جائے۔ مگر انھوں نے محض اس خیال سے کہ قادیانی صاحب کو مناظرے سے گریز کا کوئی حیلہ نہ مل سکے' سب شرائط کو تسلیم کر لیا اور ۱۹۔ ربیع الاول کو بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا اور پانچ روز بعد اس وقت ختم ہو گیا جب مرزا صاحب نے اسے مزید جاری رکھنے سے انکار کر دیا۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۸۔۱۹۷) مولانا سھسوانی کے پہلے پرچے پر ۱۹۔ ربیع الاول ۱۳۰۹ء' دوسرے پر ۲۵۔ اکتوبر اور تیسرے پر ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کی تاریخ درج ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے پرچوں پر تاریخیں درج نہیں کیں۔ اور وہ اپنے تیسرے پرچے کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

''چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں پرچے تحریر کر چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے...... پھر یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی موید ہو' پیدا ہو جائے گی تو اس تصفیہ کے لیے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں' لیکن اس تحریری بحث کے لیے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں' جبکہ بحث تحریری ہو تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ میں مسافر ہوں۔ اب مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔'' (روحانی خزائن جلد۴ (الحق مباحثہ دہلی) ص ۲۲۰)

اسی برتے پر مناظرہ کرنے چلے تھے کہ تین ہی پرچوں پر دلائل کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ پانچ پرچے بھی پورے نہ ہو سکے اور گھر کی یاد ستانے لگی۔ انہیں دہلی آنے کی کسی نے دعوت تو نہ دی تھی' وہ خود للکارتے ہوئے اس اکھاڑے میں اترے تھے۔ تحریری بحث اگر گھر میں بیٹھ کر کرنا تھی تو قادیان سے رخت سفر باندھ کر یہاں تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب مباحثہ سے فرار تو ہو گئے لیکن اب یہ مسئلہ تھا کہ اپنے مریدین کو کس طرح مطمئن رکھا جائے۔ اس زمانے میں آج کی طرح نہ ذرائع مواصلات تھے۔ نہ فون یا ریڈیو اور نہ ہی جدید قسم کے اخبارات تھے کہ دہلی کے واقعات کی خبر فوری طور پر پورے ملک میں پہنچائی جا سکتی۔ اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ اپنے مریدین کو اپنے خطوط اور اشتہارات ارسال کر کے تصویر کا وہ رخ دکھاتے رہتے تھے جو خود ان کے مفاد میں ہوتا تھا اور جہاں جہاں ان کے اشتہارات وغیرہ پہنچتے وہاں وہاں (اصلی حقائق نظروں سے اوجھل ہونے کے باعث) وہ عوام اور مریدین کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ یہی کچھ انھوں نے مباحثہ دہلی کے بعد بھی کیا اور لمبے لمبے اشتہار چھپوا کر اپنی فتح کے ڈنکے بجائے۔ مولانا سید نذیر حسین دہلوی' مولانا محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء اسلام کے خلاف بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ دہلی میں شکست انہیں نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈے کے باوجود جب صحیح خبریں عوام تک پہنچنا شروع ہوئیں تو مرزا صاحب کے کیمپ کے لیے حقائق کو چھپانا ممکن نہ رہا اور انہیں دبے لفظوں میں تسلیم کرنا پڑا کہ مرزا صاحب نے وقت سے پہلے مباحثہ ختم کر دیا تھا (گویا وہ فرار ہو گئے تھے۔) جیسا کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۹۱۔۹۰ میں لکھا ہے۔ ''جامع مسجد والے قصہ کے تین چار دن بعد حضرت مسیح موعود کے اپنے ہی مکان پر مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی کے ساتھ تحریری مباحثہ ہوا' جس میں باہم یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی طرف سے بار بار وہی دلیلیں دہرائی جا رہی ہیں تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ کو جاری رکھنا تضیع اوقات ہے' تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن و تمسخر کی کوئی پروا نہ کی۔''

یہ بھی کیا خوب ہے کہ مناظرہ اس لیے ختم کر دیا کہ مخالف کے پاس دلائل ختم ہو گئے تھے۔ اگر ایسا تھا تو مناظرہ کو اختتام تک پہنچانا خود مرزا صاحب کے اپنے مفاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھا کہ لوگوں پر ثابت ہو جاتا کہ کون مغلوب ہوا ہے۔ جب مخالف کے دلائل ختم ہو جائیں اور وہ بے بس ہو جائے تو مخالفوں پر حجت قائم کرنے کا وہی تو موقع تھا' نہ یہ کہ خود طعن و تمسخر کی پروانہ کرتے ہوئے فرار ہو جائیں۔

مرزا بشیر کہتے ہیں کہ مولانا بشیر کے دلائل ختم ہو گئے تھے۔ جبکہ ان کے والد جناب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں کے طبعی دلائل ختم ہو گئے تھے۔ یہ بیان مرزا صاحب کا خود ان کے اپنے حق میں تو استعمال ہو سکتا ہے' مولانا کے بارے میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اور مولوی دوست محمد کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ''تین پرچوں پر ہی مباحثہ ختم کر دیا اور مولوی محمد بشیر صاحب سے فرمایا کہ جب آپ کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں رہی تو پھر خواہ مخواہ تحریر بڑھانے کا کیا فائدہ ہے'' (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۲۶۷) مولوی دوست محمد کی یہ بات خود مرزا صاحب کی تکذیب کر رہی ہے جو کہتے ہیں کہ دونوں کے دلائل ختم ہو چکے ہیں۔

اس مباحثے میں مرزا صاحب کے حضرت میاں صاحب سے مقابلے سے فرار ہونے کی شہادت بھی ملتی ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد بشیر صاحب اپنے تیسرے پرچے میں مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا لہٰذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔''

(روحانی خزائن جلد ۴ ص ۲۰۵)

۱۴ صفحات پر مشتمل اپنے تیسرے جوابی پرچے میں مرزا صاحب نے اس بارے میں کامل خاموشی اختیار کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ وہ حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے۔ انھوں نے پورے پرچے میں کسی جگہ مولانا محمد بشیر کے اس بیان کی تردید نہیں کی اور نہ ہی کوئی اور بات اس مضمون کی تحریر کی کہ ہم نے تو فرار اختیار نہیں کیا۔ ہم تو ہر طرح تیار تھے' شیخ الکل ہی سامنے نہیں آئے تھے۔ مرزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے بعد میں اپنے شائع شدہ اشتہاروں میں بہت لاف زنی کی ہے۔ بیہودہ زبان استعمال کی ہے اور حضرت میاں صاحب کی شان میں دریدہ دہنی کی ہے لیکن اس موقع پر جب مولانا بشیر نے واضح طور پر لکھا کہ وہ سید صاحب کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے تو مرزا صاحب جواب میں لب کشائی تک نہ کر سکے۔

مرزا صاحب مباحثہ دہلی کے بعد تقریباً ۱۷ سال تک زندہ رہے۔ لیکن وہ زندگی بھر دہلی میں ہونے والی عبرتناک شکست کو فراموش نہ کر سکے اور پھر کبھی انھوں نے مناظرے مباحثے یا مباہلے کے لیے دہلی جانے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک اشتہار میں واضح طور پر لکھا: ''اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کہ دہلی والوں کے شوروغوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔ ولا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین''

(روحانی خزائن جلد۴ ماخوذ از اشتہار مندرجہ ص ۳۳۶ـ۳۱۱)

اس دہلی والے مباحثے کو اس کے اثرات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیں اس میں مرزا صاحب کی شکست کی ایک اور شہادت بھی ملتی ہے۔ قارئین پہلے پڑھ چکے ہیں کہ:

www.Kitabosunnat.com

مرزا صاحب نے مولانا محمد بشیر سھسوانی سے مباحثہ ختم کرتے ہوئے لکھا تھا کہ دونوں فریقوں کے پرچے شائع ہونے پر پبلک خود ہی فیصلہ کرلے گی کہ کس کے دلائل درست ہیں اور پبلک کا فیصلہ یوں سامنے آیا کہ مرزا صاحب کے ایک خاص الخاص مرید مرزائیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے۔ اس مرید کا نام میر عباس علی لدھیانوی ہے۔ مرزا صاحب کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں میں ان کا نمبر حکیم نور دین کے بعد آتا ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ہوسکتا ہے۔ ''حبی فی اللہ میر عباس علی لدھیانوی ...... یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انھوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لیے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ خیالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلھا ثابت و فرعھافی السماء' (روحانی خزائن ازالہ اوہام جلد۳ ص ۸-۵۲۷)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انھوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انھوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۹۴)

یہ میر صاحب جو کچھ دہلی اور لدھیانہ میں ہوا اسے دیکھ کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ اس پر مرزا صاحب نے لکھا: ''بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ دل آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا'' اور ''میر عباس صاحب نے ۱۲۔ دسمبر ۱۸۹۱ء کو مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔'' اور ''میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔'' اور ''میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلا کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی۔ پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب نے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم و خیال میں تھا کہ میر عباس علی کا یہ حال ہو گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۸_۲۹۴)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"اس مباحثہ کے وقت جو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سے لدھیانہ میں میری طرف سے ہوا تھا اور اس تقریب سے چند دن ان کو (میر عباس علی کو) مخالفوں کی صحبت میسر آ گئی تو نوشتہ تقدیر ظاہر ہو گیا اور وہ صریح طور پر بگڑ گئے اور پھر ایسے بگڑے کہ وہ یقین دل کا اور وہ نورانیت منہ کی جو تھی وہ سب جاتی رہی اور ارتداد کی تاریکی ظاہر ہو گئی اور مرتد ہونے کے بعد (یعنی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد) ایک دن وہ لدھیانہ میں پیر افتخار احمد صاحب کے مکان پر مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کا اور ہمارا اس طرح پر مقابلہ ہو سکتا ہے کہ ایک حجرہ میں ہم دونوں بند کئے جائیں اور دس دن تک بند رہیں' پھر جو جھوٹا ہو گا مر جائے گا۔"

(روحانی خزائن (حقیقۃ الوحی جلد ۲۲ ص ۳۰۷)

یعنی وہ شخص جو مرزائیت میں حکیم نورالدین کے بعد سب سے اونچے مقام کا حامل تھا' جس کے دل میں سب سے پہلے مرزا صاحب کی محبت پیدا ہوئی' جو دس سال تک ان کے نہایت مخلص مرید رہے اور جن کے حق میں مرزا صاحب کو الہام بھی ہوا' وہ شخص لدھیانہ اور دہلی کے مباحثوں میں مرزا صاحب کا حال دیکھ کر' مرزائیت سے تائب ہو کر واپس اسلام کی آغوش میں چلا آیا اور تحریک ختم نبوت کا ایک سپاہی بن گیا۔ ہمارے نزدیک یہ واقعہ لدھیانہ اور دہلی میں مرزا صاحب کی شکست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا اسماعیل علی گڑھی اور رد قادیانیت

فتح اسلام اور توضیح مرام کے ذریعے جب مرزا غلام احمد کا دعوی مسیحیت سامنے آیا تو جہاں مولانا بٹالوی و دیگر علماء نے تقریر و تحریر سے اس کا رد کرنا شروع کیا' وہاں علی گڑھ کے مولانا محمد اسماعیل نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق تحریک ختم نبوت میں یوں حصہ لیا کہ ایک ''کتاب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح' لکھ کر ۱۸۹۲ء میں شائع فرمائی۔ سطور ذیل میں ہم مولانا علی گڑھی کی اس کاوش کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۸۸۹ء میں یعنی دعویٰ مسیحیت سے دو سال قبل مرزا صاحب اپنے مریدوں میر عباس علی لدھیانوی اور شیخ حامد علی کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ ان کے دوران قیام مسلمانان علی گڑھ نے وہاں ان کی منظوری سے ان کی تقریر کا انتظام کیا۔ بعد ازاں مرزا صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انھیں الہام ہوا ہے کہ تقریر نہ کریں۔ علی گڑھ کے مسلمانوں نے بہت کوشش کی' لیکن مرزا صاحب انکار کے بعد پھر آمادہ نہ ہوئے' مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم اس واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جب علی گڑھ میں مرزا کی تقریر کے متعلق لوگوں کی تمام کوششیں بے سود ہوئیں تو مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کے کسی ملاقاتی ڈاکٹر جمال الدین کے منہ سے نکل گیا کہ مرزا صاحب علمی قابلیت سے محروم ہیں اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے تقریر سے انکار کر دیا ہے۔ یہ سن کر مجدد (مرزا) صاحب مار دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگے اور اس کا غصہ مولوی اسماعیل صاحب کو ہدف بنا کر اتارا۔

(رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کے دو سال بعد یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے فتح اسلام نامی اپنی وہ کتاب شائع فرمائی جس میں انھوں نے پہلی مرتبہ دعویٰ مسیحیت عوام کے سامنے پیش کیا' اس کتاب میں مرزا صاحب نے اپنے سفر علی گڑھ کا واقعہ بیان فرمایا اور وہاں مولانا اسماعیل علی گڑھی کے بالمقابل پیش آنے والے حالات کا ذکر کیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ''ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا اور مرض ضعف دماغ کی وجہ سے جس کا قادیان میں کچھ مدت پہلے دورہ ہو چکا تھا' میں اس لائق نہیں تھا کہ زیادہ گفتگو یا اور کوئی دماغی محنت کا کام کرسکتا اور اب بھی میری یہی حالت ہے کہ میں زیادہ بات کرنے یا حد سے زیادہ فکر اور خوض کی طاقت نہیں رکھتا' اس حالت میں علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب محمد اسماعیل نام مجھ سے ملے اور انھوں نے نہایت انکساری سے وعظ کے لیے درخواست کی اور کہا کہ لوگ مدت سے آپ کے شائق ہیں' بہتر ہے کہ سب لوگ ایک مکان میں جمع ہوں اور آپ کچھ وعظ فرماویں۔ چونکہ مجھے ہمیشہ سے یہی عشق اور یہی خواہش ہے کہ حق باتوں کو لوگوں پر ظاہر کروں' اس لیے میں نے اس درخواست کو بشوق دل قبول کیا اور چاہا کہ لوگوں کے عام مجمع میں اسلام کی حقیقت بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اور اب لوگ اس کو کیا سمجھ رہے ہیں اور مولوی صاحب کو کہا بھی گیا کہ ان شاء اللہ اسلام کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ لیکن بعد اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روکا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ چونکہ میری صحت کی حالت اچھی نہیں تھی' اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ زیادہ مغز خواری کر کے کسی جسمانی بلا میں نہ پڑوں۔ اس لیے اس نے وعظ کرنے سے مجھے روک دیا..... مولوی صاحب کی خدمت میں عذر کر دیا گیا اور یہ عذر واقعی سچا تھا' مگر افسوس کہ باوجودیکہ ہر مومن حسن ظن کے لیے مامور ہے' مولوی صاحب نے میرے اس عذر کو نیک ظنی سے دل میں جگہ نہیں دی۔ بلکہ نہایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک ڈاکٹر جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا (اور کہا کہ مرزا نے) بہ سبب عجز بیانی وخوف امتحانی (تقریر سے) انکار کر دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے...... (مرزا صاحب پوچھتے ہیں) کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی ملہم بندہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے ایک کام کرنے سے روک دے اور شاید اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہوگا کہ تا آپ کی اندرونی خاصیتوں کا امتحان ہو جائے اور جو لوگ آپ کے ہم رنگ اور آپ کے ہم ظرف ہیں ان کے مواد خبیثہ بھی اس تقریب سے باہر نکل آویں۔ رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلا ہیں' اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں' تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں۔ مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں' صرف پرانے خیال کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے' آپ کے اندر موجود ہے اور آپ کو یاد رہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار و معارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دوں گا جس کے آپ مستحق نہیں۔'' (رسالہ فتح اسلام' ص ۱۹۔۲۰ منقول از روحانی خزائن جلد ۳)

قارئین! معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا وعدہ کر کے مکر جانے کے علاوہ مرزا صاحب بعض دیگر وجوہ سے بھی علی گڑھ میں موضوع تنقید بنے تھے۔ ان میں ایک وجہ وہاں دوران قیام مساجد میں بغرض نماز حاضری میں سستی کے متعلق تھی۔ اس کے بارے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''یہ عاجز صرف چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڑھ میں ٹھہرا تھا...... میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا' مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی (اسماعیل) صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی' جس کے ادا ہو جانے میں اب مجھے شک ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں‘ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے۔ اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں‘ از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے‘ کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں۔ پس یہ امامت نہیں یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا جو احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے‘ وہ پیش گوئی انہیں ملا صاحبوں کے متعلق ہے‘ جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۳ (فتح الاسلام) ص ۲۵-۲۶)

مرزا صاحب نے کہا کہ وہ حالت سفر میں مساجد میں جانے سے اس لیے کراہت کرتے ہیں کہ مساجد کے ائمہ نے امامت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور وہ نماز کے دوران روٹیاں گنتے ہیں‘ مرزا صاحب علماء کو اسی طرح بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی انھوں نے ایسا ہی طعنہ دیا تھا کہ ان کا ذریعہ روزگار مردوں کا کفن دفن ہے۔ مولانا نے چیلنج کیا تو مرزا صاحب بھیگی بلی بن گئے تھے اور بذریعہ اشتہار انہیں تھوکا ہوا چاٹنا پڑا اور لکھا:

’’چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے‘ کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گزارا کرتے ہیں‘ اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے ہیں اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں‘ اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

در حقیقت ہماری مرضی اس سے الزام نہیں ہے' کیونکہ صد ہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں' ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے۔ کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا' وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

(المشتھر مرزا غلام احمد از قادیان' ۲۰۔دسمبر ۱۹۰۲ء'') (منقول از مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۴۸۲)

مرزا صاحب معاش سے متعلق اعتراضات تو دوسروں پر کرتے ہیں' لیکن خود انھیں ہر طرف پیسہ ہی پیسہ نظر آتا تھا۔ معاش ان کے سر پر ہمیشہ سوار رہتی تھی۔ ان کے الہامات کا ایک کثیر حصہ روپے کی آمد سے متعلق ہے اور ان کے اشتہارات و خط و کتابت کا معتد بہ حصہ چندہ مانگنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا علی گڑھی ایک خاندانی رئیس آدمی تھے۔ امامت ان کا ذریعہ معاش نہ تھی' ایسے شخص کو روٹیاں گننے والوں میں شمار کرنا ویسی ہی بدگمانی ہے جس کے متعلق خود مرزا صاحب نے اسی تحریر میں کہا ہے کہ سخت ممنوعات شرعیہ میں سے ہے اور نیک سرشت آدمیوں کا کام نہیں ہے۔ وہ الہام ہونے کا بہانہ بنا کر علی گڑھ سے بغیر تقریر کیے چلے آئے۔ تاہم انہیں بخوبی معلوم تھا کہ اس کے اثرات زائل ہونا مشکل ہے۔ اسی لیے علی گڑھ سے واپسی کے دو سال بعد لکھی جانے والی اس کتاب ''فتح الاسلام'' میں اپنی گلی میں کھڑے ہو کر مولانا کو یوں للکارتے ہیں:

''اب بھی اگر آپ کی قوت واہمہ فرو ہونے میں نہ آوے اور بدظنی کے جذبات کم نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے آپ کے مقابل پر تقریر کرنے کو بھی حاضر ہوں۔ میں بباعث بیماری اب کوئی سفر دور دراز کا تو نہیں کر سکتا' لیکن اگر آپ راضی ہوں تو اپنے کرایہ سے لاہور جیسے پنجاب کے صدر مقام میں آپ کو اس کام اور اس امتحان کے لیے تکلیف دے سکتا ہوں۔ اور یہ عہد پختہ عزم سے کرتا ہوں اور آپ کے جواب کا منتظر ہوں'' (فتح الاسلام ص ۲۰۔۲۱)

مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں تقریر کا وعدہ کیا تھا تو اعلان اور تیاری ہوئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بقول ان کے انہیں الہامی طور پر منع کر دیا گیا۔ اب مرزا صاحب کس بل بوتے پر چیلنج کر رہے ہیں اور پختہ عزم کا اظہار کر رہے ہیں؟ ان کے پاس کیا گارنٹی تھی کہ ان کا الہام کنندہ پھر انھیں منع نہیں کر دے گا؟ مقام تقریر لاہور تجویز کیا گیا کہ وہ دور دراز کا سفر نہیں کر سکتے۔ یہ بھی خوب رہی۔ حالانکہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد انھوں نے کم از کم دو سفر تو دہلی کے کئے۔ (ایک اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اور دوسرا ۱۹۰۵ء میں) ایک سفر انھوں نے ملتان کا کیا اور ایک سفر جہلم کا۔ دہلی، ملتان اور جہلم قادیان کے قرب و جوار میں نہیں بلکہ دور دراز واقع تھے۔ اگر وہ وہاں جا سکتے تھے تو علی گڑھ جانے میں کیا مانع تھا؟

مرزا صاحب کے سفر علی گڑھ کا واقعہ ان کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد نے بھی بیان کیا ہے۔ آپ یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا بشیر لکھتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ لدھیانہ میں پہلی دفعہ بیعت لے کر یعنی ابتداء ۱۸۸۹ء میں حضرت (مرزا) صاحب علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سید تفضّل حسین صاحب تحصیل دار کے مکان پر ٹھہرے...... علی گڑھ میں لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کر کے حضور کے ایک لیکچر کا انتظام کیا تھا اور حضور نے منظور کر لیا تھا، جب اشتہار شائع ہو گیا اور سب تیاری ہو گئی اور لیکچر کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحب نے تفضّل حسین صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ میں لیکچر نہ دوں، اس لیے اب میں لیکچر نہیں دوں گا۔ انھوں نے کہا اب تو سب کچھ ہو چکا ہے۔ لوگوں میں بڑی ہتک ہو گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا خواہ کچھ ہو، ہم خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔ پھر اور لوگوں نے بھی حضرت صاحب سے بڑے اصرار سے عرض کیا، مگر حضرت صاحب نے نہ مانا اور فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس کے حکم کے مقابل میں کسی ذلت کی پروا نہیں کرتا۔ غرض حضرت صاحب نے لیکچر نہیں دیا اور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لدھیانہ تشریف لے آئے۔(سیرۃ المھدی حصہ اول ص۹۔۷۸)

صاجزادے نے پورے واقعہ میں مرزا صاحب کے اس دورہ مرض کا ذکر نہیں کیا' جس کا مرزا صاحب نے رونا روتے ہوئے تقریر نہ کرنے کے الہام کے پس منظر کے طور پر ذکر کیا تھا۔ لگتا ہے کہ وہ یہ بہانہ جب ضرورت پڑتی استعمال کر لیتے تھے۔ مولانا بٹالوی کے مدمقابل ۱۸۹۱ء میں خط و کتابت کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا تھا۔ جہاں تک الہام کا معاملہ ہے نہ خود مرزا صاحب نے اور نہ ہی ان کے صاجزادے نے وہ الفاظ بیان یا نقل کیے ہیں جو تقریر سے روکنے کے لیے الہام ہوئے تھے۔ اگر الہام ہوا تھا تو وہ دونوں میں سے کسی نے نقل کیوں نہیں کیا؟ اس وضاحت کو ہم دور حاضر کے قادیانیوں کے لیے چھوڑتے ہوئے مولانا اسماعیل کی خدمات تحریک کی جانب بڑھتے ہیں۔

مولانا اسماعیل علی گڑھی نے مرزا صاحب کی کتاب فتح اسلام کا جواب بھی لکھا (جس کا ذکر آگے آئے گا) اور اس فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے جو مولانا بٹالوی نے مرتب کر کے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخطوں سے مزین کروا کر علمائے اسلام کے اتفاق سے جاری کیا تھا۔ اس فتوی میں مولانا اسماعیل صاحب نے لکھا:

''چونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ کا جو آنحضرتؐ نے بیان کیا ہے' منکر ہے' اور نزول جبریل کا منکر ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اور نفوس فلکیہ ہیں اور وہ قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اپنے جسم سے آسمان پر جانا اور نازل ہونا محال ہے' اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے' نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا' اور وہ قائل ہے کہ جس مسیح کے آنے کا شریعت محمدیہ میں وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد عیسیٰ بن مریم نہیں جو فوت ہو چکا ہے' بلکہ اس کا مثیل قادیانی مراد ہے جس کو خدا نے قادیان میں اتارا ہے' اور وہ قائل ہے کہ دجال سے اس کے منکر مراد ہیں اور وہ قائل ہے کہ قرآن و حدیث ظاہر معانی سے بھرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی مراد کو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے' ایسے ہی اور خرافات باطلہ اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو چکے ہیں' لہٰذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ کافر ہے' بدکردار' شریعت محمدیہ کا مخالف' اس کو باطل کرنا چاہتا ہے' خدا اس کا منہ کالا کرے۔''

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ' مرتبہ مولانا بٹالوی' ص ۹۳)

اس فتویٰ تکفیر کے علاوہ مولانا نے مرزا کی کتاب فتح اسلام کا جواب ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح'' کے عنوان سے رقم فرما کر ۱۸۹۲ء میں شائع فرمایا' مولانا اسماعیل ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئے اور ان کی زندگی میں مرزا صاحب اعلاء الحق الصریح کے بارے میں خاموشی اختیار کیے رہے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ اس کتاب میں مولانا اسماعیل نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اور چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لیے یک طرفہ مباہلہ کرنے کے بعد میری زندگی میں مر گئے۔ اس بات کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دیا تھا۔ ہم بطور تبرک ان کی تحریر نذر قارئین کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

''مرزا صاحب نے جو (بقول اتباع خود) اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مر جاتا تو فوراً آپ اس کی بابت لکھ دیتے کہ اس نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا مر جائے گا' چنانچہ وہ مر گیا' اس لیے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔ چاہے متوفی کو یہ مضمون خواب میں بھی نہ سوجھا ہو۔ ہمارے پاس اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ پیغام صلح (لاہوری مرزائیوں کا رسالہ) نے مولانا اسماعیل مرحوم کا ذکر کیا ہے' اس لیے آج ہم اس مثال پر بحث کرتے ہیں۔

مولانا (اسماعیل) مرحوم جماعت اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) میں دعویٰ مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا' جس کا نام ہے ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح'' اس کتاب کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا' مرحوم شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئے۔ رحمہ اللہ یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد......

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین یہ تمہیدی نوٹ یاد رکھیں اور آگے چلیں۔

مرزا صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے (دوسرے لفظوں میں جس کا معزز لقب افترا پردازی ہے) جھٹ لکھدیا: ''مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالٰی کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے' وہ مر جائے' سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔ ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد مر جانا خداترس مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔'' (اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ص ۷)

مضمون صاف ہے۔ ہم نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتائیے۔ (جہاں انھوں نے خدا۔ سے درج بالا درخواست کی ہو) مرزا صاحب نے اس کا ثبوت نہ دیا' ہم نے سمجھا کہ یہ سب کرشمے قادیانی جدید علم کلام کے ہیں' جس کے موجد مرزا صاحب ہیں۔ حال ہی میں (یعنی ۱۹۴۲ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال اٹھایا تو پیغام صلح نے اپنے پیشوا اور اپنے مجدد سلطان القلم کی حمایت میں جو لکھا وہ کذب بیانی میں اصل سے بھی بدرجہا ترقی پذیر ہے۔ چنانچہ پیغام صلح کا نامہ نگار لکھتا ہے:

''رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ' یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخداترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی آج ہمارے سامنے نہیں' کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لیے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے' انھیں کتاب سے نکال دیا' اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ..... مولوی محمد اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لیے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی' اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا' لیکن اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا۔ اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔

(پیغام صلح ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۹)

(مولانا ثناء اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ہم نے حکماء کا یہ مقولہ نہ سنا ہوتا کہ "ایک جھوٹ کے ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تو بھی وہ جھوٹ ثابت نہیں ہوتا" تو ہمیں اس مضمون نگار کی بدگوئی اور کذب بیانی پر تعجب ہوتا' مگر اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں میں نئی داخل نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے اخلاق نویس استادوں سے سنا ہوا ہے۔

چو حجت نماند جفا جوئے را   بہ پیکار کردن کشد روئے را

کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے' جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا؟ او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔

او عقلمندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم کی کتاب نایاب ہو گئی ہے؟ سنو دفتر اہل حدیث (امرتسر) میں بچشم خود دیکھ لو' اس پر سنہ طباعت ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) لکھا ہے اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات کا ثبوت درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔ علاوہ اس کے مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے' علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ لوگ علی گڑھ میں جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے۔ ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو' مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ کیا' دعویٰ سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہو سکتی۔"

(منقول از اخبار اہل حدیث امرتسر' ۱۸۔ ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۔۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا امرتسری کی اس تحریر کا جواب قادیانی حضرات نہیں دے سکے، دے بھی کیا سکتے ہیں۔ مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ہی ایسی موجود نہیں جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو، کوئی مسودہ ایسا دنیا میں موجود نہیں جس میں وہ الفاظ موجود ہوں جن کا ذکر مرزا صاحب نے بسلسلہ یک طرفہ مباہلہ کیا ہے اور خواجے کے جس گواہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انھوں نے وہ عبارت مولانا علی گڑھی کے مسودے میں دیکھی تھی، ان کے حافظے کا یہ حال ہے کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس نے علی گڑھ کا سفر کب کیا تھا؟ جیسا کہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے جب پہلے پہل یہ روایت بیان کی تو یہ بیان کیا کہ یہ سفر حضرت صاحب نے ۱۸۸۴ء میں کیا تھا، خاکسار نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا تو انھوں نے اس کی تردید کی اور کہا یہ سفر میاں (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کی پیدائش (۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء) بلکہ ابتدائی بیعت کے بعد ہوا تھا۔ جب میں نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت میاں عبداللہ صاحب کے پاس بیان کی تو انھوں نے پہلے تو اپنے خیال کی صحت پر اصرار کیا، لیکن آخر ان کو یاد آ گیا کہ یہی درست ہے۔'' (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۷۹)

کتاب اعلاء الحق الصریح مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کے بعد ہی لکھی گئی تھی۔ یہ دعوی ۱۸۹۱ء کی بات ہے۔ کتاب ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی، ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں میاں عبداللہ سنوری کے ایسے سفر علی گڑھ کا ثبوت تا حال قادیانیت کے ذمے ہے جس میں اسے قبل اشاعت مولانا علی گڑھی کے پاس علی گڑھ میں کتاب کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

سطور بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل نہ صرف تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون میں سے ہیں بلکہ ان کا مرزا صاحب سے پنجہ آزمائی کا معاملہ ۱۸۸۹ء یعنی دعوی مسیحیت سے دو سال قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ انھیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے مرزا صاحب کو علی گڑھ سے خوار کر کے نکالا اور قادیانی ابھی تک وہ الہام بھی منظر عام پر نہیں لا سکے جس میں مرزا صاحب کو علی گڑھ میں تقریر کرنے سے منع کیا گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔مولانا کی کتاب ''اعلاء الحق'' کا جواب مرزا صاحب قرض لے کر اس دنیا سے چل بسے اور آج تک ان کی امت بھی اس کا جواب نہیں لکھ سکی ہے۔ پھر مولانا علی گڑھی ایسی شخصیت ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کے کذاب ہونے کا ایک ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے' نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ موجود ہے جس میں مولانا نے بقول مرزا غلام احمد یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔ مرزا صاحب نے یہ سفید جھوٹ گھڑا تھا اور مرزائیت اس کی وضاحت نہیں کر سکتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور ردقادیانیت

تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ایک شخصیت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی ہے جو اپنی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کے حوالے سے معروف ہیں۔ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ان کی شاہکار تصانیف غایۃ المرام اور تائید الاسلام ہیں' پہلی کتاب ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی اور یہ مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں توضیح مرام' فتح اسلام اور ازالہ اوہام کا جواب ہے۔ مرزا صاحب کو جواب کی توفیق تو نہ ہو سکی لیکن اس نے الہامی مار دینے کی ضرور کوشش فرمائی' جیسا کہ ۵۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو اسے ایک الہام ہوا۔ ''پشت بر قبلہ مے کنند نماز'' مرزائیوں کے ''تذکرے'' کا مرتب لکھتا ہے کہ یہ الہام مرزا صاحب کو قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے بارے میں ہوا تھا کہ وہ قبلہ کو پیٹھ دے کر نماز ادا کرتے ہیں۔'' (تذکرہ ص ۲۶۸)

قاضی صاحب نے رد مرزائیت میں اپنی دوسری کتاب تائید الاسلام ۱۸۹۸ء میں شائع فرمائی' اس میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات بیان کرتے ہوئے ببانگ دہل اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں نہایت جزم سے باآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں' میری اس پیش گوئی کو سب یاد رکھیں۔ (ص ۱۶ طبع دوم' تائید الاسلام) مرزا غلام احمد حضرت قاضی صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد دس سال زندہ رہ کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واصل جہنم ہوئے مگر انہیں حج بیت اللہ نصیب نہ ہو سکا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات کا جو ذکر ہوا ہے' اس کی وضاحت کے لیے کتب حدیث سے رجوع کریں تو مندرجہ ذیل حدیث سامنے آتی ہے جو حضرت مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرتسری نے اپنی ۱۹۲۳ء میں لکھی جانے والی کتاب شہادات مرزا میں درج کر کے مرزائیوں پر حجت قائم فرمائی تھی۔ مولانا امرتسری نے حدیث کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح موعود فج الروحاء سے (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے) حج کا احرام باندھیں گے''

یہ حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے بعد مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: ''یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لیے مقام کا تعین کرتی ہے۔ مرزا (غلام احمد) صاحب کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے۔ مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا' حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی' چاہے کسی قسم کی ہوں مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریرات میں ہم نے نہیں دیکھا' حالانکہ اخبار اہل حدیث ۵۔شوال (یکم جون ۱۹۲۳ء) میں یہ حدیث نقل کر کے (مرزائیوں سے) جواب طلب کیا گیا تھا۔ (شہادات مرزا' ص ۵ طبع ۱۹۲۳ء)

مرزا صاحب نہ تو حج پر جا سکے اور نہ ہی حرمین میں انہیں موت نصیب ہوئی اور جب وہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی پیش گوئی کے مطابق بغیر حج کیے پنجاب کے ایک شہر لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تو مرزائیوں کے لیے مرزا صاحب کے مکہ یا مدینہ میں مرنے والے الہام کی تشریح ایک مصیبت بن گئی۔ تذکرہ کا مرتب اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے واضح طور پر مصیبت کا شکار نظر آتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ ''اس (الہام) کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی' جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کیے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی' خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ (تذکرہ' ص ۵۹۱)

مکے یا مدینے میں مرنے والے الہام کی یہ تشریح اسی طرح بے سروپا ہے جس طرح 'بکر و ثیب' والے اس الہام کی تشریح ہے جو مرزا صاحب کو ۱۸۸۱ء میں ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور جس کے متعلق خود انھوں نے ۱۸۹۷ء میں فرمایا کہ اس کے ''یہ معنی ان (مولانا بٹالوی) کے نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے بارے میں تھا پورا ہو گیا اور اس وقت (۱۸۹۷ء میں) بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔''

(تریاق القلوب ص ۳۴' تذکرہ ص ۳۹)

۱۸۸۱ء میں جس بیوہ سے شادی کا الہام ہوا تھا' اس نے پورے ۲۷ سال تک مرزا صاحب کو انتظار میں رکھا۔ رخ روشن سے پردہ نہیں اٹھایا' محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ بیوہ سرد وگرم چشیدہ تھی۔ اس نے شاعر کے محبوب کی طرح پانچویں دن ملاقات کا وعدہ کیا تھا' جب کہ دنیا کو چار دن کی سمجھا جاتا ہے۔

مرزا صاحب خود تو محبوب بیوہ کی بے وفائی کا صدمہ ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ گئے' لیکن قادیانیوں کے لیے مصیبت کھڑی کر گئے۔ ان سے بات بنتے نہیں بنتی۔ وضاحتیں کرتے ہیں لیکن خود انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی وضاحتیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ نہ ان کا سر ہے نہ پیر' مرزا صاحب کو تو دو عورتوں سے شادی کا الہام ہوا تھا' ایک ان میں کنواری ہونا تھی اور دوسری بیوہ' کنواری یعنی دہلی کی نصرت بیگم سے تو شادی ہوگئی' بیوہ ان کے ''بستر عیش'' پر نہ آئی' اس پر قادیانی تذکرہ کا مرتب لکھتا ہے۔

''خاکسار کی رائے میں یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (نصرت بیگم دہلی والی) کی ذات میں ہی پورا ہوا ہے' جو بکر یعنی کنواری آئی اور ثیب یعنی بیوہ رہ گئیں۔ (تذکرہ ص ۳۹)

یہ قادیانی امت اپنے نبی کے الہامات کو مرزا صاحب سے بھی زیادہ سمجھتی ہے' وہ تو دو عورتوں کا خواہشمند تھا۔ یہ کہتے ہیں بس ایک پر ہی گزارا کرو' اب ایک اور دو کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ اگر اس وضاحت کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کا ہر وہ شخص جو اپنی بیوی سے پہلے مر جائے دو عورتوں کا شوہر کہلائے گا۔ یعنی ایک کنواری کا (اپنی زندگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک کنواری سے شادی کر کے) اور ایک بیوہ کا (اپنی موت سے ایک بیوی کو بیوہ بنا کر)

یہاں ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ پیر مہر علی شاہ نے بھی پیشین گوئی کی تھی کہ مرزا مدینہ نہیں جائیں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے: سیف چشتیائی میں حضرت قبلہ عالم (مہر علی شاہ صاحب) قدس سرہ نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابوہریرہ درج فرما کر لکھا تھا کہ اس حدیث کے آخر میں حاجا او معتمر اولیقفن علی قبری و یسلمن علی ولاردن علیه موجود ہے۔ اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (اس کے بعد مہر علی شاہ صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ توحج نصیب ہوا اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری' جو اس حدیث کی رو سے حضرت مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ضروری نشان ہے۔ (مہر منیر' فصل ۵ ص ۲۵۱)

حضرت مہر علی شاہ صاحب کی یہ پیش گوئی سیف چشتیائی میں مذکور ہے جو ۱۹۰۲ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی' مولانا ارشاد الحق صاحب اثری قاضی سلیمان صاحب اور مہر علی شاہ کی پیش گوئیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کی پیش گوئی ۱۸۹۸ء کی ہے اور مہر علی شاہ صاحب کی پیش گوئی ۱۹۰۲ء کی ہے۔ والفضل للمتقدم۔ (سوانح مولانا محمد ابراہیم میر' ص ۵۶)

مرزا صاحب اپنی صداقت کے دلائل میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کا ایک کشف بیان کیا کرتے تھے جو ان کے بقول ان کے ایک مرید (جو بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے) حافظ محمد یوسف صاحب نے بیان کیا تھا۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ حافظ محمد یوسف راوی ہیں کہ مولوی عبداللہ غزنوی نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے یہ پیش گوئی کی تھی کہ "ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا۔" "مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی سلیمان منصور پوری مرحوم نے اپنی کتاب تائید الاسلام میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔ کشف خود ہی اعتبار کی شئی نہیں ۔ مولوی عبداللہ صاحب بے چارہ تو ادنیٰ امتی ہی تھے ۔ مرزا صاحب کا ایک اولوالعزم رسول کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا (ازالہ اوہام' ص ۶۹۲) پس جب ایک رسول کا کشف مکدر تھا تو مولوی عبداللہ صاحب کے کشف کا کیا درجہ رہا۔ نیز اس روایت کا راوی (محمد یوسف) بھی اب قابل اعتماد نہیں رہا' کیونکہ اس کشف کی روایت اس نے مرزا صاحب کا مرید ہونے اور آپ کے دعوی مسیحیت سے پہلے نہیں کی ۔ مزید یہ کہ محمد یوسف صاحب نے خود بھی مرزا کی بیعت سے رجوع کر کے اسلام قبول کرلیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے مولوی عبداللہ صاحب سے کچھ نہ سنا تھا۔ قاضی صاحب مزید فرماتے ہیں' الفاظ کشف کی خصوصیت سے مطابقت مرزا جی کی ذات سے ذرا بھی نہیں ۔ بالفرض قادیان میں نور اترا بھی تو اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ نور مرزا جی ہیں ۔ اچھا وہی سہی' پھر بھی مسیح موعود ہونے سے اس کا کیا تعلق ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر اس کشف کا تعلق مرزا جی کی ذات سے ہو تو آپ ایک صالح مرد ثابت ہوسکیں گے ۔ اور جب تک اسی حالت میں مرزا صاحب نظر آئیں گے جس حالت میں صاحب کشف کے زمانہ میں تھے ۔ (مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے دعاوی سے بہت پہلے فوت ہوچکے تھے) قاضی صاحب مزید کہتے ہیں کہ کشف کے جو الفاظ راوی نے بتائے ہیں' اپنے بطلان پر اپنے اندر ہی شہادت موجود رکھتے ہیں ۔ وہ شہادت ان الفاظ میں ہے۔ ''مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہے گی'' وجہ بطلان یہ ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کا اولیاء میں سے ہونا ہمارے اور مرزا صاحب کے نزدیک مسلم ہے اور اولیاء کے آثار بتاتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک ان کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے (ازالہ اوہام ص ۴۴۸) پس ثابت ہوگیا کہ راوی کے وہ الفاظ غلط اور باطل ہیں ۔ (تائید الاسلام ۔ص ۸۔۹۷) یعنی اگر مولوی عبداللہ صاحب ولی اللہ تھے تو ان کی اولاد (امام عبدالجبار وغیرھم) اللہ کی نظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت میں تھے اور اسی لیے وہ اتباع سنت میں کامل اور مرزا کے دعاوی کی بیخ کنی میں لگے ہوئے تھے۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ غزنوی لوگ گمراہ تھے تو مرزا صاحب کی یہ بات غلط ہو جاتی ہے کہ خدا کئی پشتوں تک اولیاء کی اولاد پر نظر رحمت رکھتا ہے۔

❀ ❀ ❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ لاہور

لاہور میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحکیم صاحب کلانوری سے ایک مباحثہ کیا تھا۔ ذیل میں اس کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں اور سب سے پہلے ہم مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد کی ایک تحریر آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس میں انھوں نے اجمالی طور پر ۱۸۹۲ء کے ابتدائی مہینوں کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۸۹۲ء کے شروع میں آپ پھر عازم سفر ہوئے اور سب سے پہلے لاہور تشریف لے گئے جہاں ۳۱۔ جنوری کو آپ کی ایک پبلک تقریر ہوئی اور مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری کے ساتھ ایک مباحثہ بھی ہوا' جو ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء کو ختم ہوا۔ لاہور سے آپ سیالکوٹ اور سیالکوٹ سے جالندھر اور جالندھر سے لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اور لدھیانہ سے آپ واپس قادیان تشریف لائے اور اس طرح آپ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد کے ابتدائی سفروں کا اختتام ہوا۔ (سیرۃ المہدی' حصہ دوم' ص ۹۲)

اس تحریر میں تین واقعات کا ذکر ہوا ہے:۔

۱۔ لاہور میں مرزا صاحب کی ایک پبلک تقریر

۲۔ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھ مباحثہ

۳۔ لاہور' سیالکوٹ' جالندھر میں مرزا صاحب کا ورود

ان تینوں واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

پبلک تقریر کے متعلق مرزا صاحب نے خود جو اشتہار شائع کروایا اور جسے ہم ذیل میں درج بھی کریں گے' قارئین کو مرزا صاحب کے طریق تبلیغ سے کسی حد تک روشناس کرے گا' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ صرف اپنی سنانے کے خواہش مند ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اور چاہا کرتے تھے کہ ان کے سامعین صمٌّ بکمٌ ہو کر انہیں سنتے رہیں۔ اشتہار یہ ہے:

”عام اطلاع“

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دور کرنے کے لیے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعوی کیا ہے۔ کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو ان بے جا الزامات کے رفع دفع کے لیے یہ تقریر سنائی جائیگی۔ اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہوسکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سنائی جائے گی۔ لہٰذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سننے کے لیے چونا منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱۔ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن تشریف لائیں......“

(المطلع مرزا غلام احمد‘ ۲۹۔ جنوری ۱۸۹۲ء مجموعہ اشتہارات‘ جلد اول ص ۳۱۱۔۳۱۲)

کیا پبلک تقریر اسے کہتے ہیں؟ کہ صرف وہ لوگ آنے کے مجاز ہوں گے جو صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ بولیں۔ آخر وہ شخص کیا کرے گا جو اپنے ان شبہات کے ازالے کے لیے آنا چاہے جو اس کے دل میں پہلے سے موجود ہیں یا تقریر سن کر اس کے دل میں پیدا ہوں۔ مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہوا کرتی تھی۔ وہ تو

ہم کہیں اور سنا کرے کوئی

والا معاملہ چاہتے تھے اور اپنی پیش کردہ شرائط کو بھی حرف آخر بنا کر پیش کرتے تھے

16044

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان پر کسی سمجھوتے کے قائل نہ تھے' جیسا کہ ان کے درج ذیل اشتہار سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو انھوں نے ایک دفعہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے شائع کیا تھا۔ فرماتے ہیں:

''اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے۔ صرف تحریری بحث ہونی چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز بلند سنادیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں' پھر بعد میں اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنادوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں نہ کرے...... اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور آ سکتا ہوں...... اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس رد کے رد الرد کے لیے میری طرف سے تحریر ہوگی' اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر یا خط تصور فرمائیں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں۔ اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلا کم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرمائیں ورنہ نہیں......'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ۲۰۴۔۲۰۶)

یہ اشتہار جو ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا ہے ہم نے محض اس لیے نقل کر دیا ہے کہ آپ کو مرزا صاحب کا طریقہ بحث معلوم ہو جائے۔ جب بھی کسی مسئلہ پر فریقین میں اختلاف ہو تو اسے حل کرنے کے لیے بحث و نظر کا جو طریق اپنایا جاتا ہے' وہ فریقین کے باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔ اور کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے' نہ کہ ایک فریق کی پیش کردہ شرائط کو حرف آخر سمجھ لیا جائے۔ مرزا صاحب اس طرح کی باتیں اس لیے کرتے تھے کہ فریق مخالف میدان میں نہ نکل سکے اور پھر وہ اپنے مریدوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروپیگنڈہ کرسکیں کہ دیکھو میں نے فلاں فلاں کو میدان سے بھگا دیا ہے' یا یہ کہ کسی کو میرے مقابلے میں نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر ہم اس وقت مزید گزارشات کریں گے جب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر خیر شروع ہوگا۔ اس وقت ہم واپس ان واقعات کی طرف چلتے ہیں جو اوائل ۱۸۹۲ء میں پیش آئے اور مولانا عبدالحکیم سے ہونے والا مباحثہ ان میں سے ایک ہے۔

اس واقعہ کو مولانا دلاوری نے رئیس قادیان حصہ دوم کے ص ۸۷ سے ۸۴ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم اس کی تلخیص ذیل میں درج کرتے ہیں:

جب مرزا غلام احمد جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے تو لاہور کے ایک اہل علم مولانا عبدالحکیم کلانوری ان کی قیام گاہ واقعہ چونا منڈی ان سے ملنے چلے آئے اور ان کے دعوی محدث ہونے جو ان کے بقول ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی ہوتا ہے' پر بحث شروع کر دی۔ مرزا صاحب نے تجویز کیا کہ اس پر باقاعدہ مناظرہ ہونا چاہیئے جو تحریری ہو۔ مولانا کلانوری تحریری بحث کے خلاف تھے' کہ اس میں وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے اور فریقین کے ایک مقام پر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم دونوں آمنے سامنے ہیں۔ زبانی بحث کر کے کیوں نہ فیصلہ کر لیں۔ مرزا صاحب کو تحریری بحث پر اصرار رہا تو مولانا بھی اس پر مان گئے۔ موضوع بحث یہ تھا:

''محدث کسی حیثیت سے نبی ہوتا ہے یا نہیں؟'' مرزا صاحب مدعی تھے کہ وہ ایک حیثیت سے نبی ہوتا ہے۔ تحریری بحث شروع ہوئی ابھی مولانا کلانوری کی طرف سے تیسرا تحریری پرچہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ انہیں تحریر لکھ کر دی جائے' اس سے آگے کی بات مرزا صاحب کے (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۳۱۲-۳۱۴) سے نقل کی جاتی ہے:۔

''جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعویٰ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جارہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہوگیا' جو عبارت درج ذیل ہے۔ الرقوم ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳۔ رجب ۱۳۰۹ھ

(۸ گواہوں کے دستخطوں کے بعد مرزا صاحب کی تحریر یوں ہے)

اما بعد! تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام وتوضیح مرام وازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے' یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں' بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں نیز عنقریب یہ عاجز ایک مستقل رسالہ نکالنے والا ہے' جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط کے ساتھ تشریح کی جائے گی' جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت و الجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں ان شاء اللہ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھدوں گا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کردوں گا۔ راقم مرزا غلام احمد قادیانی ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء''

قارئین کرام! درج بالا عبارت کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ دیکھیں گے کہ کس بے بسی کے ساتھ مرزا صاحب اعتراف شکست کر رہے ہیں' اپنے موقف سے رجوع کر رہے ہیں۔ اپنی ان عبارتوں میں ترمیم کا کہہ رہے ہیں جو ان کے اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک الہامی ہیں۔ الہامی عبارتوں میں قطع و برید کسی انسان کو کسی طرح زیب نہیں دے سکتی۔ لیکن دراصل مرزا صاحب کو یہ سزا ملی تھی اللہ کی بارگاہ سے اس دریدہ دہنی کی جو انھوں نے مباحثہ دہلی سے پہلے اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث جیسے درویش منش اہل علم کی شان میں کی تھی یاد رہے کہ مولانا عبدالحکیم کلانوری جنھوں نے مرزا غلام احمد سے تحریری مباحثہ کر کے انہیں تحریری طور پر اعتراف شکست پر مجبور کر دیا تھا انہی سید محمد نذیر حسین محدث کے ایک شاگرد رشید ہیں۔

(دیکھئے تاریخ اہل حدیث ۴۳۳)

مولانا عبدالحکیم سے مناظرہ اوائل ۱۸۹۲ء کے اسفار کے دوران کا ایک واقعہ ہے۔ اسی عرصہ میں مرزا صاحب کو چند اور واقعات بھی پیش آئے جو مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمات تحریک ختم نبوت سے متعلق ہیں، جن کی تفصیل مولانا دلاوری نے یوں بیان فرمائی ہے:

''مرزا صاحب (لاہور میں) ابھی ستانے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا پیغام مباحثہ پیام اجل کی طرح آ پہنچا۔ اس بم نے ان کے چھکے چھڑا دیے اور مباحثہ سے انکار کر دیا گیا' لیکن بایں ہمہ انکار و اعراض دوسری مجلسوں میں مناظرہ کرنے کی شیخیاں بھی بگھارتے رہے۔ یہ سن کر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تین دوسرے علماء لاہور کی طرف سے بھی مباحثہ کا نوٹس بھجوا دیا جسے مرزا صاحب نے لینے سے انکار کر دیا۔ مولوی صاحب نے وہی نوٹس چھپوا کر قادیانی صاحب کے دروازے پر چسپاں کر دیا۔ یہ دیکھ کر مرزا صاحب نے قیام لاہور کو موجب خسران سمجھا اور رات کو نو بجے سیالکوٹ چلے گئے۔ تاہم وہاں بھی پرائیویٹ جلسوں میں دعوئی مباحثہ نہ چھوڑا۔ اس لیے ۱۷۔ فروری کو لاہور سے ایک اور نوٹس ان کے نام بھجوایا گیا لیکن ۲۱۔ فروری ۱۸۹۲ء تک اس کا کوئی جواب نہ آیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب خود سیالکوٹ جا پہنچے۔ یہ سننا تھا کہ مرزا صاحب نے رات کی گاڑی سے وہاں سے بھی کوچ کر دیا۔''

(رئیس قادیان جلد ۲، ص ۷۷)

مولانا دلاوری مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی سیالکوٹ سے روانگی سے قبل معززین شہر کا ایک وفد مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ مولوی محمد حسین سے ایک آدھ مناظرہ کرتے جایئے۔ مگر مرزا صاحب نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد حسین مجھے کافر سمجھتے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ جن گالیوں کا آپ کو کھٹکا ہے اگر وہ مجلس مناظرہ میں دی گئیں تو وہ سو روپیہ فی گالی جرمانہ دینے کو تیار ہیں۔ مگر مرزا صاحب تیار نہ ہوئے۔ اس پر ملک قطب الدین خان ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے مباحثہ کی یہ تجویز نکالی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنے سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں۔ وکلاء اور بیرسٹروں کی ایک جماعت موجود ہو جو پیش کیے جانے سے پیشتر دیکھ لے کہ یہ سوال یا جواب جائز و موزوں ہے یا نہیں اور اگر وہ غیر موزوں یا مبحث سے خارج ہو تو راقم کو واپس کر دے اور اس کو ملزم قرار دے۔ مرزا صاحب اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے اور یہ کہہ کر ریلوے سٹیشن کا راستہ لیا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے۔ مگر سیالکوٹ سے چل کر کپورتھلہ پہنچ گئے جہاں ان کی کوئی زمین نہیں تھی۔ (رئیس قادیان جلد ۲' ص ۷۷۔۷۸)

مرزا صاحب کپورتھلہ پہنچے تو مولانا بٹالوی نے ایک اشتہار چھپوا کر مسلمانان کپورتھلہ کے پاس بھیج دیا' جس میں قادیانی صاحب کو مناظرے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس پر مرزا صاحب کپورتھلہ سے نکل کر جالندھر چلے گئے۔ جالندھر میں مسلمانوں نے مولانا بٹالوی کو آنے اور مرزا صاحب سے مناظرہ کرنے کا لکھا تو مولانا نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے دریافت کرلو' اگر وہ تیار ہوں تو میں معاً پہنچتا ہوں۔ مرزا صاحب سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے میدان مناظرہ میں اترنے سے انکار کر دیا' اس پر جالندھر سے ماسٹر فتح الدین خان اور حاجی بدر الدین صاحبان نے مولانا کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ مرزا صاحب نے آپ سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴' ص ۱۰۔۱۲ منقول از رئیس قادیان حصہ دوم ص ۷۸)

آگے چلنے سے قبل ہم آغا شورش مرحوم کی کتاب تحریک ختم نبوت کی اس عبارت کو نقل کرتے ہیں جس کا ایک حصہ ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ آغا صاحب نے مرزا صاحب کے سفر لاہور' سیالکوٹ' کپورتھلہ اور جالندھر کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ کس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی اس سارے عرصے میں سائے کی طرح ان کا پیچھا کرتے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ جگہ ان کی شکست کے سامان مہیا کرتے رہے۔ آغا صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا بٹالوی نے اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی لاہور آمد پر ایک اور چیلنج کیا' لیکن مرزا صاحب الہام کی آڑ لے کر سیالکوٹ چلے گئے۔ مولانا بٹالوی پیچھے گئے۔ مرزا صاحب نے سیالکوٹ سے کوچ کرنے کی ٹھانی تو کئی ایک معززین نے روکا کہ مولانا سے مناظرہ کیجئے۔ مرزا صاحب نے عذر کیا کہ وہ مجھے کافر کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ اس سے مناظرہ جائز نہیں' المختصر مرزا صاحب سیالکوٹ سے اڑ گئے۔ کپور تھلہ پہنچے' مولانا بٹالوی نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ مقامی علماء نے مرزا کو گھیر لیا تو وہاں سے جالندھر چلے گئے' مولانا بٹالوی نے جالندھر کے علماء کو لکھا لیکن مرزا صاحب ان کا نام سنتے ہی اڑن چھو ہو گئے۔ (تحریک ختم نبوت ص ۳۹۔۴۰)

❀ ❀ ❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

تاریخ تحریک ختم نبوت میں ایک کہانی غلام احمد قادیانی کے الہام ''دولت برطانیہ تا ہشت سال'' کے گرد گھومتی ہے'اس کہانی کا آغاز ۲۔۱۸۹۱ء سے ہوتا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے اپنے حلقہ مریدین میں فرمایا کہ انہیں الہام ہوا ہے: دولت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں آثار ضعف واختلال' کہ سلطنت برطانیہ بس آٹھ سال تک ہے' پھر اس میں ضعف و اختلال رونما ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے یہ بات اپنے خاص حلقے میں کہی اور وہ چاہتے تھے کہ یہ عام نہ ہو' مرزا صاحب کے مرید پیٹ کے ہلکے نکلے اور کرنا خدا کا یہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے علم میں بھی یہ بات آ گئی کہ مرزا صاحب نے درج بالا الہامی پیشن گوئی فرمائی ہے' بات اب تک زبانی چل رہی تھی' نہ تو پیش گوئی تا حال قید تحریر میں آئی تھی اور نہ ہی کوئی تحریری شہادت اس بات پر وجود میں آئی تھی۔ اتنی بات بہر حال مرزا صاحب سمجھ چکے تھے کہ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی طرح اس الہامی دعوے سے واقف ہو چکے ہیں' جس کا امین انھوں نے اپنے خاص مریدوں کو ہی بنایا تھا۔ بات باہر نکل جانے پر مرزا صاحب کو فکر دامن گیر ہو گئی کہ اگر مولانا بٹالوی نے اس پیش گوئی کو مشتہر کر دیا تو حکومت برطانیہ ان سے ناراض ہو جائے گی۔ وہ نہ صرف اپنے خود کاشتہ پودے کی آبیاری بند کر دے گی بلکہ ہوسکتا ہے اسے جڑوں سے اکھاڑ کر اس کی جگہ کوئی اور پودا کاشت کر لے۔ اسی پریشانی کے عالم میں حفظ ماتقدم کے طور پر انھوں نے ایک رسالہ موسومہ کشف الغطاء تصنیف فرمایا جس میں پہلے چاپلوسی کرتے ہوئے لکھا: ''اے قادر خدا! اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے ہم سے کی۔ آمین'' پھر خوشامد کرتے ہوئے کہا: ''یہ مولف تاج عزت جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالھا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام سے باادب گذارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔''

(منقول از رئیس قادیان جلد اول ص ۱۷۹)

ادھر مولانا بٹالوی نے بھی مرزا صاحب کے الہام کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شائع کر دیا' پھر مرزا صاحب پر جو گذری اس کا صحیح حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ کچھ کچھ اظہار ان کی اس تحریر سے ہوتا ہے: ''میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اپنی عاجزانہ عرض گورنمنٹ پر ظاہر کروں کہ مجھے اس شخص (مولوی محمد حسین) کے ان خلاف واقعہ کلمات سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے اور کیسے دردرسان زخم لگے ہیں' افسوس کہ اس شخص نے عمداً اور دانستہ گورنمنٹ کی خدمت میں میری نسبت نہایت ظلم سے بھرا ہوا جھوٹ بولا ہے اور میری تمام خدمات کو برباد کرنا چاہا ہے۔

(کشف الغطا' روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۲۱۵)

مرزا صاحب کو یہ بھی خطرہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مولوی محمد حسین صاحب زبانی شہادت پیش کر دیں' لہٰذا پیش بندی کے طور پر یہ بھی لکھا: ''محمد حسین نے لکھا ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے۔ میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا...... گورنمنٹ عالیہ محمد حسین کے اس فریب سے خبردار رہے کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لیے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان گورنمنٹ تک پہنچائے۔ اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمد و رفت اور ملاقات نہیں تا میں نے ان کو زبانی کچھ کہا ہو۔'' (کشف الغطا' روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۲۱۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی تکذیب کرتے ہوئے لکھا:

"ہر ایک باحیا شخص اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو' مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا' جہاں تک ضرر رسانی کے وسائل ان کے ذہن میں آئے' انھوں نے سب استعمال کیے اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا' اول تو لوگوں کو اٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے' دجال ہے' اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہاں تک ہو سکے اس کو ایذا دو' اور ہر ایک ظلم سے اس کو دکھ دو' سب ثواب کی بات ہے اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بنائے' کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی' لیکن یہ گورنمنٹ دراصل دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے' سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خود غرض کے منہ سے ایک بات سن کر برافروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے' سو گورنمنٹ دانش مند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی اور کیونکر توجہ کرتی' اس کو معلوم تھا کہ ایک خود غرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے' گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی۔"

(روحانی خزائن جلد ۸ (سر الخلافہ طبع اول محرم ۱۳۱۲ھ' ۱۸۹۴ء ص ۱۷) ص ۴۰۲' مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۰)

ناظرین! مرزا صاحب کے الہامی دعوے کا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے مولانا بٹالوی کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہ تھا اور جب مرزا صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگا کر حکومت کو یقین دلا دیا کہ انھوں نے ہرگز ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی بلکہ محض دشمنوں نے مجھ پر افترا پردازی کی ہے تو بٹالوی صاحب بیچارے مجبور ہو کر چپ ہو رہے۔ وہ سچے تو تھے لیکن کوئی شہادت زبانی یا تحریری پیش نہ کر سکتے تھے' اس صورت حال کی بنا پر مرزا صاحب اپنی باقی ماندہ زندگی اس موضوع پر مولانا کو رگیدتے رہے اور مولانا اپنی وفات (۱۹۲۰ء) تک اس مسئلے میں جھوٹے شمار ہوتے رہے تا آنکہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں خود مرزا صاحب کے بیٹوں نے شھد شاھد من اھلھا کے مصداق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے باپ کے جھوٹ کا پول کھولا۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد سیرۃ المھدی میں لکھتے ہیں:

''بیان کیا ہم سے حاجی عبدالمجید صاحب نے کہ ایک دفعہ جب ازالہ اوہام شائع ہوئی ہے' حضرت صاحب لدھیانہ میں باہر چہل قدمی کے لیے تشریف لے گئے' میں اور حافظ حامد علی ساتھ تھے' راستہ میں حافظ حامد علی نے مجھ سے کہا کہ آج رات یا کہا ان دنوں میں حضرت صاحب کو الہام ہوا ہے کہ سلطنت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں ضعف و اختلال' خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں جس میں حاجی عبدالمجید صاحب نے یہ روایت بیان کی' میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پرانا ہے' حضرت صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی کو یہ الہام سنایا تھا اور مجھے الہام اس طرح یاد ہے' سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف و اختلال۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسرا مصرعہ تو مجھے پتھر کی لکیر کی طرح یاد ہے کہ یہی تھا اور ہفت کا لفظ بھی یاد ہے' جب الہام ہمیں حضرت صاحب نے سنایا تو اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا' شیخ حامد علی نے اسے بھی جا سنایا' پھر جب وہ مخالف ہوا تو اس نے حضرت صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لیے اپنے رسالے میں شائع کیا کہ مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ اور حاجی عبدالمجید صاحب کی روایت میں جو اختلاف ہے' وہ اگر کسی صاحب کے ضعف حافظہ پر مبنی نہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الہام حضور کو دو وقتوں میں دو مختلف قراتوں پر ہوا ہو۔''

(سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۷۵)

مرزا بشیر احمد کے علاوہ قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد نے بھی شہادت دی ہے کہ ان کے باپ مرزا غلام احمد کو سلطنت برطانیہ والا الہام ہوا تھا' جیسا کہ تذکرہ میں بحوالہ الفضل جلد ۱۶ نمبر ۸۷ مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء لکھا ہے کہ مرزا محمود احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا: ''ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خبر دے دی' سلطنت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال اور آٹھ سال جا کر ملکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکٹوریہ کی وفات (جو ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوئی) پر پورے ہو گئے۔ تذکرہ کے مطابق یہ الہام ۱۸۹۲ء میں ہوا تھا۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن، ص ۷۶۶)

تذکرہ ہی کے مطابق حافظ حامد علی نے کہا کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا، سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ایام ضعف و اختلال (ص ۷۶۶) اور میاں عبداللہ سنوری کی روایت کے مطابق الہام یوں تھا، سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف و اختلال (تذکرہ ص ۷۶۶) اور بقول پیر سراج الحق نعمانی الہام کے الفاظ یہ تھے قوت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال۔ (تذکرہ ص ۷۶۷)

قارئین: مرزا غلام احمد قادیانی نے چالاکی یہ کی تھی کہ انھوں نے ہشت سالہ پیش گوئی زبانی تو سنادی تھی لیکن اسے شائع نہیں فرمایا تھا، پھر جن کے سامنے سنائی تھی، وہ ان کے اپنے خاص آدمی تھے جو ان کے خلاف اور مولانا بٹالوی کی حمایت میں کسی پبلک مقام پر یا عدالت میں گواہی دینے پر تیار نہ تھے۔ اپنے عزیزوں، پیاروں یا سربراہوں کے خلاف حق کی شہادت اہل حق ہی کا کام ہوتا ہے، باطل کے پرستار ایسا نہیں کر سکتے۔ حامد علی، سراج الحق، عبدالمجید اور میاں عبداللہ کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کا سربراہ جھوٹ بول رہا ہے، واقعتاً کہی ہوئی بات کا انکار کر رہا ہے اور الٹا محمد حسین بٹالوی کو جھوٹا قرار دے رہا ہے، لیکن افسوس ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے یہ چاروں نامور حضرات منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے رہے، منہ میں زبان رکھنے کے باوجود گونگے بنے رہے اور ان کا پیر چور ہوتے ہوئے کوتوال کو ڈانٹتا رہا۔ مولانا بٹالوی کو اس معاملے میں جھوٹا سمجھا جاتا رہا اور وہ یہ داغ اپنے ساتھ ہی لے کر ۱۹۲۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر خدا کی رحمت جوش میں آئی، قادیانیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور خدا نے اپنے پیغمبر آخر الزمان کی ختم نبوت کے سپاہی کی بریت ثابت کرنے کے لیے متنبی قادیان کے بیٹوں سے ایک نہیں دو گواہیاں دلوا دیں۔

قارئین! ہشت سال والی اس پیش گوئی کے ضمن میں چند باتوں کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر مرزا البشیر اور مرزا المحمود کی عبارات میں ہوا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایک روایت کے مطابق پیشن گوئی اس وقت کی تھی جب ابھی مولانا بٹالوی سے مخالفت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا' یعنی ۳۱۔جنوری ۱۸۹۱ء سے پہلے کسی وقت کی بات ہے جیسا کہ میاں عبداللہ نے بیان کیا ہے' اس روایت میں ہشت کے بجائے ہفت (یعنی سات سال) کا ذکر ہے۔

دوسری روایت کے مطابق جو حاجی عبدالمجید کی زبانی مذکور ہے مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی ان دنوں بیان فرمائی ہے جب ازالہ اوہام شائع ہوئی تھی' اور یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے۔اس روایت کے مطابق یہ پیش گوئی جولائی ۱۸۹۱ء یا اس سے ذرا پہلے کی ہے' کیونکہ مرزا صاحب جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تھے اور ازالہ اوہام شائع ہو چکی تھی۔

تذکرہ کے مرتب نے اس پیش گوئی کو ۱۸۹۲ء کا واقعہ بیان کیا ہے اور مرزا محمود کے کہنے کے مطابق یہ آٹھ سال ملکہ وکٹوریہ کی وفات یعنی جنوری ۱۹۰۱ء میں پورے ہو گئے تھے' ہمیں اس وقت نہ تو اس بات سے غرض ہے کہ پیش گوئی ہشت سالہ تھی یا ہفت سالہ' نہ ہی ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں کہ یہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء سے پہلے کی گئی یا جولائی ۱۸۹۱ء میں یا ۱۸۹۲ء میں۔ہم صرف قارئین کے سامنے ایک بات رکھنا چاہتے ہیں' وہ یہ کہ مرزا صاحب کے دونوں بیٹوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس مضمون کی پیش گوئی ان کے باپ نے واقعتاً کی تھی اور اس کا انکار کر کے اس نے جھوٹ بولا جو اس کے کذاب ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ اس کا مد مقابل اس کا حریف محمد حسین بٹالوی ایک سچا انسان تھا۔

اور ہاں یہ پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں؟ مرزا محمود کا کہنا ہے کہ جنوری ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر اس کی مدت پوری ہوگئی' یعنی ۱۹۰۱ء کے بعد انگریزوں کی سلطنت کا دبدبہ' ہیبت' مضبوطی ختم ہوگئی' فساد' ضعف' اضمحلال آ گیا۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے ۱۳ سال بعد انگریزوں نے پہلی جنگ عظیم لڑی جو ئی سال تک جاری رہی اور اس میں فتح یاب ہوئے' جرمنی کو شکست اور ترکوں کی عثمانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اوران کے بیشتر علاقے انگریزوں (اوراس کے اتحادیوں) کے قبضہ میں آئے یعنی ان کے مقبوضات بھی بڑھے اورشوکت بھی۔اس تاریخی حقیقت کوسامنے رکھتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات سے لے کر ۱۹۱۸ء تک (جب پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی) انگریزوں کی سلطنت ضعف واضمحلال وفساد کا شکار تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے معاً بعد سلطنت برطانیہ میں ضعف و اضمحلال پیدا ہونے کواس لیے بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک ابھی خود مرزا غلام احمد زندہ تھے اوران کے اپنے بقول ان کی حیثیت حکومت برطانیہ کے لیے تعویذ کی سی تھی' جیسا کہ تذکرہ میں ۱۸۹۴ء کے الہامات میں یہ الہام موجود ہے:

ولی ان اقول اننی حرز لھا و حصن حافظ من الافات و بشرنی ربی وقال ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ گاہ کے ہوں' جو آفتوں سے بچاوے اور خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچاوے اور تو ان میں ہو" (تذکرہ ص ۳-۲۵۲ روحانی خزائن (نورالحق) جلد ۸' ص ۴۵)

یعنی مرزا صاحب زندہ موجود ہوں اور سلطنت برطانیہ اضمحلال' فساد اور آفتوں کا شکار ہو جائے' یہ درج بالا الہام کی روشنی میں ممکن نہ تھا' اگر مرزا صاحب کی زندگی میں یعنی ۱۹۰۸ء تک حکومت برطانیہ میں ضعف' فساد' اضمحلال کے آثار پیدا ہونا شروع ہوگئے تھے تو یہ الہام کہ وہ حکومت کے لیے تعویذ ہیں' جھوٹ تھا' اگر ایسے آثار پیدا نہیں ہونے تو پھر مرزا غلام احمد کا ہشت سال والا الہامی دعوی جھوٹا ہے۔اگر مرزا محمود کے کہنے کے مطابق ہشت سال والی پیش گوئی کو ۱۹۰۱ء میں پورا ہو جانا مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حکومت برطانیہ کی حفاظت کا تعویذ یا تو چھٹی پر چلا گیا تھا یا اسے دیمک کھا گئی تھی۔تعویذ اور ہشت سال والے الہامات نے ایک دوسرے کی تردید کر کے قادیانیوں کا پاؤں زلف یار میں الجھا دیا ہے' یا یوں سمجھیں کہ چھپکلی گلے میں پھنس گئی ہے اور سانپ کے لیے منہ سے نگلنا ممکن ہے نہ اگلنا......مرزا بشیر احمد کو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجمن کا خوب احساس تھا' اسی لیے وہ لکھتا ہے: ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس (ہشت سالہ) الہام کے مختلف معنی کئے گئے ہیں' بعضوں نے تاریخ الہام سے میعاد شمار کی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد سے اس کی میعاد شمار ہوتی ہے کیونکہ ملکہ کے لیے حضور نے بہت دعائیں کی تھیں'' (سیرۃ المھدی' ص ۷۵)

مدت شمار کرنے کی مختلف آراء کے باوجود ایک بات تو یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے ہشت سال والی پیش گوئی فرمائی تھی اور پھر عمر بھر جھوٹ کہہ کر اس سے انکار کرتے رہے اور مولانا بٹالوی کو ناحق جھوٹا کہتے رہے۔

حق سر چڑھ کر بولتا ہے اور مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد کی زبان سے بھی بولتا ہے جب وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود (مرزا) کو (شہزادہ عبدالمجید صاحب کی روایت کے مطابق) قیام لدھیانہ میں انگریزی حکومت کے زوال کے متعلق خبر دی گئی اور الہام ہوا کہ سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال یعنی برطانیہ کی شان و شوکت کا زمانہ آٹھ سال تک ہے' اس کے بعد ضعف وانحطاط کے آثار پیدا ہوں گے۔ پیر سراج الحق صاحب نے اس الہام کے متعلق حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس میں روحانی اور مذہبی طاقت کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی آٹھ سال کے بعد سلطنت برطانیہ میں مذہبی طاقت یعنی عیسائیت میں ضعف رونما ہو جائے گا اور سچے مذہب یعنی اسلام اور احمدیت کا غلبہ شروع ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

جو ہوگا وہ ہو کر رہے گا' ہم پیش از وقت کچھ نہیں کہہ سکتے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم' ص ۸-۲۲۷)

اس تحریر میں دوست محمد صاحب نے بھی گواہی دی ہے کہ مرزا صاحب کو سلطنت برطانیہ کے متعلق الہام ہوا تھا جس سے وہ انکار کرتے رہے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان آسمانی

مرزا صاحب ہر طرف محاذ کھولے رکھتے تھے۔ کسی ایک میدان میں شکست کو دل سے نہیں لگاتے تھے' بلکہ دوسری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ مولانا بٹالوی' سید نذیر حسین وغیرھا کے مدمقابل مباحث میں ان کی جوگت بن رہی تھی انہیں اس کی قطعاً کوئی پروا نہ تھی' ہمت آزمانے کے اور میدان بھی موجود تھے۔ ایسا ہی ایک میدان روحانی کرامات' معجزات اور آسمانی نشانات کا تھا۔ انھوں نے ازالہ اوہام میں مخالفین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا تھا کہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ اللہ کی طرف توجہ کریں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کو سچائی کا نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیشن گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے' آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔

مباحثہ دہلی میں شکست کے بعد جب مرزا صاحب کو اپنی زبان پر کنٹرول بالکل ختم ہوگیا تو انھوں نے مخالفین کو نہ صرف خوب جلی کٹی سنائیں بلکہ مذکورہ بالا چیلنج کو پھر دوہراتے ہوئے اپنے رسالہ آسمانی فیصلہ میں (جو بقول مولوی جلال الدین شمس دسمبر ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے) لکھا: میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اگرچہ آپ بھی کفر کے فتوؤں سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور خیر سے ہندوستان میں اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں تاہم ان کو دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اس قدر جوش ہے کہ جیسے راست بازلوگوں کو مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کے شاگرد میاں محمد حسین بٹالوی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں (ان دونوں نے) صبر نہ کیا جب تک کہ اس عاجز کو کافر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار نہ دے دیا۔ میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی میں کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں' اپنی عاقبت کی کچھ پروانہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لیے دیانت اور تقوی کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اس عاجز کا نام کافر' بے دین اور دجال رکھا۔ سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہوگئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے۔ خاص کر دہلی والے تو میاں صاحب کی اس اخگر اندازی سے آگ ببولا بن گئے۔ شاید دہلی میں ۶۰ یا ۷۰ ہزار کے قریب مسلمان ہوگا لیکن ان میں سے واللہ اعلم شاذ و نادر کوئی ایسا فرد ہوگا جو اس عاجز کی نسبت گالیوں اور لعنتوں اور ٹھٹھوں کے کرنے یا سننے میں شریک نہ ہوا ہو۔ یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب ہی کے اعمالنامہ سے متعلق ہے۔ اگر میاں صاحب لاہور میں آ کر بحث منظور کریں تو میں ان کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دوں گا۔ اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کیونکہ دہلی والوں کے شور و غوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔ ولا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔ میاں صاحب کے ناحق کے ظلموں سے جو انھوں نے اس عاجز کی نسبت روا رکھے ایک یہ بھی ہے کہ بٹالوی کو انھوں نے بکلی کھلا چھوڑ دیا اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ہر ایک طرح کی گالیوں اور لعن طعن سے اس عاجز کی آبرو پر دانت تیز کرے۔ سو وہ میاں صاحب کی منشا پا کر حد سے گزر گیا۔ ایسی گندی گالیوں پر آ گیا کہ چوہڑوں چماروں کے بھی کان کاٹے...... دہلی کی جامع مسجد میں اس عاجز کو فحش گالیاں دیں۔ پھلور کے اسٹیشن پر ایک جماعت کے روبرو اس عاجز کی نسبت کہا کہ وہ کتے کی موت مرے گا۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے کارڈ میں جو اس نے منشی فتح محمد اہل کار ریاست جموں کے نام لکھا' بجز گالیوں کے اور کچھ تحریر نہیں۔ لکھا کہ یہ شخص درحقیقت کافر ہے' دجال ہے' ملحد ہے' کذاب ہے' جس قدر میں نے بٹالوی کی سخت زبان لکھی ہے' وہ صرف بطور نمونہ کے بیان کی گئی ہے' ورنہ اس شخص کی بدزبانی کی کچھ انتہا نہیں اور درحقیقت ساری بدزبانی میاں نذیر حسین صاحب کی ہے' کیونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاد کے خلاف منشا شاگرد کو کبھی جرات نہیں ہوئی۔ میاں صاحب کے مکان میں بیٹھ کر ایک اور اشتہار تکبر کا بھرا ہوا بٹالوی نے لکھا جس میں اس عاجز کی نسبت یہ فقرہ مندرج تھا کہ یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آ گیا اور میں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار مجھے مل گیا۔ (اس کے بعد آسمانی فیصلہ کے لیے مرزا صاحب چیلنج کرتے ہیں) جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں ان میں سب سے اول نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے' جنھوں نے ۵۰ سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلا تفتیش و تحقیق اس عاجز کے کفر پر فتوی لکھ دیا اور ہزار ہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں دلائیں اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لیے چھوڑ دیا اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن بیٹھے۔ لہٰذا مقابلے کے لیے سب سے اول انہی کو دعوت ہے۔ ہاں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعویٰ رکھتا ہے بلا لیں' بلکہ ان کو میری طرف سے اختیار ہے کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا الہام مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتوی دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمد بشیر بھوپالی کو جوان کے متبعین میں سے ہیں اس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملا لیں۔ (روحانی خزائن جلد۴ص ۳۱۱۔۳۳۶)

مرزا صاحب کو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ تھا' ان کے مخالفوں کو ایسا کوئی دعویٰ نہ تھا' اس لیے اس طرح کا چیلنج قطعاً غیر مناسب تھا۔ تاہم اسے بھی قبول کیا گیا اور مرزا صاحب اس میدان سے بھی فرار ہوئے۔ یہ روداد بھی دلچسپ ہے۔

یکم اگست ۱۸۹۱ء والے اشتہار کے حاشیہ پر مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو یہ چیلنج بھی کیا تھا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابلہ پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کریں اور جو تاوان چاہیں میرے پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگائیں (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۲۹ نیز روحانی خزائن' جلد ۴' ص ۱۲۲) یہی بات مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں یوں بیان فرمائی۔ ''میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی کہ اگر آپ مجھے مکار اور غیر مسلم خیال کرتے ہو تو اس طریق سے بھی مقابلہ کرو' ہم دونوں نشان قبولیت کے ظاہر ہونے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں' جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو جائے اور قبولیت کے آسمانی نشان اس کیلیے خدا کی طرف سے ظاہر ہوں' وہ اس علامت سے لوگوں کی نظر میں اپنی قبولیت کے ساتھ شناخت کیا جائے۔ (روحانی خزائن جلد ۳ ص ۵۹۵)

ازالہ اوہام میں ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے علماء اسلام کو بایں الفاظ چیلنج فرمایا: ''اے حضرات مولوی صاحبان آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم مومن ہیں اور یہ شخص کافر۔ اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب۔ اور ہم متبع ہیں اور یہ شخص ملحد۔ اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود۔ اور ہم جنتی ہیں اور یہ شخص جہنمی۔ اگرچہ غور کرنے والے کی نظر میں قرآن کریم کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ لیکن ایک اور بھی طریق فیصلہ ہے' جس کے رو سے صادقوں اور کاذبوں' مقبولوں اور مردودوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ مقبول و مردود اپنی اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں تو مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہے' اس مقبول کی قبولیت ظاہر کر دیتا ہے۔ سو چونکہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔ میں اس بات کو منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کے لیے احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھو کے والے اور میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہی کے زیر اثر آ جائیں گے۔" (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۲۵۷۔۲۵۸)

اس چیلنج بازی کی کچھ تفصیلات مرزا صاحب کی تحریر بعنوان "جواب نشان آسمانی (جو روحانی خزائن جلد ۴ کے ص ۳۹۵۔۳۹۶ پر موجود ہے) اور مولانا بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۴ اور مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی کتاب رئیس قادیان میں بھی موجود ہیں۔

مولانا بٹالوی نے بروایت مرزا صاحب اس چیلنج کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری آسمانی نشان دکھانے کی درخواست اس وقت مسموع ہوگی جب تم اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کرو گے۔ غیر مسلم خواہ کتنا ہی آسمانی نشان دکھاوے اہل اسلام اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ (روحانی خزائن جلد ۳، ص ۵۹۵)

بروایت مولانا دلاوری مولانا بٹالوی نے اس چیلنج کا جواب دیتے ہوئے اشاعۃ السنہ میں یہ بھی لکھا: قادیانی صاحب پہلے آپ خود ہی اپنا کوئی نشان دکھائیں۔ کسی کوڑھی کو اچھا کر دیں یا کسی کانے کو دوسری آنکھ دیں۔ یا لکڑی کا سانپ بنا دیں یا آسمان سے من وسلویٰ یا مائدہ اتروائیں۔ یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں یا کسی خشک درخت کو ہرا کر کے دکھائیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء سے ظاہر ہوا ہو۔ اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف ہے، چنانچہ حال ہی میں آپ نے جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کو یہی جواب دے کر ٹلایا ہے تو یہ عذر فضول اور گریز کا ایک حیلہ ہے۔ یہ عذر انہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور جانتے ہیں۔ آپ اس کے تصفیہ کے لیے پہلے ہم سے بحث کر لیں۔ اگر ہم نے آپ پر ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی کی کتابوں سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا۔ مولانا دلاوری لکھتے ہیں کہ یہ جواب سن کر مرزائی در و دیوار پر سناٹا چھا گیا۔'' (رئیس قادیان جلد اول' ص ۲۰۳)

حضرت مولانا بٹالوی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک بزرگ کی طرف سے یہ اعلان بھی اپنے رسالے میں شائع کر دیا کہ اگر مرزا صاحب کو درگاہ خداوندی میں اپنے مقبول ہونے اور علماء اسلام کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ کوئی ایسی کرامت دکھائے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے طبیعی و فلاسفر بھی کرامت تسلیم کر لیں اور دکھانے سے پہلے یہ ضروری شرط ہے کہ اس کے جزدی وکلی حالات ایسی وضاحت سے مشتہر کئے جائیں کہ عام و خاص' جاہل و عالم ہر شخص اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سمجھ لے۔ حتیٰ کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندر کسی کو اختلاف نہ ہو۔ اگر مرزا صاحب اس شرط کے ساتھ کوئی آسمانی کرامت و نشان دس ہفتہ ہی میں دکھا دے تو اس کی بڑی نوازش ہوگی اور اگر اس میعاد کے اندر ایسی کرامت دکھلانے سے عاجز آ جائے تو اس کے اعتراف عجز کے بعد ان شاء اللہ العزیز میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا دس کے بجائے پانچ ہی ہفتہ کے اندر دکھا دوں گا اور ایسا ایمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے مبتدعانہ عقائد سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ شائع کر دے گا۔

مولانا بٹالوی نے اس اعلان کے ساتھ لکھا کہ انھوں نے اس بزرگ کا نام و پتہ از خود قلم انداز کیا ہے۔ اور یہ اس وقت شائع کیا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط کے ساتھ نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس کا اعلان کر دیں گے۔ انھوں نے مزید لکھا کہ اگر اس اہل اللہ کا اسم گرامی ہم ابھی سے مشتہر کر دیں تو مرزا صاحب کسی قسم کی جرح نکال کر ٹال مٹول شروع کر دیں گے' جیسی ان کی قدیم عادت ہے۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۲۰۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اعلان کے جواب میں مرزا صاحب نے خاموشی اختیار کی تو انہی کے ایک سابق مرید میر سید عباس علی لدھیانوی نے مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کر دی جسے مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد اول سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

از جانب عباس علی...... بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنہ ص ۵۱ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدہ کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں' بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جاوے اور مضمون ص ۵۱ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

(الراقم عباس علی از لدھیانہ ۶ مئی ۱۸۹۲ء)

مرزا صاحب نے جواباً لکھا: واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق و باطل چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کارروائی نہ کریں۔ پردہ سے منہ نکالیں اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اس اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں۔ چوروں اور مخنثوں کی طرح کارروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کارروائی ہے اور کھلے کھلے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں بن فلاں ساکن بلدہ فلاں...... جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشیں کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گزرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصل جواب دوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط الراقم خاکسار غلام احمد' ۷۔ مئی ۱۸۹۲ء

میر عباس علی صاحب نے جو مولانا بٹالوی کی کوششوں سے مرزائیت سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے تھے مرزا صاحب کو لکھا۔ "آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷۔ مئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اسے اول سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹالنے کے واسطے "سوال از آسماں جواب از ریسمان" کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا۔ یعنی آزمائش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا۔ بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا' اسی طرح اشاعۃ السنہ میں ان صوفی صاحب نے جواب ترکی بترکی شائع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلاتحریک دیگرے خود ہی تیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعوی کے موافق تیار ہونا چاہیے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں۔ فوراً مقابلہ پر موجود کریں گے۔ لہٰذا اب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش واظہار کرامت مستدعویہ شروع کیا جائے گا۔ یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعوی میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغا باز نہیں ہوتے۔ حیلہ بہانہ نہیں کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں؟ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں؟ اس قسم کی کاروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے' افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی پیری مریدی پر خاک ڈالو۔ جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لیے بھیجیں' اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔ میر عباس علی از لدھیانہ روز دوشنبہ ۹۔ مئی ۱۸۹۲ء

بات تو صاف اور سیدھی تھی اور ایک لحاظ سے مرزا صاحب کی مرادوں کے بر آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اگر حقیقت میں اس صوفی کا وجود نہیں تھا اور یہ محض مولوی محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین بٹالوی صاحب کے ذہن کی اختراع اور ان کی گیدڑ بھبکی تھی تو مرزا صاحب کی طرف سے ایک سادہ سا اعلان کہ ہم تیار ہیں' جناب بٹالوی صاحب کے غبارے سے ہوا نکال دیتا' ان کو جھوٹا ثابت کرنے کا اس سے زیادہ اچھا موقع کب آسکتا تھا کہ وہ ایک ایسے صوفی صاحب کی طرف سے مقابلے کا اعلان اپنے رسالے میں کر کے ملک کے طول وعرض میں ڈھنڈورا پیٹ چکے تھے' جس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور اب مرزا صاحب میدان میں کھڑے للکار رہے ہوتے کہ لاؤ اپنا صوفی' ہم اس کے ساتھ دو ہاتھ کرنے کے لیے کب سے میدان میں انتظار کر رہے ہیں۔ جس صوفی صاحب کا بقول مرزا صاحب کے وجود ہی نہیں تھا مولانا بٹالوی اسے کہاں سے پیش کرتے۔ نہ یہ صوفی صاحب میدان میں آتے' نہ مقابلہ ہوتا اور مرزا صاحب کے وارے نیارے ہو جاتے۔ مولانا بٹالوی ذلیل وخوار ہوتے اور سارا ہندوستان مرزا صاحب کی فتح کے نقاروں سے گونج اٹھتا۔ افسوس کہ مرزا صاحب اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور اپنے ہی چیلنج پر پورے نہ اتر سکے اور میدان میں نکلنے کے بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گئے۔ اس سلسلے کا آخری خط اس بات کی گواہی دیتا ہے جو نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

''بخدمت میر عباس علی صاحب' واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کے پڑھنے سے بہت افسوس ہوا۔ صاحب میں نے کب اور کس حیلہ سے بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا بھی اب تک کچھ نام ونشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں؟ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس گمنام صوفی کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے کیا سمجھنا چاہیے۔ کہ فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرمائیگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیے کہ میری طرح کھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابلے پر آیا ہوں۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقعہ میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آ جائے' جبکہ کوئی معین شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں مقابلہ کس سے کروں۔ کیا مردہ سے یا ایک فرضی نام سے؟ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے' جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں۔

(الراقم مرزا غلام احمد)

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف مزاج لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۲ء

(مجموعہ اشتہارات' جلد اول' ص ۳۱۷۔۳۲۳)

مولانا رفیق دلاوری اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کوئی وجہ نہ تھی کہ الہامی (مرزا) صاحب اتنی غیرت دلانے کے باوجود مقابلہ پر آمادہ نہ ہوتے۔ لیکن خانہ ساز مسیح نے اب کی مرتبہ بھی مقابلہ سے فرار کو ترجیح دی اور باوجودیکہ میر (عباس علی) صاحب نے صاف لکھ دیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب صوفی صاحب کو مقابلہ پر لانے کے لیے خود ذمہ دار ہیں لیکن الہامی صاحب نے مکرر سہ کرر یہی رٹ لگائے رکھی کہ صوفی پردے سے باہر کیوں نہیں آتا۔ تاہم اس مطالبہ کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا کہ فریق مخالف کہیں سچ مچ صوفی صاحب کو مقابلہ پر نہ لا کھڑا کرے' اس لیے چٹھی کے آخر میں اپنی شاندار پسپائی پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ اب آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔'' (رئیس قادیان حصہ اول' ص ۲۰۵)

مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط و کتابت بند کرنے کا اعلان تو کر دیا لیکن وہ کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مولانا بٹالوی صوفی صاحب کو لیکر قادیان ہی نہ آ دھمکیں۔ اس کے سد باب کے لیے انھوں نے جون ۱۸۹۲ء میں چھپنے والے جواب نشان آسمانی میں (جو روحانی خزائن جلد ۴ کے ص ۳۹۵۔۳۹۶ پر موجود ہے) مقابلے کو مزید شرائط سے مشروط کر دیا اور فرمایا کہ میں ان صوفی صاحب سے تبھی مقابلہ کروں گا جب وہ دو ایسی پیش گوئیاں پیش کریں گے جو ان کے حق میں گذشتہ ادوار کے اولیا کرام نے فرمائی ہوں۔ یعنی نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔

قارئین! آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج مرزا صاحب نے سارے برصغیر کے علماء و صلحا کو دیا تھا اور ان میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی اہل حدیث علمائے کرام پر خاص عنایت ہے کہ جس طرح مرزا صاحب کے ساتھ مباہلے اور مناظروں میں اولیت کا شرف انہیں حاصل ہے' اسی طرح اس چیلنج کو قبول کر کے مرزا صاحب کو میدان سے بھگانے کی سعادت بھی ایک اہل حدیث ہی کے حصہ میں آئی۔ جیسا کہ حضرت مولانا غلام نبی سوہدروی مرحوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے مولانا بٹالوی سے پوچھا کہ وہ صوفی صاحب کون تھے جن کا چیلنج اشاعۃ السنہ میں بسلسلہ آسمانی نشان شائع ہوا تھا؟ مولانا بٹالوی مرحوم نے جواب میں بتایا تھا کہ وہ بزرگ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی تھے۔ (دیکھیے سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی۔ ص ۷۴۔۷۹)

مولانا بٹالوی اور مولانا لکھوی کے علاوہ ایک اور شخصیت بھی نشان آسمانی کے سلسلے میں تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں کی صف میں نظر آتی ہے۔ ان کا اسم گرامی مولانا محمد جعفر تھانیسری ہے جو وہابی مقدمات کے ایک نامزد ملزم تھے اور ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۳ء تک کالا پانی کی سزا کاٹ کر پیرول پر رہا ہوئے تھے۔ اس بزرگ نے مرزا صاحب کی نشان آسمانی کے جواب میں ''تائید آسمانی در رد نشان آسمانی'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھ کر تحریک کے سابقون میں اپنا نام لکھوایا۔ اس نامور شخصیت کا ذکر ہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیات کے حصہ میں کریں گے اور ان کے نام کی مناسبت سے انیسویں صدی کے ہندوستان میں تحریک مجاہدین کا بھی کچھ ذکر وہاں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

مرزا غلام احمد نے نعمت اللہ شاہ ولی کے قصیدہ کو توڑ مروڑ کر کتر بیونت کی تھی اور اپنے حق میں نشان آسمانی قرار دیا تھا۔ مولانا جعفر نے اپنی کتاب میں جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، مرزا صاحب کے اس مکروفریب کا پردہ چاک کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ کفر

۱۸۹۲ء میں علمائے اسلام کی طرف سے متفقہ طور پر فتوی جاری ہوا کہ مرزا صاحب کافر ہیں۔ مرزا صاحب اس فتویٰ تکفیر کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''میں اپنے طور پر روحانی امور کی دعوت کرتا تھا اور کبھی میں نے محمد حسین کو مخاطب نہیں کیا تھا کہ ایک دفعہ اس نے خود بخود میرے لیے استفتا تیار کیا اور یہ کوشش کرنا چاہا کہ لوگ مجھے کافر اور دجال قرار دیں۔ پہلے وہ فتوی اپنے استاد نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ نذیر حسین صاحب مذکور اسی کا ہم مشرب اور ہم مادہ ہے اور حواس بھی پیرانہ سالی کے ہیں اور فطرۃً کوتاہ اندیش ملاؤں کی طرح بغض اور بخل بھی بہت ہے۔ اس لیے فی الفور بلاتوقف میرے کفر پر گواہی دی۔ بس پھر کیا تھا' تمام اس کے فضلہ خوار شاگردوں نے تکفیر کا فتوی دے دیا۔ خیر یہ تو وہ امر ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک شخص معلوم کر لے گا کہ کون کافر اور کون مومن ہے' لیکن اس جگہ صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ محمد حسین نے خواہ مخواہ سراسر عناد کی وجہ سے فتوی تیار کیا اور ہندوستان میں جابجا سیر کر کے اس پر مہریں لگوائیں کہ یہ شخص کافر اور دجال ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۶ (حقیقت المھدی) ص ۹۔ ۴۳۸)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''تھوڑا عرصہ گزرا کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کی توفیق پا کر تین رسالے تائید اسلام میں تالیف کیے تھے' جن میں سے پہلے کا نام فتح اسلام اور دوسرے کا نام توضیح مرام اور تیسرے کا نام ازالہ اوہام ہے۔ ان رسالوں میں حسب ایما اور الہام اور القاء ربانی اس مرتبہ مثیل مسیح ہونے کا بھی ذکر تھا' جو اس عاجز کو عطا کیا گیا۔ ایسا ہی ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دقائق وحقائق و معارف عالیہ کا بیان تھا جو اسلام اور قرآن کریم کی اعلیٰ حقیقتیں اور مسلمانوں کے لیے بمقابلہ مخالفین جائے فخر تھیں۔ امید تھی کہ عقل مند لوگ ان کتابوں کو شکرگزاری کی نظر سے دیکھیں گے' لیکن افسوس کہ بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا اور بجائے اس کے کہ لوگ خدا تعالیٰ کا شکر کرتے' ایک شوروغوغا سخت ناشکری کا ایسا برپا کر دیا گیا کہ وہ تمام حقائق اور لطائف اور نکات اور معارف الہیہ کلمات کفر قرار دیئے گئے اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا گیا۔ بلکہ دنیا کے تمام کافروں اور دجالوں سے بدتر قرار دیا گیا۔ اس فتنہ کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں۔ پہلے سب سے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لیکر ہر ایک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔ غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت میں ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔ علماء مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انھوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے تو ان کا نور قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوس ناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے تو ان الزاموں سے بری ٹھہرتے جو عنداللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر ہو سکتے ہیں' مگر افسوس کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے' اس پر یہ بھی دانت مارتی ہے' یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض علماء نے بھی اختیار کیا۔'' (روحانی خزائن جلد ۵ (مقدمہ دافع الوساوس) ص ۳۰۔۳۳)

ان تحریروں میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ ان پر فتویٰ مولانا بٹالوی نے محض عناد کی وجہ سے بلا تحقیق و تفتیش جلد بازی میں اور انہیں اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کا موقع دیئے بغیر تیار کر کے جاری کر دیا ہے جو قطعاً نامناسب ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس فتویٰ کی تیاری میں تقریباً ایک سال صرف ہوا اور تیاری اور مختلف مراحل میں اس کی اشاعت کے دوران بار بار مرزا صاحب کو موقع دیا گیا کہ وہ مجلس علماء میں اپنے عقائد کی وضاحت کریں اور عقائد غلط ثابت ہونے پر توبہ کر لیں۔ لیکن مرزا صاحب نے کسی بھی موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور انجام کار علماء اسلام کو اپنی ذمہ داری نبھانی پڑی۔ یہ داستان خود مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم و مغفور کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

''قادیانی نے اپنا رسالہ ''فتح الاسلام'' میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس سے اہل اسلام کی پبلک میں ایک عام شور برپا ہو گیا۔ اس شور کو مٹانے اور اس دعویٰ کی توضیح کے لیے اس نے ایک رسالہ ''توضیح مرام'' مشتہر کیا تو اس نے شور کی آگ کو اور بھی تیز کر دیا اور خوب بھڑکایا' کیونکہ فتح الاسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا' توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور علاوہ بر آں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا جو عقائد اسلام کے بالکل مخالف ہیں اور عقائد نیچریہ' فلاسفہ' ہنود اور یہود و نصاریٰ کے عین مطابق و موافق۔

اس رسالے کی اشاعت سے وہ شور بڑھا تو اس کے ازالے کے لیے اس نے ایک اور رسالہ ''ازالہ اوہام'' کے بعض حصص و مضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انھوں نے بذریعہ رسائل و مجالس ان کو پبلک میں مشتہر کیا۔ ان مضامین نے اس شور کی بھڑکتی ہوئی آگ پر کیروسین آئل (مٹی کا تیل) ڈال دیا' کیونکہ اس رسالے میں اس نے مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ رسالت بھی کیسی! جس کی بشارت و شہادت نص القرآن (ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد) میں آ چکی ہے اور علاوہ بر آں بہت سے کفریات کا زہر اگلا۔ معجزات حضرت مسیحؑ وغیرہ انبیاء سے بہ تاویل وتحریف انکار کیا۔ پھر تو وہ شور عالم گیر ہو گیا اور چاروں طرف سے نعرہ تکفیر ونفرین بلند ہونے لگا۔ ان رسائل ثلاثہ سے قادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعت رسالہ توضیح مرام ہی کے وقت سے مباحثہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد و مقالات میں جن کو وہ کفر و گمراہی سمجھتے ہیں مجھ سے مباحثہ نہ کرلیں تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں اور اس مباحثے کو ایسی پیچیدہ اور مشکل اور ناممکن الوقوع شروط سے مقید کر دیا کہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباحثے کی نوبت پہنچے' جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے اتنے ہی دن طعن وتکفیر سے لوگوں کی زبان بند رہے اور اس کے عقائد و دعاوی کا کچھ اثر اس کے اتباع اور ناواقف مسلمانوں پر ہوتا رہے۔ علمائے وقت نے وقتاً فوقتاً اس کی ناجائز شروط کے ابطال اور جائز کی تسلیم واقبال سے مباحثہ کے لیے مستعدی کا اظہار کیا' مگر قادیانی سے بجز گریز وفرار جو اس کی اصل منشا و مقصود تھا' کچھ ظہور میں نہ آیا' یہاں تک کہ قضا و قدر نے اس کو دوڑنے بھاگنے کے ساتھ جبراً پنجے میں پھنسا دیا اور لدھیانہ کے مقام میں ہمارا اس سے مباحثہ کرا دیا جس کی کسی قدر کیفیت اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں شائع ہوئی ہے۔

اس مباحثے میں جو اس نے شکست و ہزیمت پائی وہ ناظرین پرچہ ہائے مذکور پر مخفی نہ ہوگی' مگر اس کی دلیری اور بہادری دیکھو اور اس پر صد آفرین کہو کہ شکست پا کر بھی وہ دعوئ مباحثہ سے دست بردار نہ ہوا اور اشتہار یکم اگست اور اکتوبر ۱۸۹۱ء میں پھر مدعی مباحثہ ہوا اور دہلی جا کر خم ٹھوک کر کھڑا ہو گیا اور اس پر دہلی پہنچ کر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کی جملہ شروط جائزہ کو منظور کر کے منظوری مباحثہ کا اشتہار دیا گیا تو پھر اس نے مباحثہ سے انکار کیا جس کی تفصیل (اشاعۃ السنہ) نمبر ا' ۴ جلد ۱۴ میں ہے۔ مگر پھر اس کی شرم وحوصلہ کو دیکھو اور اس پر ہزار آفرین کہو کہ دہلی سے بھاگ کر قادیان میں پہنچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ اس شکست و ہزیمت کو بھول گیا اور ایک آسمانی فیصلہ (جو درحقیقت شیطانی فیصلہ ہے) اس نے لکھ مارا اور اس میں پھر مباحثہ کا مدعی بن بیٹھا اور الٹا گریز و فرار کا الزام علماء وقت پر قائم کیا۔ اس پر لاہور و سیالکوٹ پہنچ کر اس کا تعاقب کیا اور متعدد نوٹسوں کے ذریعے اس کو مباحثے کی طرف بلایا گیا' مگر وہ میدان مباحثہ میں نہ آیا بلکہ جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا جس کی کیفیت (اشاعۃ السنہ) نمبر ا تا ۴ جلد ۱۴ میں ہے۔

خاکسار (محمد حسین بٹالوی) ابتداء ہی سے اس کی بے جا اور ناممکن الوقوع شروط کو پیش کرنے سے اس کے مباحثہ سے مایوس ہو چکا تھا قطع حجت قادیانی کی غرض سے لدھیانہ کے مباحثہ تک اس کے حق میں تمام علماء اہل اسلام کی رائے ظاہر و مشتہر کرنے سے رکا رہا اور جب لدھیانہ کے مباحثہ کو وہ ناتمام چھوڑ کر بھاگا تو اور بھی مایوسی نے جلوہ دکھایا۔ تب خاکسار نے بمقام دہلی پہنچ کر ایک استفتا مرتب کیا جس میں قادیانی کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق و شہادت کے لیے اس کی تصنیفات کی اصل عبارات کو بقید صفحات نقل کر دیا اور اس استفتا کا جواب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا و شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ سے حاصل کیا اور ایک خاص سفر از دہلی تا بقرب کلکتہ و بھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء و فضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان و پنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا' متداول کیا اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادات و تائیدات کو مرتب کرایا۔ فتویٰ پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب ہو چکا تھا مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف و التواء ہوا کہ اگر قادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علماء وقت نے کفر و ضلالت قادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے' کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ کرنا چاہتا ہے تو کرے اور اس پیالہ تکفیر و تضلیل کو جو بہ اتفاق علماء اس کے لیے تیار کیا گیا ہے کسی حیلہ سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا دے۔ یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر وہ ان میں موجود ہوں تو ان کا موجب کفر و ضلالت نہ ہونا ثابت کر دے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو ''جواب فیصلہ آسمانی'' میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بھیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتویٰ کو ملتوی کیا گیا۔ مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثہ کا نام لینا بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا اس فتویٰ کا اب عام اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(فتویٰ میں) اصل سوال یہ ہے کہ عقائد قادیانی مندرجہ سوال اسلامی عقائد ہیں یا نہیں؟ اور ان عقائد میں قادیانی پابند و پیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔ اور ایسے عقائد والا ولی' مجدد' ملہم' محدث ہو سکتا ہے یا وہ ان عقائد کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟ اس اصل سوال کا جواب جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی طرف سے ہے' صرف یہ ہے کہ یہ عقائد اسلامی نہیں اور قادیانی ان عقائد میں پابندیٔ اسلام سے خارج ہے اور ایسے عقائد والا محدث' مجدد' ملہم' ولی نہیں ہو سکتا بلکہ من جملہ دجالین ایک دجال ہے۔

قادیانی اور اس کے اتباع اس فتوے کے جواب میں کہہ رہے ہیں اور کہیں گے کہ جو باتیں ہمارے ذمہ لگائی گئی ہیں ہم نے نہیں کہیں (اور) یہ کہ کہی تو ہیں مگر ان کے معنی اور ہیں (قادیانیوں کی) ان باتوں کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:۔

(۱) جن باتوں کو قادیانی کے ذمہ لگایا گیا ہے ان کے ثبوت میں ہم نے اصل عبارات قادیانی کو نقل کر دیا ہے' وہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نہ نکلیں اور ان کی نقل میں ہماری غلط بیانی ثابت ہو تو فی عبارت ایک سو روپیہ جرمانہ دینے کو ہم حاضر ہیں' مگر اس امر کا تصفیہ مجرد انکار قادیانی اور اس کے اتباع سے نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ انکار محض کذب ہے اور کذب ان کے مذہب اور ہر ایک عمل درآمد کا اصل اصول ہے۔ اس کے تصفیہ کے لیے ایک مجلس کا منعقد ہونا ضروری ہے جس میں ہم ان عبارات کا تصانیف قادیانی میں پایا جانا ثابت کریں اور وہ انکار کی وجہ بتا دے اور روز روشن میں آفتاب کو چھپا کر دکھاوے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات کا جواب (یعنی) معنی کا تصفیہ بھی اسی مجلس میں ہوسکتا ہے۔ اسی مجلس میں اگر اس کی عبارات کے وہ ظاہری معنی بشہادت لغت ومحاورہ اہل لسان نہ نکلے جو مفتیوں نے سمجھے ہیں تو اس پر بھی ہم فی عبارت سو روپیہ جرمانہ دینے کو حاضر ہیں۔ قادیانی توان عبارات کو جو معنی چاہے پہنا سکتا ہے جو شخص خنزیر سے انسان مراد لے اور دمشق سے قادیان وغیرہ' اس کو ایک کلام کے ایسے معنی جو ظاہر کے مخالف اور معنی دربطن شاعر کا مصداق ہوں' بیان کرنا کیا مشکل ہے"

قارئین! یہ طویل عبارت دراصل فتوی تکفیر کی تمہید ہے جو مولانا بٹالوی نے فتوی کی اشاعت کے ساتھ اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ میں لکھی ہے۔ اصل فتوی مولانا بٹالوی کے طویل سوال اور ۸۲ صفحات پر مشتمل حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کے جواب پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد تقریباً دوصد علماء اسلام نے تائیدی نوٹ کے ساتھ یا نوٹ کے بغیر تائیدی دستخط فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم سید نذیر حسین محدث کی تحریر کی تلخیص مولانا دلاوری کی "رئیس قادیان" سے نقل کرتے ہیں:

"مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔ بعض پیروان ویدیعنی ہنود سے لئے گئے ہیں۔ بعض نصاری سے ماخوذ ہیں۔ اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔ اس کے دعوی نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ ان تیس دجالوں میں سے ہے' جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی۔ اور اس کے پیرو وہم مشرب ذریت دجال ہیں۔ اگر اس عمل واعتقاد کا شخص خدا کا ملہم ومخاطب ہو تو انبیاء وملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہوجاتا ہے۔ قادیانی کا کواکب و سیارات وافلاک کے لیے نفوس وارواح تجویز کرنا' یونان کے فلاسفہ اشراقیین اور ہنود کا مذہب ہے۔ چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے ص ۴۳ پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے۔ قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا اور اس محاورہ کو دور کیا۔ اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا ہے۔ اور قادیانی کے محدث ہونے کا دعوی کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآنی وما قتلوہ وما صلبوہ سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔ اہل سنت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔ قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہا درجہ کی گمراہی ہے' کیونکہ ایسا دعوی انبیاء علیھم السلام کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ حیات مسیح کا اعتقاد رکھنا شرک ہے' اس کا ان تمام صحابہ و تابعین اور آنحضرتؐ کے عہد مبارک سے آج تک کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں' مشرک بنانا ہے۔ قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے محتاج تشریح نہیں۔ غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ (''رئیس قادیان جلد دوم ص ۵۷)

فتویٰ کے اجراء کے بعد مرزا صاحب ''شیخ بٹالوی صاحب کے فتویٰ تکفیر کی کیفیت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اس فتویٰ کو میں نے اول سے آخر تک دیکھا' جن الزامات کی بنا پر یہ فتویٰ لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے' جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ بایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملعون اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے بخارات نکال لئے' جو دیانت اور امانت اور تقویٰ کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے' اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا' اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لیے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا' بجز اس کے کہ لعنتوں پر آ جاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح کو تحفہ دیا تھا وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہل کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سن کر بہت ہی خوش ہونا چاہیئے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعلسازی سے بہت کام لیا ہے اور طرح طرح کے افترا کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۳۱۔۲۳۲)

درج بالا تحریر کے مطابق مرزا صاحب اس فتوی تکفیر سے خوش تھے۔ دیگر مقامات پر انھوں نے اس فتوی کو اپنی صداقت کے نشانات میں شمار کرتے ہوئے اسے اپنی کامیابیوں کا زینہ قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر انھوں نے سالانہ جلسہ قادیان ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء کا موازنہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا: ''سال گذشتہ میں جب ابھی فتوی تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا تیار نہیں ہوا تھا' تو صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان تشریف لائے تھے' مگر اب جب کہ فتوی تیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتوی پر مہریں ثبت کرائیں تو اس سالانہ جلسہ (۱۸۹۲ء) میں بجائے ۷۵ کے ۳۲۷ احباب شامل ہوئے۔ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے' لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد ۵ (ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام) ص ۲۹۔۳۰ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۶۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ فتوے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے سلسلے کو ترقی عطا ہوئی ہے اور ان کے سالانہ جلسہ کے حاضرین کی تعداد ۷۵ سے ۳۲۷ یعنی چار گنا سے بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی' اس لیے کہ اس سے اگلے سال یعنی دسمبر ۱۸۹۳ء کا جلسہ انہیں یہ کہتے ہوئے منسوخ کرنا پڑا:

''جلسہ کا مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگوں کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ وہ زہد و تقویٰ' خدا ترسی' پرہیز گاری وغیرہ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو' لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا' بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لیے دوسرے لوگوں سے کج خلقی کرتے ہیں' گویا وہ مجمع ہی ان کے لیے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا...... ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نیک نتائج پیدا نہیں ہوتے' ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات (۱۹۸۶ء) جلد اول' ص ۴۳۹۔۴۴۱)

اس تحریر میں مرزا صاحب ۱۸۹۲ء والے جلسہ کو فضول' معصیت' طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ جلسہ خود مرزا صاحب نے منعقد کیا تھا اور اشتہارات اور خطوط کے ذریعے لوگوں کو اس میں شرکت کے لیے بلایا تھا اور واپسی پر ''غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادِ راہ دیا گیا۔ بعض کو تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ دیا گیا۔ (دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۴۴۶۔۴۴۷) یہ تیس چالیس روپے اس زمانے میں بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب جب خود سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے تو انہیں ۱۵ روپے ماہانہ تنخواہ ملا کرتی تھی' گویا دو دو تین تین ماہ کی تنخواہ کے برابر لوگوں کو رقوم دے کر مجمع اکٹھا کیا گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسے پہلے تو فتوے کا مثبت ردعمل قرار دیتے ہوئے بزعم خود مولانا بٹالوی وغیرھم کو طمانچہ رسید کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اگلے ہی سال اس اجتماع کو ضلالت' معصیت اور بدعت شنیعہ قرار دے کروہ طمانچہ خود اپنی ذات گرامی پر جمالیا اور ساتھ ہی عاصی اور بدعتی ہونے کا اقرار بھی کرلیا۔ مرزا صاحب کہا تو یہ کرتے تھے کہ انہیں مولانا بٹالوی کے متعلق انی مهین من اراد اهانتك کا الہام ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اے مرزا میں تیرے مخالف محمد حسین کو ذلیل کروں گا' لیکن ایک ہی اجتماع کو اپنی کامیابی قرار دے کر پھر بدعت اور معصیت قرار دے دینا اور اس میں شرکت اور اس کے اہتمام کے باعث خود ہی بدعتی اور عاصی ہونے کا اقرار کرلینا' مولانا بٹالوی کے مقابلے میں خود مرزا صاحب کی ذلت و اہانت کا ایسا ثبوت ہے جو انھوں نے خود اپنی ہی تحریروں میں مہیا کردیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلا متفقہ فتویٰ تکفیر

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی سب سے پہلے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں علمائے لدھیانہ نے لگایا تھا' جس سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ ہم ایک عرصہ سے اس فتویٰ کی تلاش میں ہیں کہ دیکھیں کہ وہ دستاویز کتنی بڑی ہے؟ کس کس کی مہر سے مزین ہے؟ اور کون کون سے دلائل سے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد قادیانی کے کس کس دعوے کی تردید کرتے ہوئے اسے کافر گردانا گیا ہے۔

لدھیانوی خاندان کے وارثوں میں سے ایک بزرگ نے حال ہی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ''ہندوستان میں سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہم نے بڑی دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ بہ ایں امید کیا کہ مصنف اس فتویٰ تکفیر کی دستاویز سامنے لائیں گے جو بقول بعض عالم اسلام میں مرزا غلام احمد پر ۱۸۸۴ء میں دیا جانے والا سب سے پہلا فتویٰ تکفیر ہے۔ کتاب پڑھ کر افسوس ہوا کہ فاضل مصنف نے یہ دستاویز پیش نہیں فرمائی۔ تاہم انھوں نے اس دستاویز کے موضوع اور مشمولات کا تعارف اپنی کتاب میں بایں الفاظ کرایا ہے۔

''اب یہاں پر علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتویٰ تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا' معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا (فتاویٰ قادریہ ص ۲۵) فتاویٰ قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی ص ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں......یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں' ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے جیسا کہ ازالہ اوہام میں عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے' ان سب کو قادیانی' مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۲۶) مولانا محمد لدھیانوی کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کس بنیاد پر مرزا غلام احمد پر کفر کا فتویٰ دیا گیا۔

(سب سے پہلا فتویٰ تکفیر' ص ۶۷)

یہ اقتباس جس کی عبارت کہیں کہیں بے ربط سی محسوس ہوتی ہے' مذکورہ کتاب سے نقل مطابق اصل ہے۔ صرف غیر ضروری باتوں کو نقطے (٠٠٠٠٠) ڈال کر حذف کیا گیا ہے۔ اس عبارت کے مطابق لدھیانہ کے علماء نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد پر اس لیے کفر کا فتویٰ لگایا تھا کہ وہ خود کو مسیح موعود کہتا ہے۔ معجزات قرآن کا انکار کرتا ہے۔ پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتاتا ہے اور مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کے عقائد و نظریات میں یہ باتیں شامل تھیں یا مضمون ابھی در بطن شاعر تھا۔

۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ (چہار جلد) کے علاوہ کوئی قابل ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ اس براہین احمدیہ کے متعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کرتے ہیں۔ یعنی وہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں مرزا غلام احمد' حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل ہیں اور کسی جدید نبوت اور وحی کا انکار کرتے ہیں۔

(قادیانیت' مطالعہ و جائزہ' ص ۹۔۵۸)

اور مرزا غلام احمد خود بھی لکھتا ہے کہ "میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ پھر واپس آئیں گے۔" (روحانی خزائن' (ایام الصلح' جلد ۱۴' ص ۲۷۲)

ان دو حوالوں سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانے کا مرزا غلام احمد نہ وفات مسیحؑ کا قائل تھا اور نہ خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کا دعوے دار تھا۔ یہ دعاوی پہلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ اس نے اپنے رسائل فتح اسلام اور توضیح مرام میں کیے ہیں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئے تھے‘ اور پیغمبروں کی نانیوں اور دادیوں کے متعلق مرزا غلام احمد کے مکروہ ریمارکس اس کے بھی بعد کی بات ہے اور یہ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہوئے تھے جو ۱۸۹۶ء کی تصنیف ہے۔ گویا ۱۸۸۴ء میں جن وجوہ کی بنا پر بقول مصنف کتاب مذکور مرزا غلام احمد پر لدھیانویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا وہ ۱۸۹۰ء تک بھی اس کے عقائد میں موجود نہیں تھیں‘ جب بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کیسے کھڑی کی جاسکتی ہے۔

مزید سنیئے! مولانا دلاوری نومبر ۱۸۸۴ء (۱۳۰۲ھ) میں ہونے والی مرزا غلام احمد کی دوسری شادی کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب ایسے وقت میں جب کہ علمائے امت نے ہنوز مرزا صاحب کے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر نہیں کیا تھا اور مرزا صاحب بھی اب تک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے تھے کسی مسلمان کو (بارات کے) ساتھ نہ لے گئے ہوں۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۸۶)

قارئین! دیکھ لیجئے‘ ایک طرف کہا جاتا ہے کہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں لدھیانہ کے علماء نے مرزا غلام احمد پر فتویٰ تکفیر جاری کر دیا تھا اور دوسری طرف مولانا دلاوری فرماتے ہیں کہ ۱۳۰۲ھ میں بھی علمائے امت کی طرف سے تکفیر مرزا کا فتویٰ صادر نہیں ہوا تھا۔ ہم کیا کہیں؟ دونوں طرف بڑے لوگ ہیں‘ تاہم سیدھی سی بات تو یوں لگتی ہے کہ یا تو فتویٰ موجود نہیں تھا یا مولانا دلاوری لدھیانہ والوں کو زمرہ علماء میں شامل نہیں سمجھتے تھے۔

آگے چلیے! ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اپنے سفر حج میں حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ جو ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے اور پیر صاحب فرماتے ہیں کہ ''عرب شریف قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہوگیا مگر حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سدباب صرف آپ کی ذات سے متعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علمائے عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ (اس کے بعد پیر صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) جیسا کہ آپ کی تصنیفات وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔''

(مہر منیر از مولوی فیض احمد ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۹)

حافظ عبدالرشید ارشد صاحب نے بھی پیر مہر علی صاحب کو کئے گئے اس ارشاد کا ذکر اپنی کتاب ''بیس بڑے مسلمان'' میں ص ۹۸ پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حاجی صاحب نے اپنے مرید کو فرمایا: ''ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا' تم ضرور اپنے وطن چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہو تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔''

یہ آج سے ایک سو گیارہ سال پہلے کی بات ہے' جب حاجی صاحب نے اپنے ایک مرید کو ایک ایسے فتنے سے آگاہ کیا جو عنقریب نمودار ہونے والا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں ہونے والے اس کشف کو فتنہ قادیانیت پر چسپاں کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا (جبھی تو ۱۸۹۰ء کے عشرے میں اس کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی کی جارہی تھی) اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حاجی صاحب کے اس فرمان کے وقت مرزا غلام احمد کے کوئی ایسے عقائد منظر عام پر نہیں آئے تھے جس کی بناء پر اس کو فتنہ قرار دیا جاسکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یہ جو ابن ملجم ہے' اس کے ارادے خطرناک لگتے ہیں (یاد رہے کہ ابن ملجم وہ شخص ہے جس نے کچھ دنوں بعد حضرت علیؓ کو شہید کیا) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''بھائی اگر اس کے ارادے خطرناک ہیں تو میں کیا کروں؟ سزا جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے' جرم کے امکان پر نہیں دی جاسکتی'' ادھر حاجی صاحب ۱۸۹۰ء میں فرمارہے تھے کہ فتنہ (قادیانیت) نمودار ہوگا' لیکن ہمارے بعض بزرگوں کے بقول علمائے لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء ہی میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد کو سزا بھی سنا دی۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیخ المشائخ کا کشف خام تھا کہ فتنہ ظاہر ہو چکا تھا' لیکن انھیں ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یا لدھیانہ والوں کو حضرت خضر علیہ السلام کے علوم و معارف اور اختیارات کا (جزوی طور پر ہی سہی) حامل سمجھتے ہیں جنھوں نے ایک لڑکے کو اس لیے مار دیا تھا کہ کہیں آئندہ وہ اپنے کفر اور سرکشی سے اپنے والدین کو عاجز اور پریشان نہ کر دے۔

ایک سو سترہ سال قبل کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد کے کفر و اسلام کی بحث چلی تھی۔ دونوں طرف احناف کے اکابرین تھے اور بات کا تصفیہ دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم ماننے پر ہوا اور حکم نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد ہے۔ بالفاظ دیگر انھوں نے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو مسلمان قرار دے دیا تھا۔ سطور ذیل میں ہم یہ روئیداد مولوی محمد لدھیانوی کی کتاب فتاویٰ قادریہ سے نقل کرتے ہیں:۔

''مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں' عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے مع مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا' بیان کیا کہ علی الصبح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا: اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے' بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو' بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف (مولوی محمد) نے مولوی عبداللہ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ دوسرے دن قادیانی مع دو ہندوؤں کے لدھیانہ آیا...... جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے۔ اس کی کتاب کو کوئی نہ خرید کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طور مار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی صاحب کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے' پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے زور و شور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بعد دیگرے معرض وجود میں آنے لگے؟ اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی...... (کہ اے مولوی رشید احمد صاحب) آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے' دیدہ دانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا...... پھر اس تحریر کو ہم تینوں (لدھیانوی علماء) ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے' دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے۔ راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے؟ میں نے کہا اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا کہ قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں' ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے؟ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا' کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعد ازاں ہم (یعنی علمائے لدھیانہ) نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علما و فضلائے نامدار موجود تھے' پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا' زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت ''واما السائل فلاتنهر'' پڑھ کر فرمایا اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب بڑے ہیں۔ اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو کر باواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہو گا یا ہماری گردن پر۔ بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن صاحب مدرس مدرسہ مراد آباد وغیرہ داخل تھے' آ کر شور و غل مچایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو۔ صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے' میں نے کہا یہ امر غلط ہے۔ فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر ہے اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔ جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں۔ کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے کہ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ ناکو آیا۔ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے' کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے بارے میں فرمایا تھا' اس کو تحریر بھی کر دو گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے' لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں۔ دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا' یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔ چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ''یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اویسیت ہے'' (فتاویٰ قادریہ ص ۱ تا ۷)

''رئیس قادیان'' میں ان واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تلخیص درج ذیل ہے:۔

''شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا' جس میں منشی احمد جان' مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے' اوران کی مدح وستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا وہ گویا اول المسلمین ہوگا۔ اس پر مولوی عبداللہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مرزائے قادیان جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو' وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق شخص ہے۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد مولوی عبداللہ کے بھائی مولوی محمد صاحب نے اپنے بھائی سے کہا کہ جب تک کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو کسی شخص کے خلاف زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے۔ مولوی عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا' لیکن آخرالامر خدائے برتر نے اس موقع پر یہ الفاظ میرے منہ سے نکلوا دیئے''۔ (رئیس قادیان' جلد ۲' ص ۱۔۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا غلام احمد کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھی۔ اس کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور اس کے مجدد ہونے کے دعوے کو قبول کرنے کی یہ کہہ کر لوگوں کو ترغیب دی جا رہی تھی کہ ایسا کرنا گویا اول المسلمین ہونا ہے۔ لدھیانہ کے تمام علماء میں سے صرف ایک شخص نے دوسروں سے اختلاف کیا' جن کا نام مولوی عبداللہ ہے' اور مولوی محمد لدھیانوی صاحب انہیں بھی مرزا صاحب کے خلاف آواز اٹھانے سے روک رہے تھے کہ ان کے پاس مرزا صاحب کے خلاف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں تھی (حالانکہ براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں) اس واقعہ کے اگلے روز ان علماء نے براہین احمدیہ کا مطالعہ کیا اور جو باتیں اس سے قبل ان کو اس کتاب میں نظر نہیں آئی تھیں یکا یک سامنے آگئیں۔ چار جلدوں کی یہ کتاب ان بزرگوں نے چند گھنٹوں میں پڑھ ڈالی۔ پھر اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقیدی نظر بھی ڈال لی۔ اس کے مندرجات میں سے قابل اعتراض حصوں کو الگ بھی کر لیا اور پھر ان پر مزید غور و خوض کر کے اس کتاب کے مصنف کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر کے اسی روز دو پہر سے پہلے پہلے فتویٰ مرتب کر کے اور اس کی کاپیاں کروا کر ارد گرد کے شہروں میں روانہ بھی کر دیا گیا۔ ہماری نظر سے یہ فتویٰ تا حال نہیں گزرا اور جس فتاویٰ قادریہ کا یہاں ذکر ہے' اس سے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ وہ تو ایک کتاب کا نام ہے جو شائد ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اگر کوئی صاحب اصل فتوے کی طرف جو ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا تھا ہماری رہنمائی کریں تو نوازش ہو گی' اس جملہ معترضہ کے بعد ہم آپ کو دوبارہ لدھیانوی گنگوہی تنازعہ کی طرف لے چلتے ہیں جس کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم کہتے ہیں :۔

''۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلہ میں حضرت گنگوہی و دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ رفع نزاع کے لیے دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب کو جو صاحب کشف تھے حکم تسلیم کیا گیا۔'' (الرشید' دیوبند نمبر ص ۶۷۶)

جب کسی کو حکم تسلیم کر لیا جائے تو وہی بات حتمی ٹھہرتی ہے جس کا اعلان حکم کی طرف سے ہو اور فیصلہ جس فریق کی رائے کے خلاف ہو اسے اپنی رائے چھوڑنا پڑتی ہے ورنہ (تحکیم کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے) اور اس موقع پر حکم یعنی مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء کا مرزا غلام احمد غیر مقلد (مسلمان) تھا اور اگرچہ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا ہے کہ اسے کس روح کی اویسیت حاصل ہے اور نہ وہ کسی معروف فقہی مذہب کا مقلد ہے' لیکن وہ اسی طرح ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے جس طرح دیگر غیر مقلدین ہیں۔

بعض دوست جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ پر بعض لدھیانوی علماء کی تنقید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مولانا محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین بٹالوی مرحوم نے براہین کی تعریف اوران لدھیانوی علماء کی مخالفت کی تھی۔اوپر کے اقتباسات جو ہم نے فتاوی قادریہ نامی کتاب سے نقل کئے ہیں آپ کو واضح طور پر بتارہے ہیں کہ لدھیانہ والوں کی مخالفت کون کر رہا تھا؟ کون ان کے خلاف طومار لکھ کرلدھیانہ بھیج رہا تھا؟ مرزا کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں کوعوام کے مجمعوں میں پڑھ پڑھ کرکون سنا رہا تھا؟ لدھیانوی علماء جمعہ کے خطبے میں کس کے دلائل ومضامین کی دھجیاں اڑا رہے تھے؟ علمائے لدھیانہ دیوبند جا کرکس کو خاموش کرر ہے تھے؟ وہ کس کے ہاتھ میں اپنی تحریر دے کراس کا جواب طلب کرر ہے تھے؟ وہ کس کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ مرزا کومرد صالح قرار دے کرعوام کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے؟ وہ کس گروہ کثیر کو بے جا شوروغل مچانے کا مرتکب قرار دے رہے تھے؟ وہ کس کو ثالث کی موجودگی میں مناظروں کے چیلنج دے رہے تھے؟ اورکن کوناک کٹے ہونے کا طعنہ دے رہے تھے؟

ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی حکیم مسعود احمد بن مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی محمود حسن' مولوی شاہ دین لدھیانوی' مولوی عبدالقادر لدھیانوی اورناظرین یہ واقعات جو اپریل اور مئی ۱۸۸۴ء کے ہیں ان میں کہیں بھی مولانا محمد حسین بٹالوی موجود نظر نہیں آتے۔مولانا بٹالوی صاحب کا قصور یہ ہے کہ درج بالا تحکیم کے بعد جب فریقین یعنی مولوی رشید احمد صاحب اورلدھیانوی علماء نے مرزا صاحب کو ایک غیر مقلد مسلمان تسلیم کرلیا تو انھوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے جون' جولائی' اگست ۱۸۸۴ء کے شماروں میں براہین احمدیہ پر موافقانہ تبصرہ شائع فرمادیا۔اب کچھ دوست اس تبصرے کو اٹھائے پھرتے ہیں کہ دیکھو مولوی محمد حسین نے کیا لکھ دیا تھا' لیکن یہ بتانے سے گریز کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کا تبصرہ اس وقت سامنے آیا تھا جب دیوبند اور لدھیانے کے علماء باہم بحث وتمحیص اور تحکیم کے بعد ۱۸۸۴ء کے مرزا کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دے چکے تھے۔ شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ اس پس منظر میں مولوی صاحب کی یہ تحریر ایک ایسے شخص کی کتاب پر تبصرہ تھی جسے دیوبند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اسلام کی سند دی جا چکی تھی۔

جب ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے غلط عقائد منظر عام پر آ گئے تو مولانا بٹالوی نے ایک استفتا مرتب کیا اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی سے اس کا جواب حاصل کیا۔ پھر برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے علماء کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا اور حضرت سید محمد نذیر حسین کا فتویٰ ان کے سامنے رکھ کر معاملے کی حقیقت سمجھائی۔ ۱۸۹۱ء کے برصغیر میں آج کے ذرائع رسل و رسائل نہ تھے' ذرائع مواصلات بھی محدود تھے' نہ ہر طرف ریل گاڑیاں جاتی تھیں' نہ سڑکوں کے وہ جال تھے جو آج نظر آتے ہیں' نہ ٹرینوں کی وہ فراوانی تھی جو آج ہے' نہ بسوں کی بہتات تھی' نہ تیز رفتار کاریں۔ اس کے باوجود اللہ کے اس بندے نے جون' جولائی اور اگست کے گرم موسم میں ہزاروں میل کا سفر کیا۔ وہ لکھنؤ بنارس اور دہلی گئے۔ وہ پٹنہ' سیالکوٹ اور راولپنڈی گئے۔ وہ کسی تنظیم کے نمائندے نہیں تھے۔ جو انھیں ٹی اے' ڈی اے ادا کرتی۔ وہ اپنے اوقات اور اموال صرف کر کے اس لیے ہر جگہ پہنچے کہ برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ وہ جہاں جہاں گئے' وہاں کے علماء کے سامنے سید محمد نذیر حسین محدث کا فتویٰ رکھا اور زبانی وضاحتیں کر کے اس پر علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔ اس فتوے سے پہلے دیوبندی بزرگوں کا یہ حال تھا کہ بقول مولانا خلیل احمد سہارنپوری ان کے مشائخ شروع میں مرزا صاحب کے ساتھ ''حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔'' تھے (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین' ص ۲۶۸) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے تھے کہ ''حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے' مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے (مجالس حکیم الامت مع ملفوظات مرتبہ مفتی محمد شفیع' ص ۲۷۹) اللہ بھلا کرے محمد حسین بٹالوی کا کہ اس نے ان بزرگوں کو سید محمد نذیر حسین کا فتویٰ دکھا کر مرزا کے کذاب اور دجال ہونے کا قائل کیا اور پھر ان بزرگوں کی فراست کا بھی کیا کہنا کہ جب انھوں نے سند الوقت کا فتویٰ دیکھ لیا تو اس پر بلا چون و چرا ''یہ جواب صحیح ہے'' لکھ دیا۔ یاد رہے کہ میاں صاحب کے فتوے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تائید میں یہ الفاظ مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم کے ہیں جو اس سے پہلے مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دیا کرتے تھے۔ اسی لیے مرزا غلام احمد ساری عمر یہ کہتا رہا کہ ''فتنہ تکفیر کا تمام تر بوجھ نذیر حسین پر ہے۔'' باقی لوگوں نے تو اس کی مطابقت یا اس کے اغوا سے میرے کافر ہونے کے فتوے پر دستخط کر دیئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بانیان تحریک ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اس کے خلاف تحریک شروع کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی' سید نذیر حسین محدث اور ان کے ہم خیال علماء ہیں۔ دوسرے لوگ تو ان کی دیکھا دیکھی تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے مرزا کے لٹریچر سے کچھ اقتباسات درج کرتے ہیں' جن سے معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت کے حقیقی بانی اور قائدین کون ہیں۔ ہم اپنی گذارشات کا آغاز مرزا غلام احمد کی کتاب ''نشان آسمانی'' کے ایک اقتباس سے کرتے ہیں جس میں وہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس کی تکفیر کرنے والے مختلف گروہوں میں سے ''موحدین اول المکفرین ہیں اور مقلدین ان کی اتباع سے ہیں'' (نشان آسمانی' مصنفہ ۱۸۹۲ء) یعنی اس کے عقائد ونظریات کا جائزہ لے کر سب سے پہلے اہل حدیث علماء نے اسے کافر قرار دیا ہے اور احناف مقلدین اس معاملے میں ان کے پیروکار ہیں۔ اسی بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ انھوں نے انجام آتھم میں یوں بیان کیا:

''چونکہ علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر وتکذیب حد سے گزر گیا ہے' اس تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے' مگر تاہم دوسرے مولویوں کا گناہ یہ ہے کہ انھوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا' بغیر تحقیق وتنقیح کے ایمان لے آئے ہیں'' (روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۴۵)

ایک اور جگہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے وہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا سب سے بڑا مخالف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲) (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۴)

حکیم نورد ین اپنے ایک مکتوب میں کہتے ہیں کہ اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی' میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی عبدالرحمٰن لکھوی پنجاب میں تین ایسے آدمی ہیں جن کو مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۳' ص ۶۳۰)

اس پس منظر میں مرزا صاحب کا درج ذیل ارشاد ملاحظہ فرمائیں' لکھا ہے:

''سہارنپور وغیرہ میں جو لوگ اس سلسلہ کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی طرف سے تکفیر کا فتوی تیار ہوا ہے اور پنجاب والوں نے پیش دستی کی ہے اور تہمتیں لگا کر بدنام کیا ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳' ص ۴۵۴)

اس فتوی تکفیر کے متعلق دوسری جگہوں پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''نذیر حسین دہلوی نے (علیہ مایستحقہ) تکفیر کی بنیاد ڈالی' محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مشاہیر اور غیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۲ اسراج منیر ص ۷۵)

''شیخ محمد حسین صاحب رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر ص ۸۰)

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرات کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر کفر کا فتوی لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۳)

''یاد کر وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے' کہے گا کہ میرے لیے اس فتنہ کی آگ بھڑکا......مولوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگادے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دیدے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کردے۔ مولوی محمد حسین...... جو اول المکفرین بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔'' (روحانی خزائن (تحفۃ گولڑویہ) جلد ۱۷، ص ۲۱۵)

''نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے'' (روحانی خزائن جلد ۱۸، ص ۲۳۸)

''مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ ان سے بڑھ کر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا۔ انھوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی۔''

(ملفوظات جلد ۷، ص ۱۶۵)

''دوسرا فتنہ حقیقت میں محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے خیالات کو اس عاجز کی نسبت بھڑکتی ہوئی آگ کے حکم میں کردیا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ص ۵۷)

''اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں...... شیخ صاحب کی فطرت کو تدبر اور غور اور حسن ظن کا حصہ قسام ازل سے بہت ہی کم ملا ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر ایک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھایا اور بٹالوی کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا...... میاں صاحب موصوف اب ارذل العمر میں ہیں اور بجز زیادت غضب اور طیش اور غصہ کے اور کوئی عمدہ قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی۔ بلکہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں اب بباعث پیر فرتوت ہوجانے کے ان کے حواس بھی کسی قدر قریب الاختلال ہیں... غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔''

(روحانی خزائن جلد ۵'ص ۳۰_۳۱)

''اور یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا' جو تیرے ایمان سے انکاری ہوگا اور کہے گا کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں۔''

اور حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۲ استفتا ص ۱۳۰)

''اور یاد کرو وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتوی دے گا۔ (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے جب کہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ تیار کرے گا۔) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتوی سے سب کو برافروختہ کرسکتا ہے۔ سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مہر لگا تا کہ سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی) ابولہب ہلاک ہوگیا اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے۔ (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے اور جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے تو بڑا فتنہ ہوگا...... اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان۔'' (روحانی خزائن ضمیمہ تحفہ گولڑویہ جلد ۱۷'ص ۶۴_۶۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور یاد کرو وہ زمانہ جبکہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لیے فتوی دے۔ میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسیٰ رکھا تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا۔ یہی طریقہ محمد حسین نے اختیار کیا اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۸ (نزول المسیح) ص ۵۳۰)

''جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسیٰ پر فتوی تکفیر کا لگایا اور ایک فاضل یہودی نے وہ استفتا تیار کیا اور دوسرے فاضلوں نے اس پر فتوی دیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہل حدیث تھے'' انھوں نے حضرت عیسیٰ پر تکفیر کی مہریں لگا دیں۔ یہی معاملہ مجھ سے ہوا اور پھر جیسا کہ اس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسیٰ کی نسبت کی گئی تھی' ان کو بہت ستایا گیا' سخت گالیاں دی گئیں' ہجو اور بدگوئی میں کتابیں لکھی گئیں۔ یہی صورت اس جگہ پیش آئی گویا اٹھارہ سو برس کے بعد وہی عیسیٰ پھر پیدا ہو گیا اور وہی یہودی پیدا ہو گئے۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۹ (کشتی نوح) ص ۵۱۔۵۰)

''آج سے ۲۶ برس پہلے ان دونوں صاحبوں کو بطور پیش گوئی کے فرعون اور ہامان کہا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے ص ۵۱۰۔۵۱۱ میں یہ عبارت درج ہے اذیمکر بك الذی...... یاد کرو وہ زمانہ جب کہ ایک فرعون تجھے کافر ٹھہرائے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ تو تکفیر کی آگ بھڑکا دے یعنی ایسا تیز فتوی لکھ کہ لوگ اس فتوی کو دیکھ کر اس شخص کے جانی دشمن ہو جائیں اور کافر سمجھنے لگیں تا کہ میں دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا اس کی کچھ مدد کرتا ہے یا نہیں اور میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں...... اب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ خدا نے مجھے اس جگہ موسیٰ ٹھہرایا اور مستفتی اور مفتی کو فرعون اور ہامان ٹھہرایا۔ (روحانی خزائن جلد۲۲ حقیقت الوحی ۹۔۳۶۷)

اس بے چارے (محمد حسین بٹالوی) نے میری بدخواہی کے لئے اپنا آرام حرام کر دیا۔ بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتا لے کر میرے کفر کی نسبت مہریں لگواتا پھرا۔" (روحانی خزائن (حقیقت المھدی) جلد۱۴ ص ۴۳۵)

"گورنمنٹ نے اس حاسد (محمد حسین) کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتویٰ شائع کیا کہ اس شخص کا قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس فتویٰ کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتویٰ دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ نہ دیتا تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ دکھاتے۔ یہ شخص بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو پھر زندہ نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا۔

(روحانی خزائن (حقیقت المھدی) جلد۱۴ ص ۶۔۴۳۵)

ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوی و جار غوی يقال له محمد حسين و قد سبق الكل فی الكذب والمين۔ وانه ابی واستكبر۔ واشاع الكبر واظهر حتی قيل انه امام المستكبرين و رئيس المعتدين رأس الغاوين هوالذی كفرنی قبل ان يكفر الآخرون۔

ترجمہ: فارسی از مرزا صاحب: ویکے اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او را محمد حسین مے گویند واز ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است واو انکار کرد و تکبر نمود...... تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبران است و رئیس تجاوز کنندگان وسر گمراہان است او ہماں شخص است کہ پیش از ہمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرا کافر گفت۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) ص ۲۴۱)

ترجمہ اردو: اور میرے معترضین میں میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین بٹالوی ہے جو مجھ پر جھوٹ بولنے میں سب سے بڑھکر ہے۔ یہ میرا منکر اور اتنا بڑا متکبر ہے کہ امام متکبراں بن چکا ہے۔ یہ شخص تمام گمراہوں کا سردار ہے اور اسی نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا۔

ایک جگہ مرزا صاحب نے اپنا ایک عربی الہام یوں درج فرمایا (اردو ترجمہ بھی انہی کا ہے)''

واذیمکربك الذی کفر اوقدلی یا ھامان لعلی اطلع علی الہ موسی انی لا ظنه من الکذبین تبت یدا ابی لھب و تب ما کان له ان یدخل فیھا الا خائفا۔

اور یاد کرو وہ وقت جب تجھ سے وہ شخص مکر کرے گا جس نے تکفیر کی اور تجھے کافر ٹھہرایا اور کہا اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا تا میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ آپ ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس معاملے میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے۔

یہ الہام اور ترجمہ خود مرزا صاحب کا ہے' جو انہوں نے حقیقۃ الوحی باب چہارم ص ۸۳۔۸۴ پر درج کیا ہے۔ اس کے حاشیے میں وہ خود ہی لکھتے ہیں''

مکفر سے مراد مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ہے کیونکہ اس نے استفتا لکھ کر نذیر حسین کے سامنے پیش کیا اور اس ملک میں تکفیر کی آگ بھڑکانے والا نذیر حسین ہی تھا۔ اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے' جو فوت ہو چکا ہے اور یہ پیش گوئی ۲۵ برس کی ہے' جو براہین احمدیہ میں درج ہے اور یہ اس زمانہ میں شائع ہو چکی ہے جب میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نہیں نکلا تھا۔ تکفیر کے فتویٰ کا بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا جس کا نام خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا اور تکفیر سے ایک مدت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراز پہلے یہ خبر دے دی جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۸۔۳۸)

ایک جگہ مرزا بشیر احمد مولوی محمد حسین کے متعلق لکھتا ہے کہ "سب سے پہلا شخص جو کفر کا استفتا لے کر ملک میں ادھر ادھر بھاگا اور بعض بیعت کنندے بھی متزلزل ہوگئے۔" (سیرۃ المہدی حصہ اول)

ایک جگہ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

قوم کے علماء نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟...... ان مولویوں میں سے ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے' میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے...... چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتوؤں پر عمل درآمد نہ ہوسکا تو محمد حسین نے ایک تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے' اس قسم کی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے مقرر کیا اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام سے چھپوائے اور در پردہ وہ سب کاروائی خود محمد حسین نے کی...... ان اشتہارات میں سے جو ۱۲۔ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے اور ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ...... جو اسی مطبع سے طبع ہوا ہے...... ان کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے...... پس جبکہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ گذر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا اور پھر مباہلہ کے لئے متواتر درخواست بھیجی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا۔'' (روحانی خزائن جلد۱۴ص ۸۔۱۹۶)

اور پھر حکومت کو متوجہ کرنے کے لئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔'' بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۳ ص ۹۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتوی دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلاتوقف ظہور میں آوے تاکہ اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیان۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸'' (روحانی خزائن (کشف الغطا) جلد ۱۶ ص ۲۲۶)

ایک جگہ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

اس عاجز کی بھی مسیح کی طرح ذلت کی گئی ہے۔ کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی ملحد اور کوئی بے ایمان نام رکھتا ہے اور فقیہ اور مولوی صلیب دینے کو بھی تیار ہیں جیسا کہ میاں عبدالحق اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کے لئے مسلمانوں کو کچھ ہاتھ سے بھی کام لینا چاہیے'' (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ اول) ص ۳۰۰۔)

سید نذیر حسین محدث کی وفات پر مرزا صاحب نے لکھا:

تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے۔ اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیے اور اس مولوی نے یہ فتوی دے کر تمام پنجاب میں آگ لگا دی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۹۔۲۵۸)

قارئین ہم نے مذکورہ بالا چند حوالہ جات صرف اس غرض سے درج کئے ہیں کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ تحریک ختم نبوت شروع کرنے والے کون ہیں؟ مرزا غلام احمد کی تصانیف کو کھنگالا جائے تو اس طرح کی بے شمار عبارات اور بھی نکل آئیں گی جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا کے خلاف تحریک اور اس کے خلاف متفقہ فتویٰ تکفیر کی اولیت و سعادت اہل حدیث اکابرین کو حاصل ہوئی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ تفسیر نویسی

تحریک ختم نبوت کا ایک اہم واقعہ وہ چیلنج ہے جو ایک دوسرے کے بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو دیا تھا۔ اس چیلنج کے ساتھ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی اہانت کی ایک الہامی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ سطور ذیل میں اس چیلنج اور پیش گوئی اور ان کے انجام کی روئیداد بیان کی جاتی ہے۔

مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

جس قدر آپ اس عاجز کی نسبت بباعث اپنی نادانی کے دروغ گوئی کے الزام لگاتے ہیں' وہ اسی قسم کے اعتراض ہیں جو اس سے پہلے نابکار لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں۔ مگر آپ پر تکبر اور غرور اور خود پسندی کا اعتراض ہے جو اسی معلم الملکوت کا خاصہ ہے جو آپ کا قرین دائمی ہے...... اب میں اللہ جل شانہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جو بدکار مفتری کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے جیسے مجھے مسیح ابن مریم قرار دیا' ایسا ہی آدم بھی قرار دیا اور فرمایا کہ اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کروں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ سو جب کہ میں آدم ٹھہرا تو میرے لئے ایک نکتہ چین بھی چاہیے تھا' جو اول لوگوں کی نظر میں ملکوت میں داخل ہو اور پھر الی یوم الدین کا جامہ پہنے' سو اب معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی ہیں۔

(روحانی خزائن ص ۵۹۷ جلد ۵)

اسی تحریر میں آگے چل کر مولانا بٹالوی کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا گیا ہے' لکھا ہے:

ایک مختصر جلسہ ہو کہ منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی عبارت ۸۰ آیت سے کم نہ ہو' تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں' اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر جسے دیں اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے' اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی...... میں قلم بند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں' جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں' بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف' بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرتؐ میں بطور قصیدہ درج ہوں' اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے' اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں' پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اس وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا۔

(روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۰۲۔۶۰۳)

اس کے بعد مرزا صاحب رقم طراز ہیں:

چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین بٹالوی کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا'' یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر' تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا' آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے' اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا' سو میں نے اسی طرح رقت دل سے مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا' اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مهین من اراد اهانتك (میں اس شخص کو رسوا کروں گا جو تیری اہانت کا قصد کرے) وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا' میں نے اسی موقع کے لئے ۴۰ دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے' اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ (روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۰۴۔ مجموعہ اشتہارات' جلد اول ص ۳۸۲۔۳۸۳' تذکرہ ص ۲۳۲)

یہ اشتہار ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو شائع ہوا اور اس میں جس الہام کا ذکر ہوا ہے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ الہام: انی مهین من اراد اهانتك حضرت اقدس کو ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ہوا تھا۔

(تذکرہ ص ۱۹۶ بر حاشیہ از مرتب بحوالہ الحکم جلد ا نمبر ۶ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۷ء ص ۲)

لاہور میں ہونے والے اس الہام کے متعلق مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں ''میں نے بیچارہ (محمد حسین) کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سنا دیا کہ انی مهین من اراد اهانتك' کہ میں اس کی اہانت کروں گا' جو تیری اہانت کے درپے ہو' مگر تعصب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔'' (روحانی خزائن جلد ۸ سر الخلافہ کے آخر پر ایک اشتہار ص ۳۹۸) ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۲ء میں لاہور میں مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ خدا محمد حسین کو ذلیل و خوار کرے گا' لیکن اس وقت یہ تعین نہیں کیا گیا تھا کہ ذلت و خواری کتنی مدت کے اندر ہوگی' تفسیر نویسی کے چیلنج والے اشتہار میں مدت کا تعین کر دیا گیا کہ وہ ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ سے شروع ہو کر ۴۰ دن ہے۔

تفسیر نویسی کے اس چیلنج کے سلسلہ میں مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو جو خط لکھا وہ مجموعہ اشتہارات جلد اول میں ص ۳۹۱۔۳۹۲ کے حاشیہ پر محفوظ ہے' ہم اسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

لاہور ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء غلام احمد قادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہم دست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے۔ (۱) میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا' اس لئے تمہارے خط کے جواب میں توقف ہوا' اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں' مباہلہ کے لئے طیار ہوں' بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں' میری نسبت جو تم کو الہام ہوا ہے اس کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں' مگر ہر بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں' جو انہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہو گا' انشاء اللہ تعالیٰ (۳) تمہارا سابق تحریرات میں قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰ اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا' کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے' اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہو تو پھر کون شرمندہ ہو گا (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کے لئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی' اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخر میں جواب دیا' پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ یا ۲۰ اپریل تک آ دے' کیوں موجب شرم نہ ہوئی' تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے! اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے' جن پر حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجال' کذاب' کافر و زندیق سمجھتے ہیں' پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں' کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے' ذرا عقل سے کام لو' کچھ تو شرم کرو' دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو' اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے' وصولی سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہو گی۔ ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ' ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

مولانا کے خط کے جواب میں ۱۹ اپریل کو مرزا صاحب نے یہ اشتہار شائع کیا۔

آپ کا خط دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا الحمد للہ والمنۃ کہ آپ نے میرے اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو مجھ کو مطلع کیا ہے کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں' خاص کر مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں' سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو آپ نے قبول کر لیا صرف تین ہی ہیں، زیادہ نہیں، اول یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سورۃ جس کی آیتیں ۸۰ سے کم نہ ہوں تفسیر کے لئے قرار پاوے اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے، دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقائق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں، اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہو سکیں، اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مقفی عبارت میں ہو، اور ساتھ اس کے سو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم ﷺ کی مدح میں ہو، تیسری یہ کہ فریقین کے لئے چالیس دن کی مہلت ہو، اس مہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہوں، لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سنا دیں، مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں، آپ کے خط کے ساتھ اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء

ادھر مولانا بٹالوی نے اپنی دیگر مصروفیات سے فارغ ہوتے ہی اپنا ماہنامہ اشاعۃ السنۃ مرتب کر کے شائع فرمادیا، جس میں تفسیر نویسی کے چیلنج کے بارے میں آپ نے لکھا کہ قادیانی کی یہ درخواست کوئی نیا چیلنج نہیں ہے، پہلے بھی وہ اپنے ''آسمانی فیصلہ'' کے صفحہ ۲۲ پر یہ درخواست کر چکا ہے، اور اس کا دندان شکن جواب اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ نمبر اول کے صفحہ ۲۷ پر دیا جا چکا ہے، اب میں اس چیلنج کا جواب دیتا ہوں کہ قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں، جب چاہیں لاہور میں خواہ بٹالہ میں، میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور اگر آپ نے قبول کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا تو اسی مجلس میں تفسیر نویسی کے مقابلہ سے پہلے آپ کی سابقہ عربی تحریریں مثلاً خطبہ وساوس جن پر آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو جن پر بڑا ناز ہے پیش کیا جائے گا، اسی طرح آپ کے وہ اسرار و معارف حقائق قرآن جو آپ نے اپنی کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور وساوس میں بیان کئے ہیں بغرض تنقیح و تنقید اس مجلس علماء میں پیش کئے جائیں گے، اگر عربی کی ان مکروہ و نفرت انگیز عبارتوں کو سن کر جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ان کتابوں میں درج کی ہیں حاضرین بامذاق کی طبیعت متلا نہ جائے اور آپ کے بیان کردہ اسرار وحقائق کو خالص کفر والحاد نہ ثابت کروں تو کہنا' ایسی حالت میں آپ کو دوبارہ مقابلہ کی مصیبت اٹھانے اور چالیس دن تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی' اور آپ کی حقیقت ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی' آپ اس مجلس مقابلہ کا انتظام واہتمام فرمایئے' توقف اور چون و چرا نہ کیجئے'

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ص ۱۸۹۔۱۹۱ منقول از رئیس قادیان جلد ۲ص ۱۲۷۔)

اور چالیس روز کے اندر اہانت کی پیش گوئی کے انجام کے بارے میں مولانا نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا' 'ناظرین آج ۱۳ ر شوال ۱۳۱۰ھ ہے' قادیانی کی مقررہ میعاد سے تین دن اوپر ہو چکے ہیں' مگر میں خدائے برتر کے فضل وانعام کا مورد ہوں' میری صحت اچھی ہے' قوی صحیح سالم ہیں' اولاد میں قادیانی سے فائق ہوں' جائز اور حلال آمدنی قادیانی سے زیادہ رکھتا ہوں' میری خداداد عزت کو ترقی ہے' باقیات صالحات کے لئے توفیق رفیق ہے' اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں' دن بھر نصرت دین سید المرسلینؐ اور رد کفریات قادیانی کے لئے ایسی توفیق دیا گیا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی' الغرض ان چالیس دنوں میں ہر طرح کی فرحت' آسائش' صحت عافیت شامل حال رہی۔ فالحمدلله علي ذالك......

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ص ۱۸۴۔۱۸۵ منقول از رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۱۳۔۱۱۴)

اہانت کی پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔ تاہم مرزا صاحب نے اسے دل سے نہیں لگایا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا مولانا بٹالوی خاموش ہو گئے ہیں' فرمایا:

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی' بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۴ء پہنچایا گیا تھا' چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے' سو دو ہفتہ تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظار جواب رہا' اور کوئی جواب نہ آیا' پھر ان کو دوبارہ یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے' چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا' ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے' مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلا تحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے' تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں ہو سکتا تھا' مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا' اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظار ہی میں ضائع ہوا' اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آگئے' ایک ڈاکٹر کلارک کے ساتھ مباحثہ' دوسرے ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لئے بہت جلد امریکہ بھیجا جائے گا' جس کا یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے' اس لئے بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی' جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی ...... یہ اشتہار حجۃ الاسلام مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ میں شائع ہوا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۴۱۴-۴۱۵)

مولانا اپنے رسالہ میں جواب اور قبولیت چیلنج کا اشتہار شائع کر چکے تھے' مرزا صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا' اور اگر انہیں کسی وجہ سے تا حال وہ شمارہ نہیں ملا تھا تو بعد میں کسی نہ کسی وقت مل ہی گیا ہوگا' یعنی انہیں مولانا کا جواب پہنچ گیا ہوگا کہ قادیان کے سوا کسی جگہ کا انتخاب کر کے اطلاع دو ہم پہنچ جائیں گے' اور باوجودیکہ مرزا صاحب اس اشتہار میں کہہ چکے ہیں کہ ہم مباحثے اور کتاب کی تیاری کے بعد تاریخ مقرر کریں گے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور پہلو بچا کر نکل گئے۔

یہ روئیداد ہے' اس چیلنج اور اس کے انجام کی جو مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں اپنی علمیت' روحانیت اور مسیحیت ثابت کرنے کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے دیا تھا اور ساتھ ہی بتا رکھا تھا کہ ۴۰ روز کے اندر مولانا بٹالوی کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلت وخواری سے دو چار ہونا پڑے گا' ہم نے آج سے ایک سو آٹھ سال پہلے ہونے والے اس واقعہ سے متعلق جانبین کی تحریریں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں' فیصلہ خود فرما لیجئے کہ میدان سے فرار کون ہوا۔ آپ محسوس فرمالیں گے کہ مرزا صاحب نے مولانا کی آخری تحریر کہ تاریخ و مقام کا تعین کر کے اطلاع دو' کی رسید تک نہیں دی اور اپنے متبعین کو اشتہار مورخہ ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے ذریعہ یہی باور کرانے کی کوشش کی کہ مولانا گریز کر رہے ہیں۔ حالانکہ مولانا کا وعدہ تھا کہ وہ جواب اپنے رسالے کے آنے والے شمارے میں دے دیں گے اور پھر انہوں نے حسب وعدہ چیلنج کی قبولیت کا اعلان کر کے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ وہ جگہ و تاریخ کا تعین کر کے اطلاع دیں' رسالہ اشاعۃ السنۃ ان کو جاتا تھا اور ان کے بعض مریدوں کو بھی' کبھی نہ کبھی تو متعلقہ شمارہ ان کی نظر سے گذرا ہوگا' لیکن انہوں نے یہ وعدہ کرنے کے باوجود کہ مولانا کا جواب آنے اور اپنے مباحثے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد تاریخ مقرر کر کے مولانا کو اطلاع دیں گے' ایسا نہیں کیا اور میدان سے بھاگ گئے۔

❁ ❁ ❁

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء

مباہلہ کے معنی بقول مرزا غلام احمد قادیانی ''لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں'' (روحانی خزائن جلد ١٧ (اربعین نمبر٢) حاشیہ ص ٣٤٧)

اس تعریف کے مطابق ١٨٩٣ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی کے درمیان مباہلہ ہوا' جو اپنے نتیجے کے لحاظ سے فیصلہ کن ہے۔ ہم اس مباہلے کی تفصیلات بیان کرتے ہیں اور چونکہ اس سلسلے میں خط وکتابت اور چیلنج بازی کا آغاز فروری ١٨٩١ء میں ہو گیا تھا اس لئے ہم بھی بات کو وہیں سے شروع کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی یکم رجب ١٣٠٨ھ مطابق ١١۔ فروری ١٨٩١ء کو اپنے ایک مکتوب بنام امام عبدالجبار صاحب غزنوی میں رقم طراز ہیں:

مشفقی اخویم مولوی عبدالجبار صاحب!

السلام علیکم! ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اس وجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں۔ لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے:

اول یہ کہ چند مولوی صاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی' مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتوی لکھ دیں کہ ایسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے' کرنا جائز ہے' جزوی اختلاف میں جو ہمیشہ سے علماء وفقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔ سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتوی لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں۔ جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرات غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔ نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاری کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کون سی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء وابناء واخوان بھی ہوں گے' جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرمادیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سنا دیں اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیوں کہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے۔ الراقم: خاکسار غلام احمد یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء

مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۲۰۷۔۲۱۰ پر شائع شدہ اس خط کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں ۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان ''مباہلہ کے اشتہار کا جواب'' رکھا۔ اب ہم اس اشتہار سے چند عبارتیں نقل کرتے ہیں:

''ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لئے انہوں نے شائع کیا تھا اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں مسنون مباہلہ سے انکار نہیں۔اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن و حدیث سے نشان نہیں ملتا۔(پھر مباہلے کی شرائط کا ذکر کر کے کہتے ہیں) اب ناظرین یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز جائز نہیں......پس میاں عبدالحق اوران کے پوشیدہ انصار کو مناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنت نبویؐ اور کلام رب عزیز کا اقتدا کریں۔قرآن کریم کے منشا کے خلاف اگر مباہلہ ہو تو وہ ایمانی مباہلہ نہیں ہوگا۔افغانی مباہلہ ہو تو ہو۔اب میں ایک دفعہ پھر مولوی صاحبان کو جنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا۔یعنی محمد حسین بٹالوی' مولوی رشید گنگوہی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری جنہیں اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں مخاطب کیا گیا تھا اتماماً للحجہ دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہو تو حسب شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کر کے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔''

(المشتہر مرزا غلام احمد۔(مجموعہ اشتہارات جلد اص ۱۶۔۲۱۱)

مرزا صاحب کے خط اور اشتہار سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ وہ مولانا عبدالحق صاحب سے مباہلہ سے گریز کر رہے ہیں اور مباہلے کے بجائے مباحثے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔اس گریز کا ان کے مریدین پر بھی اثر پڑ رہا تھا جیسا کہ مولانا رفیق دلاوری صاحب لکھتے ہیں کہ ''جب سردار محمد علی خان مالیر کوٹلوی نے جو ہر مہینہ ۸۰ روپے بھیج کر قادیانی صاب کی مٹھی گرم کیا کرتے تھے' دیکھا کہ قادیانی صاحب مباہلہ سے جی چراتے ہیں تو ان کے نام چٹھی لکھ کر مباہلہ کی تحریک کی۔خاکسار راقم الحروف (دلاوری صاحب) سردار محمد علی خان کی چٹھی پر تو دسترس نہیں پاسکا البتہ ذیل میں قادیانی صاحب کے جواب کا خلاصہ مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۱۴۔۱۵ سے نقل کیا جاتا ہے۔انہوں نے لکھا تھا۔

میرے پیارے دوست نواب محمد علی خان......آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھ کو ملا جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف بحرف پڑھا۔ یہ عاجز چاہتا ہے کہ ایک مجلس علماء کی جمع ہو اور ان میں وہ لوگ بھی جمع ہوں جو مباہلہ کی درخواست کرتے ہیں۔ پہلے یہ عاجز انبیاء کے طریق پر شرط نصیحت بجا لائے اور صاف صاف بیان سے اپنا حق ہونا ظاہر کرے۔ جب اس وعظ سے فارغ ہو جائے تو درخواست کنندہ مباہلہ اٹھ کر یہ کہے کہ وعظ میں نے سن لیا مگر میں اب بھی یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے......تب اس کے بعد مباہلہ شروع ہو' مباہلہ سے پہلے کسی قدر مناظرہ ضروری ہوتا ہے تا کہ حجت پوری ہو جائے۔ کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی نبی نے ابھی تبلیغ نہیں کی اور مباہلہ پہلے ہی شروع ہو گیا۔ غرض اس عاجز کو مباہلہ سے ہرگز انکار نہیں۔ یہ عاجز انشاء اللہ ایک ہفتہ تک کتاب ازالہ اوہام کے اوراق مطبوعہ آپ کے لئے طلب کرے گا۔ مگر شرط یہ ہے ابھی آپ کسی پر ان کو ظاہر نہ کریں۔ اس کا مضمون اب تک امانت رہے۔ خاکسار: مرزا غلام احمد

علماء کا مجمع ہو جس میں مرزا صاحب اپنے عقائد بیان کریں' پھر مباہلہ ہو یعنی اس سے قبل علماء کو ان کے عقائد سے واقفیت نہیں تھی جب کہ مرزا صاحب عرصہ سے اپنے دعاوی بذریعہ تقریر و تحریر اشتہارات و اخبارات سارے ملک میں پہنچائے جا رہے تھے۔ اس پس منظر میں درج بالا شرائط محض بچنے کے بہانے تھے۔ وہ مباہلہ چاہتے ہی نہیں تھے' جیسا کہ وہ اپنے اشتہار میں مباحثے کے لئے علماء کو دعوت دے کر ظاہر کر چکے تھے لیکن چونکہ ایک صاحب حیثیت مرید کو مطمئن رکھنا بھی ضروری تھا اس لئے انہوں نے خط اس انداز میں لکھا' اگرچہ اس میں بھی انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں مباہلے کی منظوری کا بذریعہ اشتہار اعلان کرنے جا رہا ہوں۔

قصہ مختصر یہ کہ مرزا صاحب کو فروری ۱۸۹۱ء میں جب مباہلے کا چیلنج دیا گیا تو انہوں نے اسے قبول نہیں فرمایا' دوسری طرف مولانا عبدالحق غزنوی کا اصرار جاری رہا کہ مرزا صاحب بحث مباحثے چھوڑ کر میدان مباہلہ میں فیصلہ کے لئے آ دیں' جوں جوں مولانا کا اصرار بڑھتا رہا مرزا صاحب کے مریدین بھی مرزا صاحب پر زور دینے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے کہ وہ میدان میں نکلیں' اس دوطرفہ یلغار سے مجبور ہو کر مرزا صاحب نے مباہلے کا اشتہار دے دیا جو درج ذیل ہے:

''پہلے صرف اس وجہ سے میں نے مباہلہ سے اعراض کیا تھا کہ میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں' مگر اب مجھ کو بتلایا گیا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے' سو میں مامور ہوں کہ ایسے لوگوں سے جو آئمة التکفیر ہیں اور مفتی اور مولوی اور محدث کہلاتے ہیں' اور ابناء اور نساء بھی رکھتے ہیں' مباہلہ کروں' اور پہلے ایک مجلس میں ایک مفصل تقریر کے ذریعے ان کو اپنے دلائل سمجھا دوں اور اسی مجلس میں ان تمام الزامات اور شبہات کا جو ان کے دل میں خلجان کرتے ہیں جواب بھی دے دوں اور پھر اگر وہ کافر کہنے سے باز نہ آویں تو ان سے مباہلہ کروں۔ سو اب میں مامور ہوں جو انہیں لوگوں سے جو آئمة التکفیر ہیں یعنی نذیر حسین دہلوی اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور جو ان کے ہم رتبہ اور ہم خیال ہیں مباہلہ کی درخواست کروں' لہٰذا ان آئمة التکفیر کے نام مباہلہ کا اشتہار ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

''ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں' عرض کیا جاتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں کہ آپ لوگوں سے مباہلہ کی درخواست کروں اور اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سناؤں' اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں' اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوگی۔"

(روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس/آئینہ کمالات اسلام) ص ۲۵۲۔۲۶۲)

جب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کو اس چیلنج کی خبر ہوئی تو انہوں نے لکھا:

"مرزا صاحب مجھے آپ کا چیلنج منظور ہے' آپ جس وقت چاہیں اور قادیان کو چھوڑ کر جہاں آپ کا مسکن ہونے کی وجہ سے فساد کا اندیشہ ہے' لاہور' بٹالہ یا جس مقام پر چاہیں مجلس مباہلہ منعقد کرلیں۔ آپ اس مجلس میں شوق سے اپنے عقائد کے دلائل پیش کریں' پھر میں اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت دعویٰ کروں گا کہ یہ کفر اور کذب سے بھری ہوئی ہیں اور پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار دفعہ لعنت کروں گا' وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں گے اور پھر جھوٹے پر لعنت کریں گے' یہ ہوں گے۔ میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آجکل ظاہر کئے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی قطعی شہادت سے حضرت عیسیٰ بن مریم انتقال فرما گئے ہیں اور مسیح موعود کی ذات سے خدا اور رسولؐ خدا کی مراد میری ہی ذات ہے' جبریل امین خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آئے بلکہ وہ آسمان اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہوسکتے' اسی طرح ملک الموت وغیرہ ملائکہ بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا وغیرہ' عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنۃ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر شائع ہوئے ہیں' خدا اور اس کے رسول کے نزدیک صحیح اسلامی عقائد ہیں' قرآن و حدیث میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہیں ان کے یہی معنی خدا رسولؐ کی مراد ہیں جو میں نے مراد لئے ہیں اور ان الفاظ نصوص کے یہی معنی آنحضرتؐ کے اصحاب' تابعین اور آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ میں گذرے ہیں سمجھے تھے' اگر میں قادیانی اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھ غلام احمد قادیانی پر وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ ص ۱۶۳۔۱۶۷' منقول از رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۱۵۔۱۱۶)

قارئین! مرزا صاحب نے مباہلے والا اشتہار دافع الوساوس میں شائع کیا تھا جو اگرچہ ۱۸۹۲ء کے آخر کی تصنیف ہے لیکن وہ فروری ۱۸۹۳ء میں طبع ہو کر منظر عام پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئی' گویا جس چیلنج کے قبول کرنے کے لئے انہوں نے دہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے چار ماہ دیئے تھے اس عرصے کے دوڈھائی ماہ تو انہوں نے خود ہضم کر لئے' ان کا خیال تھا کہ کتاب دیر سے باہر نکلے تو دیر سے لوگوں کو ملے گی' چھ سات سو صفحے کی اس کتاب کو پڑھنے اور اس میں درج عقائد ونظریات کا جائزہ لینے میں بھی علماء کا وقت صرف ہوگا اور جب تک وہ مباہلے کے چیلنج کا جواب دینے کے قابل ہوسکیں گے۔ چار ماہ کی مدت جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے شروع ہو چکی تھی ختم ہو چکی ہوگی' اور پھر وہ کہیں گے کہ دیکھو کوئی میدان میں نہیں نکلا' لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی نے کتاب پڑھ کر ایک لمحے کی دیر نہیں کی اور اپنے رسالے میں درج بالا جوابی چیلنج شائع فرما دیا جس سے مرزا صاحب پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور ان کی سٹی گم ہو کر رہ گئی' اور انہوں نے اس موضوع پر مکمل خاموشی اختیار فرمالی۔

تاہم اب مباہلے کی بات چل نکلی تھی' لوگ مرزا صاحب کے مریدوں کو بھی طعنے دینے لگے کہ دیکھو تمہارا سربراہ میدان میں نکلنے سے کترا رہا ہے' لہٰذا تم جھوٹے ہو' ایسے ہی طعنوں سے تنگ آ کر مرزا صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب نے حضرت مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کذب وصدق پر مباہلہ کر لیا' مرزا صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مرید کو شاباش دی اور اس فعل کو سند قبول عطا فرمانے کے لئے ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جو درج ذیل ہے:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں ایک صاحب عبدالحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں' ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں' اس لئے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا' جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا اور پھر تکفیر کا فتویٰ تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار دیا گیا' جو کتاب آئینہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے۔ ابھی تک کوئی شخص مباہلہ پر نہیں آیا' مگر مجھ کو اس بات کے سننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحب یعنی اس عاجز سے کوئی آمادہ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا' اور اس سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے فرمایا کہ عبدالحق نے جو مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا' اب اگر وہ اپنے تئیں سچا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پر آوے' میں اس مباہلہ کے لئے تیار ہوں' تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا' حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً اور کرہاً مستعد ہو گیا اور حافظ صاب کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں۔ تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا اور گواہان مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش اور میاں عبدالہادی اور میاں عبدالرحمٰن عمر پوری قرار پائے' اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے لہذا اسی اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والا اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں' اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں' محمد علی واعظ' ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ' منشی سعداللہ مدرس لدھیانہ' منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ' مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ' میاں نذیر حسین دہلوی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' میاں پیر حیدر شاہ وزیر آبادی' میاں محمد اسحاق پٹیالوی' راقم مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۵اپریل ۱۸۹۳ء......(منقول از مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۹۵-۳۹۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد رہے کہ مباہلے کا پہلا چیلنج مولانا عبدالحق غزنوی صاحب نے دیا جو فروری ۱۸۹۱ء کی بات ہے' مولانا غزنوی اس کے بعد سے اس سلسلے میں مرزا صاحب کی تمام تحریروں پر نظر رکھتے تھے کہ کب مرزا صاحب چیلنج قبول کر کے میدان میں نکلتے ہیں' اپنے تازہ ترین اشتہار میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق کے چیلنج سے اعراض کرتے ہوئے دیگر بزرگوں کو مخاطب کیا تو مولانا عبدالحق بجا طور پر پھر سامنے آ گئے کہ پہلے میرے ساتھ حساب بے باک کریں پھر کسی اور کو دعوت دیں' اس سلسلے میں جو اشتہار انہوں نے شائع کیا وہ یہ ہے:

''استدعا مباہلہ از قادیانی بذریعہ اشتہار''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے گزرا جس میں اس مباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ ۲/ شوال ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا' نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی' مرزا صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت پر از کذب و بہتان وافترا ہے' ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور تیرہ سو برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم' اذالم تستحی فاصنع ماشئت:

طعنہ گیرد در سخن سر بایزید　　　　تنگ دارد از درون او یزید

جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین' جاہلوں اور یاوہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں اور آیت خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاھلین پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں' ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست ہے اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کے اشتہار چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل و جان سے تیرے لقاء کے مباحثہ و مباہلہ میں شائق و مشتاق ہیں' ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو اور مصداق کانھم حمر مستنفرۃ فرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من قسورة بنتے ہو:

اے دل عشاق بہ دام تو صید　　　مابہ تو مشغول تو باعمر وزید

اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہو گئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمام حجت کے لئے پھر ان کا ذکر کر دیتے ہیں۔(اس کے بعد بہت سے خطوط اور اشتہارات کا ذکر کر کے مولانا عبدالحق لکھتے ہیں)اب اتنے اشتہارات متفرق علماء نے متفرق شہروں میں دیئے' تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں آئے۔ایک اور ابلہ فریبی اور شعبدہ بازی کاریگر (مرزا) کی سنئے۔ایک اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورة کی تفسیر میں عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں' ارے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو' جو آج تک کسی مفسر ومحدث متبع سنت نے نہیں کئے' پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا' نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں ۱۰۰ اشعر لطیف بلیغ وفصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں' پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ پسندیدہ ہے' قصیدہ وشعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیت اور علمیت کا معیار ومدار نہیں' تک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے' جو فساق اور فجار اور بے دینوں کو بھی دیا جاتا ہے' بلکہ ایک طرح کا نقص ہے' اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ کو اس سے بچایا: وما علمناه الشعر وما ينبغي له (شعر گوئی) اگر کچھ فضیلت کی بات ہوتی تو اول رسول اللہ ﷺ کو دی جاتی' کچھ مردانگی بھی چاہیے' خنثوں کی طرح بے ہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو......

حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا کا اول درجہ کا ناصر ومویدو مددگار ہے' اس نے ۲ شوال بوقت شب مجھ سے بار بار درخواست مباہلہ کی۔ آخر الامر اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نوردین ومحمد احسن امروہی یہ تینوں مرتد اور دجال کذاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، چونکہ تا ہنوز لعنت کا اثر ظاہراً اس پر نمودار نہیں ہوا لہذا پیر جی کو بھی گرمی آ گئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا، ذرا صبر تو کرو، دیکھو اللہ کیا کرتا ہے...... اب بذریعہ اشتہار بدست خط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے تو میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا، اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر آؤ، مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین، کذابین، ملاحدہ، زنادقہ باطنیہ ہیں اور میدان مباہلہ عیدگاہ ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو، اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر نہ آئے تو پھر اور عالموں سے درخواست مباہلہ اول درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بے حیائی ہے۔

(المشتہر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ بر حاشیہ ص ۴۲۰۔۴۲۶)

اس اشتہار نے مرزا صاحب کو مولانا عبدالحق صاحب کے مقابلے میں نکلنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

''اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ:

ایک اشتہار مباہلہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا، سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذی قعد ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے، جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے...... یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کی وجوہات پیش کریں......

(المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ مطابق مئی ۱۸۹۳ء...... مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۴۲۰۔۴۲۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب کا یہ اشتہار شائع ہوا تو مولانا عبدالحق غزنوی نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا کہ جس کام کی انہوں نے تقریباً اڑھائی سال قبل مرزا صاحب کو دعوت دی تھی اب وہ وقوع پذیر ہونے کو ہے' تاہم مرزا صاحب چونکہ ان دنوں عیسائیوں کے ساتھ ایک مباحثے میں مصروف تھے اس لئے مولانا عبدالحق نے تجویز کیا کہ تاریخ جون کے مہینہ کی مقرر کی جائے' مرزا صاحب نے مئی کی تاریخ پر اصرار کیا۔ مولانا نے پھر مرزا صاحب ہی کی تاریخ کو قبول کر لیا' کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مرزا صاحب کو بھاگنے کا بہانہ نہ مل جائے' تاریخ کے تعین کے سلسلہ میں باہم جو خط و کتابت ہوئی مولانا عبدالحق صاحب غزنوی نے اسے اشتہار کی شکل میں شائع کر کے محفوظ کر دیا' اور حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی کتاب تاریخ مرزا میں شامل کر دیا ہے۔ آپ کی دلچسپی کے لئے اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"اطلاع عام برائے اہل اسلام (از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنے کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کئے ہیں مجھ سے مباہلہ کر' مگر چونکہ خاص کر ان دنوں میں وہ پادریوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو اس موقع پر میں نے اور میرے بھائی مسلمانوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ مرزا سے اس موقع پر مباہلہ یا مباحثہ یا کسی اور قسم کی چھیڑ چھاڑ کی جائے تاکہ وہ پادریوں کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جاوے' لہٰذا میں نے یہ خط سطور الذیل بتاریخ ۷ ذی القعد ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے مگر تاریخ بدل دو' وہ خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی' السلام علی من اتبع الھدی چونکہ آپ آج کل اسلام کی طرف سے مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو اور اہل اسلام کی مدد میں ہو' لہٰذا اس موقع پر کسی مسلمان کو آپ پر حملہ کرنا یا آپ کے ساتھ مقابلہ یا مباہلہ میں پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنا نہایت نامناسب اور بہت ہی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے' اس امر کی عقل اور عرف اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی ذلت اور بدنامی ہے لہٰذا یہ تاریخ مقررہ آپ کی بے موقع ہے' اس تاریخ کا بدلنا ضروری ہے' ہم کو مباہلہ کرنا آپ سے بدل و جان منظور ہے' رسالہ موسوم بہ سچائی کا اظہار میں آپ لکھتے ہیں کہ عنقریب ایک جلسہ مباحثہ علمائے لاہور سے ۱۵ جون تک ہونے والا ہے' اس لئے ضروری ہے کہ مباہلہ اس مباحثہ کے بعد ہو جبکہ آپ اسلام کے مقابلہ پر ہوں' نیز آپ کا لیکچر اس موقع پر ہمیں بالکل منظور نہیں' کیونکہ جب آپ اپنی صفائی ظاہر کریں گے تو ہم بھی آپ کی تردید کریں گے' پھر تو مباحثہ ہوا نہ مباہلہ' یہ بحثوں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں' مقام مباہلہ میں فقط فریقین یہی دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے' فقط' اس کا جواب (بذریعہ) حاملان رقعہ ھذا بھیج دیں۔

راقم عبدالحق غزنوی بقلم خود ......۷ ذی قعد ۱۳۱۰ھ (اس کے بعد مولانا غزنوی لکھتے ہیں کہ) میرے اس خط کا جو مرزا صاحب نے جواب بھیجا وہ بھی بعینہ نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o نحمدہٗ و نصلی ......از طرف عاجز عبداللہ الصمد غلام احمد......میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجال لکھا ہے' مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کے لئے دو ہی غرضیں تھیں' ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ' میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لئے معہ اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیر دوستوں کی جو میرے ساتھ کا فر ٹھہرائی گئی ہے ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور مستخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں' اب جس کا بھی جی چاہے لعنت سے حصہ لے' میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا' خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے' ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا' یہ بھی واضح رہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ۱۵ جون ۱۸۹۳ کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا' بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نورالدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لئے جاویں گے۔ ہاں مجھے یہ منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں' صرف یہ دعا ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں' اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہوگی کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری ہے اور اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں' تو جو آپ تقوی کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جاوے وہی لکھ دوں گا' مگر اب ہرگز ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہ ہوگی' لعنه الله علی من تخلف منا وما حضر فی ذالك التاریخ والیوم والوقت' السلام علی عباده الذین اصطفی۔

(خاکسار غلام احمد از امرتسر ہلتم ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)

مولانا غزنوی اس کے بعد لکھتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اب میں بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں کیونکہ میں نے تاریخ کا بدلنا تو اسی سبب سے چاہا تھا کہ اگرچہ میں اور دیگر مسلمان مرزا کو کیسا ہی گمراہ سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا اور مدد دینی چاہیے۔ مگر مرزا نے وہ تاریخ یعنی دہم ذی قعد نہیں بدلی۔ اب میں بھی اس وقت معینہ پر کہ دہم ذی قعد بوقت دو بجے دن کے اپنا حاضر ہونا مباہلہ کے واسطے مقام مباہلہ میں فرض سمجھتا ہوں' اور وہاں جا کر لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی طرفین سے مطلق نہ ہوگا جیسا کہ اس نے اپنے خط میں وعدہ کر لیا ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کرونگا۔ مقام عیدگاہ میں مباہلہ اس طریق پر بدیں الفاظ ہوگا۔

میں یعنی عبدالحق تین بار بآواز بلند کہونگا کہ...... یا اللہ میں مرزا کو ضال' مضل' ملحد' دجال' کذاب' مفتری' محرف کلام اللہ واحادیث رسول اللہ سمجھتا ہوں' اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔ مرزا تین دفعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بآواز بلند کہے' یا اللہ اگر میں ضال ومضل وملحد دجال وکذاب ومفتری ومحرف کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔

بعدہ' روبقبلہ ہو کر دیر تک ابتہال وعاجزی کریں گے کہ یا اللہ جھوٹے کو رسوا کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں۔'' (المشتہر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)

اس اشتہار کے اگلے روز مرزا صاحب کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انہوں نے اہل اسلام کو اس سے اگلے روز مقام مباہلہ میں حاضری کی دعوت دی' یہ اشتہار یوں ہے۔

اعلان عام

اس مباہلہ کی اہل اسلام کو اطلاع جو دہم ذی قعدہ بروز شنبہ کو بمقام امرتسر عید گاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا۔

اے برادران اسلام کل دہم ذی قعدہ روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجال اور بے دین اور دشمن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ کا سمجھتے ہیں...... اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسولؐ کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے' لہذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے...... بڑے ثواب کی بات ہوگی' اگر آپ صاحبان کل دہم ذی قعدہ کو دو بجے کے وقت عید گاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں۔ خاکسار غلام احمد قادیانی ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اص ۴۲۶۔۴۲۷)

اور پھر اگلے روز مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی کے مابین مباہلہ منعقد ہوا جیسا کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا:

''۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرتسر کی عیدگاہ کے میدان میں (مرزا غلام احمد نے) مباہلہ فرمایا'' (سیرۃ المہدی قادیان ۱۹۳۵ء حصہ دوم ص۹۲) اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''عیدگاہ امرتسر میں دونوں صاحبوں (مرزا غلام احمد اور مولانا عبدالحق غزنوی) کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن امان سے واپس آ گئے'' (تاریخ مرزا)

خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا' آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۶۴)

۱۹۰۲ء میں شائع ہونے والی کتاب نزول المسیح میں مرزا صاحب نے لکھا:

''صدہا مخالف مولویوں کو مباہلے کے لئے بلایا گیا تھا جن میں سے صرف عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا''

پچھلے دنوں کسی صاحب نے اخبار جنگ لندن میں مراسلہ شائع کرایا تھا جس میں انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ مولانا غزنوی اور مرزا غلام احمد کے درمیان مباہلے کی بات تو چلتی رہی ہے لیکن مباہلہ منعقد نہیں ہوا تھا' یہ رائے رکھنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ وہ وقوع مباہلہ کے متعلق دیئے گئے درج بالا حوالوں کے علاوہ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۔ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳۶۵۔ ۲۶۶...... روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۵۴۷...... روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ ص ۳۰۴۔ ۳۱۶ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

اوپر دو مباہلوں کا ذکر ہوا ہے' ایک وہ جو مرزا صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر نے مولانا عبدالحق غزنوی علیہ الرحمۃ سے کیا اور دوسرا وہ جو خود مرزا صاحب نے غزنوی صاحب سے کیا۔

حافظ محمد یوسف صاحب والے مباہلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب موصوف مباہلے سے کچھ ہی عرصہ بعد مرزائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور مولانا بٹالوی اور دیگر علماء کی قیادت میں اہل حدیث کی صفوں میں شامل ہو کر تحریک ختم نبوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مرزا صاحب کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ وہ مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچ گئے کہ مرزا صاحب کو ان کا نام لے کر ان کے خلاف اشتہار چھپوانے پڑے' جیسا کہ روحانی خزائن جلد ۱۷ میں ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے طور پر وہ اشتہار شائع ہوا جس کا عنوان یوں ہے: اشتہار انعامی پانسو روپیہ بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دارنہر۔

دوسرا مباہلہ وہ ہے جو مولانا عبدالحق غزنوی علیہ الرحمۃ اور مرزا غلام احمد کے درمیان امرتسر میں ہوا' مباہلے کے بعد مرزا صاحب تقریباً ۱۵ سال تک زندہ رہے اور انہوں نے مولانا غزنوی کے شب و روز پر کڑی نگاہ رکھی' مولانا کو زکام بھی ہو جاتا تو کہتے کہ یہ مباہلے کا اثر ہے' مولانا نے ایک بیوہ سے شادی کی تو فرمایا کہ یہ بھی ان کی ذلت کا نشان اور مباہلے میں شکست کا ثبوت ہے۔ حالانکہ بیوہ سے شادی کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں ہے بلکہ خود حضرت مرزا صاحب تا عمر ایک عورت کے بارے میں دعائیں کرتے رہے کہ وہ بیوہ ہو جائے اور پھر ان کے نکاح میں آ جائے' گویا خود ایک بیوہ سے شادی کی حسرت دل میں لے کر دنیا سے اٹھ جائیں تو ان کے صدق و کذب پر کوئی اثر نہ ہو' اور مولانا کو خدا تعالیٰ ایک بیوہ سے شادی کی توفیق دیں تو وہ مباہلے کا منفی اثر شمار ہو۔ غرض ۱۵ سال تک مرزا صاحب یونہی الٹی سیدھی ہانکتے رہے اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب اپنے مباہل کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو مر گئے اور مولوی عبدالحق غزنوی مرزا صاحب سے کئی سال بعد ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء کو فوت ہوئے' (تاریخ مرزا ص ۴۳۔)

ایک مباہل کی زندگی میں دوسرے مباہل کی موت خود مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے فرمان کے مطابق پہلے مرنے والے کے کذب کی دلیل ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے ایک مرتبہ فرمایا:

''یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے' ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا' لاؤ پیش کرو' وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے ہم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے...... ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔'' (ملفوظات' جلد ۹ ص ۴۴۰_۴۴۱)

امرتسر میں ہونے والا یہ مباہلہ نتیجہ کے لحاظ سے فیصلہ کن ہے۔ لیکن چونکہ فیصلے کو مان لینے سے قادیانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے قادیانی کبھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباہلہ تو کیا لیکن مولانا عبدالحق پر کوئی بددعا نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں کہ جب مباہلہ نام ہی بقول مرزا غلام احمد قادیانی ایک دوسرے کیلئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہنے کا ہے تو جس واقعہ کو مرزا صاحب مباہلہ کا نام دیتے ہیں وہ لعنت چاہنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس معاملے کو مزید الجھانے کیلئے مباہلے کے نئے چیلنج بھی دیتے رہتے ہیں اور مرزا طاہر احمد نے تو کہا ہے کہ انہوں نے ۱۹۸۸ء میں گھر بیٹھے اپنے مخالفین سے مباہلہ کر لیا تھا اور پاکستان کے اس وقت کے صدر ضیاء الحق کی ہوائی حادثے میں وفات اسی مباہلے کے زیر اثر ہوئی' نیز یہ کہ (بقول مرزا طاہر احمد) مولویوں کو جو ذلت اور خواری ان دنوں میں نصیب ہو رہی ہے وہ بھی اس مباہلے کا اثر ہے اور قادیانیت کے برحق ہونے کا ثبوت ہے۔

دوسری طرف ہمارے علماء کہتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد سے کوئی مباہلہ نہیں ہوا' بلکہ ان کی طرف سے یہ چیلنج ہنوز قبول کیا جانا باقی ہے کہ مرزا طاہر جگہ اور وقت کا تعین کر کے اپنے گھر سے نکل کر مقام معین پر جہاں فریقین آمنے سامنے ہوں' جھوٹے پر لعنت بھیجیں اور لگتا ہے کہ بحث و نظر میں یہ معاملہ یوں ہی لٹکا رہے گا۔ مرزا طاہر احمد شاید کبھی میدان مباہلہ میں اپنے مخالفین کے سامنے نہیں آئیں گے' گھر بیٹھے اجمالی قسم کی دعائیں کرتے رہیں گے کہ ان کے مخالفین ہلاک ہوں اور انہیں ذلت نصیب ہو اور پھر کوئی نہ کوئی تو مرے گا' اس لئے کہ ہر ایک نے انجام کار مرنا تو ہے ہی' کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی وجہ سے ذلیل بھی ہو گا اس لئے کہ دنیا میں سبھی لوگوں کو تمام وقت عزت ہی نہیں ملتی رہتی' برے دن بھی آتے ہیں' بیماری بھی آتی ہے' خاندان' برادری اور جماعتوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھگڑے بھی ہوتے ہیں' عہدہ اور منصب سے تنزلیاں اور برطرفیاں بھی ہوتی ہیں' غرض کہیں بھی کوئی بھی مرزا طاہر احمد کے حسب منشاء واقعہ ہو گیا تو فوراً اسے اس مباہلے کا اثر قرار دے دیا جائے گا جو انہوں نے بقول خود گھر بیٹھے اجمالی انداز میں اپنے مخالفین سے کر رکھا ہے یا آئندہ کریں گے اور ایسے نتیجے کو علماء ظاہر ہے کہ قبول نہیں کریں گے اور دونوں طرف سے چیلنج بازی کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک فیصلہ شدہ معاملے کو کیوں الجھایا جا رہا ہے۔ معاملے کا فیصلہ تو ہو چکا ہے کہ قادیانی عقائد غلط ہیں اور مرزا غلام احمد ایک مفتری تھا' یہ فیصلہ ان مباہلوں کے نتیجہ میں دنیا بھر کے سامنے آ چکا ہے' جو آج سے ایک سو آٹھ سال قبل مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا غلام احمد کے ایک چہیتے مرید حافظ محمد یوسف مرزائی اور خود مرزا غلام احمد سے کئے تھے۔ مولانا غزنوی نے جو مباہلہ حافظ یوسف مرزائی سے کیا تھا وہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس کے دو سب سے بڑے مرید یعنی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن مرتد کذاب اور دجال ہیں یا مسلمان ؟۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو خدا عبدالحق غزنوی پر لعنت کرے اور اگر وہ کذاب' دجال اور مرتد ہیں تو خدا حافظ یوسف پر لعنت کرے۔ اس مباہلے کے تھوڑے عرصہ بعد خود مرزا غلام احمد نے اپنے مرید حافظ یوسف کے فعل پر خوشنودی کا اظہار کیا اور اسے اپنی طرف سے سند قبول عطا فرمائی' پھر ہوا یہ کہ حافظ یوسف مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے' یعنی قادیانیوں کے خیال کے مطابق مرتد ہو گئے اور مرتد ہر مذہب میں لعنتی شمار ہوتا ہے' یعنی خود قادیانیوں نے تسلیم کر لیا کہ یوسف پر خدا کی لعنت پڑ گئی جو (بقول ان کے) وہ راہ راست سے بھٹک کر قادیانیت سے نکل گیا' یہ لعنت گویا اس دعا کی قبولیت بن گئی جو خود حافظ یوسف نے کی تھی کہ اگر مرزا غلام احمد' حکیم نور الدین اور مولوی احسن کذاب' دجال اور مرتد ہیں تو خدا ان پر لعنت کرے اور مرزائیت سے ارتداد کی یہ لعنت اس بات کا ثبوت بن گئی کہ تینوں مذکورہ افراد کذاب اور مرتد ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب نے دوسرا مباہلہ خود مرزا غلام احمد سے کیا تھا' اس مباہلے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قادیانیت کا بانی خود ایک فریق کے طور پر آیا تھا' اس نے خود دعا کی تھی اور یہ سب کچھ علی رؤس الا شہاد ایک کھلے میدان میں جانبین کی باہمی رضا مندی سے مقرر کردہ مقام اور وقت پر ہوا تھا' اور پھر خود مرزا غلام احمد نے کہہ بھی دیا تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے' قادیانیت کا بانی خود مباہلہ کر کے' خود ہی لکھ کر کہ مباہلہ کرنے والوں میں جو جھوٹا ہوتا ہے وہ پہلے مرتا ہے' پہلے مر گیا' اس کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اور جو سچا تھا یعنی عبدالحق غزنوی وہ ۱۹۱۸ء میں فوت ہوا۔

یہ دونوں مباہلے تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور نتائج کے اعتبار سے بھی واضح ہیں' ہمارے آج کے علماء کو چاہیے کہ قادیانیت کے صدق و کذب کو جانچنے کیلئے نئے سرے سے مباہلوں کا چیلنج کرنے کی بجائے ۱۸۹۳ء میں ہونے والے ان مباہلوں کو اس معاملے میں حرف آخر کے طور پر پیش کریں کیونکہ حافظ یوسف کی مرزائیت سے توبہ اور مرزا غلام احمد کی اپنے مقابل مباہل کی زندگی میں موت قادیانیت کے کذب کا حتمی فیصلہ کر چکی ہے۔ اگر علماء اس موقف کو اپنا لیں تو قادیانیوں کو وہ کچھ کہنے کا موقع نہ ملے جو قادیانیوں کے مولوی رشید احمد چوہدری کے ایک بیان کی صورت میں اخبار نیشن ۔لندن کے ۸ ستمبر ۱۹۹۸ء کے شمارے میں ہماری نظر سے گزرا' اس بیان میں بعض علماء کی طرف سے قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر صاحب کو دیئے گئے مباہلے کے ایک چیلنج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ (۱) مرزا طاہر صاحب ۱۵۶ ممالک میں موجود احمدیوں کے سربراہ ہیں' ان کو چیلنج کرنے والے علماء کا حدود اربعہ چونکہ غیر واضح ہے اس لئے ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ مرزا صاحب کو چیلنج کریں۔ (۲) مرزا طاہر نے ۱۹۸۸ء میں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک مولوی پر قتل کی سازش کا مقدمہ درج ہوا'' ایک مولوی کو بدکاری کے جرم میں قید ہوئی اور ایک مولوی ٹریفک حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ (۳) مباہلہ خدا کی عدالت میں معاملے کو لے جانے کا نام ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا' مقام یا وقت کا تعین کر کے فریقین کا جمع ہو کر دعا کرنا ضروری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا سرے سے وجود نہیں۔ (۴) مرزا کا طریق مباہلہ جو قرآن وسنت پر مبنی ہے یہ ہے کہ حلفیہ تحریر لکھ کر فریق مخالف کو بھجوادی جائے اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ (۵) یہ کہ مباہلہ اس بات پر ہو کہ احمدی کلمے میں محمد رسول اللہ سے مراد غلام احمد لیتے ہیں اور احمدی آیت خاتم النبیین کے منکر ہیں وغیرہ۔

قادیانیوں پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ مرزا غلام احمد نے ہر خاص و عام کو دعوت دی تھی کہ اسے مسیح موعود اور نبی تسلیم کیا جائے، اس کے مخاطب کالے، گورے، ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ سبھی تھے اور ہر مدعو کو یہ حق تھا کہ داعی سے اس کے دعوی کا ثبوت طلب کرے، مرزا کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ثبوت مانگنے والوں سے پوچھے کہ تم کس مسجد کے امام، یا کس تنظیم کے سربراہ ہو، کس مندر کے پجاری یا کس ملک کے آرچ بشپ ہو، اب مرزا کلاں زندہ نہیں ہے تو اس کے خوردوں کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ ثبوت کے طلب گاروں سے ان کا حدود اربعہ دریافت کریں، اس کے جانشینوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے دادے کے مسیح موعود اور نبی ہونے کا ثبوت پیش کریں، اگر وہ یہ ذمہ داری نہیں پوری کرنا چاہتے یا کر نہیں سکتے تو جانشینی کا حق ادا نہیں کر رہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مرزا طاہر نے ۱۹۸۸ء میں علماء کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ مباہلہ ہوا تو نہیں لیکن چیلنج کی وجہ سے مولویوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا، بھلے آدمی جب مباہلہ ہوا ہی نہیں تو کسی کی موت یا ذلت قادیانیوں کی صداقت کا ثبوت کیسے بن گئی، ویسے ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ (بغیر مباہلے کے) کسی کا حادثے میں مرجانا اگر مخالفین کی صداقت کا ثبوت ہے تو ذرا بتاؤ کہ تمہارے نور دین کا گھوڑے سے گر کر زخمی ہونا، اس مباہلے کی وجہ سے جو مولانا عبدالحق غزنوی (اہل حدیث) اور حافظ محمد یوسف (مرزائی) کے درمیان ۱۸۹۳ میں ہوا تھا، مرزائیت کے باطل اور گمراہ ہونے کا نشان نہیں تھا؟ ایک مولوی بدکاری کے جرم میں قید ہوا، اپنی سزا بھگت رہا ہے، وہ اب مسلمانوں کی کسی تنظیم کا سربراہ تو ایک طرف کسی مسجد کا امام تک نہیں ہے، کوئی مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنا مقتدا نہیں سمجھتا' ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ حکیم نورالدین کی موت کے بعد پچاس برس تک جس شخص کو آپ نے خلیفہ بنائے رکھا' اس کے کرتوت کیا تھے' اگر یاد نہیں رہے تو علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب مرزائیت اور اسلام مطبوعہ ستمبر ۱۹۹۳ء لاہور کا صفحہ ۱۴۳ سے ۱۶۰ پڑھ کر اپنی یادداشت تازہ کرلو۔ آپ ایسے کردار کے شخص کو بشیر الدین' فضل عمر' مصلح موعود اور خلیفہ المسیح الثانی مانتے ہیں۔ ایک پیر پر قتل کا مقدمہ ہوا' ہم اس کی وکالت نہیں کرتے' جس نے جو جرم کیا اس کی سزا پائے گا' ہمارا اس سے کیا لینا دینا۔ ذرا اپنی تاریخ بھی پڑھی ہوتی' آپ تو قاتلوں کو غازی کہہ کر ہندوستان میں بیٹھ کر پریوی کونسل تک مقدمے لڑتے رہے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وقت اور مقام کا تعین کر کے فریقین کا ایک جگہ جمع ہو کر مباہلہ کرنا قرآن میں نہیں ہے' اگر بات یوں ہے تو ذرا بتایا جائے کہ مئی ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں کیا ہوا تھا؟ مولانا عبدالحق غزنوی کو کس نے بذریعہ اشتہار مقام اور وقت متعین کر کے کہا تھا کہ وہاں پہنچو اور مباہلہ کرو کہ میں قادیان سے مع قبائل آیا ہوں۔ وقت اور مقام متعین کر کے مباہلہ کرنا اگر قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو مرزا صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اگر یہ اقدام درست تھا تو مرزائیوں کو یہ حق کہاں سے ملا کہ وہ نہ صرف اپنے نبی کے اسوہ کی مخالفت کریں بلکہ اسے قرآن وسنت کے بھی مخالف قرار دیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کے مطابق مباہلے کا طریق یہ ہے کہ معاملے کو خدا کی عدالت میں لے جائیں' حلفیہ تحریر فریق مخالف کو بھجوا دیں اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں' مباہلے کا یہ طریق قرآن سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ الگ بحث ہے جس میں اس وقت ہم پڑنا نہیں چاہتے' صرف اس قدر بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے دعا کا یہ طریق بھی آزمایا تھا' اس نے ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے: ''اے اللہ! مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے وہ میرے قلعے کو منہدم کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتا ہے' اس لئے میں تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے‘‘ مرزا کلاں نے یہ اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کر کے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اس درخواست کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ اسے اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں‘ مولانا نے اسے اہل حدیث میں شائع فرما دیا‘ یاد رہے کہ وہ مباہلہ نہیں تھا‘ یک طرفہ دعا تھی جسے مرزا صاحب نے خدا کے ہاں رجسٹری بھی کروایا اور اس کے جواب میں اجیب دعوۃ الداع کا الہام ہوا اور اس دعا کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ دنیا جانتی ہے۔

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہئے! آخری فیصلے کے اشتہار کو آپ کے بڑے میاں نے اپنا معیار بنا کر شائع کیا‘ اپنا صدق و کذب اس پر موقوف رکھا‘ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے طے ہونے سے تمام مباحث کا طے ہونا تمہارے بانی سلسلہ احمدیہ نے تسلیم کیا ہے‘ آپ کیسے احمدی ہیں کہ اپنے ہی گورو کے طریق فیصلہ سے منہ پھیرتے ہیں‘ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے منہ موڑ گئے‘ جب کہ مولانا ثناء اللہ ۱۹۴۸ء تک حیات رہے۔ اور یہ باتیں فروعی ہیں کہ مرزائی کلمہ کس نیت سے پڑھتے ہیں اور آیت خاتم النبیین کو مانتے ہیں یا نہیں‘ ان باتوں پر مباہلے کی دعوت خلط مبحث اور کھلونوں سے بہلانے کے مترادف ہے‘ مکر و فریب کے ڈرامے کا مرکزی کردار مرزا غلام احمد ہے جس نے خود کو مسیح موعود اور نبی قرار دیا‘ جب آپ نے اسے سچا مان لیا تو آپ کی حیثیت اس کے متبعین کی ہے۔ آپ کے عقائد کے درست و نادرست ہونے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ شخص جس کے آپ پیرو ہیں وہ اپنے دعاوی میں سچا تھا‘ اس کے دعاوی ہی کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا تھا اور یہی ثبوت اس کے جانشینوں سے مانگا جا رہا ہے‘ مرزا طاہر جانشین ہیں‘ وہ سامنے آئیں‘ کسی کو چلمن بنا کر مت چھپیں‘ ہاں اگر ان کے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے تو صاف بتا دیں‘ شائقین جمال یعنی ان سے مباہلے کے طلب گار علماء یقیناً مہندی کے سوکھنے کا انتظار فرما لیں گے‘ جہاں تک ہمارا تعلق ہے‘ ہمیں تو کسی نئے مباہلے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں۔ تاریخ نے مرزا کے صدق و کذب کا فیصلہ مولانا عبدالحق غزنوی کے ان مباہلوں کی صورت میں کر دیا ہے جو انہوں نے حافظ محمد یوسف اور مرزا غلام احمد سے ۱۸۹۳ء میں کیے تھے اور اس دعا کے نتیجے کی صورت میں بھی کر دیا ہے جو مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ کے بالمقابل ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا غلام دستگیر قصوری اور ردّ قادیانیت

Kitabosunnat.Com

مولانا قصوری تحریک نبوت کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں مولوی غلام دستگیر قصوری بھی مجھے گالیاں دینے میں حد سے بڑھ گیا' جس نے مکہ سے میرے پر کفر کے فتوے منگوائے تھے...... (وہ) خدا تعالیٰ کی وحی انی مھین من ارادا ھانتك کا شکار ہو گیا۔ اور دائمی ذلت جو اس نے میرے لئے چاہی تھی' اسی پر پڑ گئی۔ جس ذلت کو میری موت مانگ کر میرے لئے چاہتا تھا' وہ داغ ذلت ہمیشہ کیلئے اسی کو نصیب ہو گیا'' (روحانی خزائن جلد ۲۲۔ (حقیقۃ الوحی) ص ۳۵۲۔۳۵۳)

اور ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا'' پھر مولوی غلام دستگیر وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے فتوے مکہ معظّمہ سے منگوائے تھے۔ وہ بھی اپنے یک طرفہ مباہلہ کے بعد انتقال کر گئے۔ افسوس کہ مکہ والوں کو ان کی موت کی خبر نہیں ہوئی تا اپنے فتوے واپس لیتے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۵۹)

مرزا صاحب نے درج ذیل مقامات پر بھی مولانا کا ذکر کیا ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں ان کے مقام و کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

''مولوی غلام دستگیر قصوری جس کا ذکر اسی کتاب آنجام آتھم کے ص ۷۰ میں ہے اور جس نے خود بھی اپنا مباہلہ اپنی کتاب فیض رحمانی میں شائع کیا تھا' وہ کتاب کی تالیف سے ایک ماہ بعد مر گیا۔ اسکی موت کا یہی سبب نہیں کہ میں نے آنجام آتھم کے ص ۶۷ میں یعنی اسکی سترھویں سطر میں اس پر اور دوسرے مخالفوں پر جو شرارتوں سے باز نہ آویں اور نہ مباہلہ کریں بد دعا کی تھی' ان پر خدا کا عذاب چاہا تھا بلکہ اس کا اپنا مباہلہ بھی اسکی موت کا سبب ہو گیا۔ کیونکہ اس نے میرا اور اپنا ذکر کر کے خدا تعالیٰ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیخ کنی ہونی چاہی تھی۔سو اس کے چند ہی روز بعد اسکی بیخ کنی ہوگئی"

(روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۵۔۴۵۴)

"پیش گوئی نمبر ۶۹۔تاریخ بیان پیش گوئی ۱۸۹۷۔

ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری نے اس عاجز کیلئے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں میرے لئے بددعا کی تھی۔آخراس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت جلد مرگیا"

(روحانی خزائن جلد ۱۸ (نزول المسیح) ص ۵۸۱)

"پنجاب میں مولوی غلام دستگیر قصوری اٹھا اور اپنے تئیں کچھ سمجھا اور اس نے اپنی کتاب میں میرے مقابلہ میں لکھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے گا۔سو کئی سال ہوگئے غلام دستگیر بھی مرگیا۔وہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۸۔(نزول المسیح ص ۶۰۹)

جب چاچڑاں کے خواجہ غلام فرید نے مرزا صاحب کو حمایتی خطوط لکھے تو مولانا قصوری انہیں سمجھانے گئے۔جیسا کہ اشارات فریدی میں مقبوس نمبر ۸۳ بروز جمعہ ۴ ذی الحج ۱۳۱۴ھ بایں الفاظ درج ہے۔

اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ کمال مخالفت رکھتا تھا اور اس کے پاس حضرت مرزا صاحب کے خلاف کفر کے فتوے لکھے ہوئے تھے حضرت خواجہ (غلام فرید) کی خدمت میں آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور چند کتب حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات میں سے جو کہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھا حضرت خواجہ صاحب کے سامنے رکھ دیں اور ہر ایک کتاب میں سے وہ مقامات جن پر اس نے نشانات لگائے ہوئے تھے ایک ایک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے سامنے پڑھتا اور کہتا دیکھئے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے......اس نے حضرت خواجہ کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی مذمت کی۔حضرت خواجہ صاحب نے اس کی تمام تقریر کو سنا اور اس کو کوئی جواب نہ دیا...... بعد ازاں مولوی غلام دستگیر مذکور نے عرض کیا کہ وہ خط جو حضور نے مرزا صاحب قادیانی کو لکھا ہے' مرزا صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حضور کے اس خط کو اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ میں درج کر کے شائع کر دیا ہے اور اخبارات میں چھپوا کر دنیا کے چاروں طرف شائع کر دیا ہے اور حضور کے اس خط کو مرزا صاحب نے اپنی سچائی کی مضبوط سند قرار دی ہے......(اب) حضور بھی ان فتوے پر جو ہم نے ان کے انکار اور رد میں لکھے ہیں خود بھی ان کے کفر کا فتوی لکھ دیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے اس فتوی پر ہرگز دستخط نہ کیئے۔

(اشارات فریدی ج ۲ ص ۱۷۷ تا ۱۷۹ منقول از الفضل انٹرنیشنل ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ ص ۱۰)

ہمارے یہ مولانا غلام دستگیر مرزا قادیانی کا دعوی مسیحیت سامنے آتے ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو گئے تھے اور جن دنوں مولانا عبدالحق غزنوی کے ساتھ مرزا صاحب کے مباہلے کی بات چل رہی تھی انہی دنوں مولانا قصوری کے ساتھ مرزا صاحب کے مباحثے کی بات چل رہی تھی۔ یہ بات پہلے فیروز پور میں مرزا صاحب سے مناظر کے انعقاد سے متعلق تھی۔ لیکن وہاں مناظرہ نہ ہو سکا اور یہ طے پایا کہ مناظرہ لاہور میں ہو۔ رئیس قادیان کے مصنف کے مطابق لاہور میں مناظرے کی تاریخ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۲ء مقرر ہوئی تھی۔ وقت مقررہ پر مولانا قصوری پہنچ گئے تھے۔ لیکن مرزا صاحب تشریف نہ لا سکے اور مناظرہ نہ ہوا۔ اس کے بعد لاہور میں ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے مولانا قصوری کے ساتھ مناظرہ کرنا منظور فرمایا' جس کا ذکر مرزا صاحب کے اس اشتہار میں بھی موجود ہے جو انہوں نے امرتسر والے مباہلے کے دوران شائع کیا تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں پندرہ جون ۱۸۹۳ء کے مباحثہ لاہور میں نہیں جاؤں گا۔ بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نورالدین صاحب یا حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب بحث کیلئے جاویں گے۔

لگتا ہے کہ یہ اشتہار شائع کرنے کے بعد مرزا صاحب اس مباحثے کے متعلق بالکل بھول گئے کیونکہ کسی جگہ یہ ذکر نہیں ملتا کہ وہ یا ان کے نائبین کیوں لاہور نہ جا سکے۔ بحث و مناظرے سے فرار کی اس سے بدتر مثال ملنا مشکل ہے۔

۱۸۹۶ء میں جب مرزا صاحب نے علماء اسلام کو مباہلے کا ایک اور چیلنج دیا (جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا آگے ذکر آئے گا) تو مولانا غلام دستگیر نے اس کے قبول کرنے کا اشتہار شائع کیا۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے ایک اشتہار سے ظاہر ہے جو درج ذیل ہے‘

’’مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

کل ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب کا میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کیلئے مجھے بلاتے ہیں اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ مگر ساتھ یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد۲۔ ص ۹۹۔ ۲۹۶) یہ اشتہار جو ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کو جاری ہوا اس بحث پر مشتمل ہے کہ عذاب کیلئے ایک سال کی مدت مقرر کرنا سنت ہے‘ فوراً کی قید نہیں لگائی جا سکتی۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ میں تیار رہوں۔

مولانا قصوری نے تحریک ختم نبوت میں تحریر و تصنیف کے محاذ پر بھی قابل قدر کام کیا ہے۔ رد قادیانیت میں ان کی کتاب فتح رحمانی بہت مشہور ہے‘ جو ۱۳۱۵ء میں مطبع احمدی لدھیانہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے صفحہ ۲۷۔ ۲۶ پر ایک دعا بایں الفاظ موجود ہے۔

’’اللّٰھم یا ذالجلال والا کرام یا مالك الملك‘‘ جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مولف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسی ہی دعاء اور التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کی ہے‘ جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین‘‘ مرزا غلام احمد نے حقیقۃ الوحی میں یہ دعا نقل کر کے لکھا ہے‘

اس وقت قریباً گیارہ سال غلام دستگیر کے مرنے پر گذر گئے ہیں۔ جو ظالم تھا خدا نے اس کو ہلاک کیا...... پس اب بتلاؤ کہ غلام دستگیر اس بد دعا کے بعد مر گیا یا نہیں......

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا نے میری عمر تو بڑھا دی کہ گیارہ سال سے اب تک زندہ ہوں اور غلام دستگیر کو ایک مہینہ کی بھی مہلت نہ دی۔'' (روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقۃ الوحی) ۳۴۵۔۳۴۴)

مرزا صاحب اور مرزائی اوپر ذکر کردہ دعا کو ایک طرح کا مباہلہ قرار دیتے ہیں اور مولانا کی وفات کو اپنی صداقت کا نشان بتاتے ہیں۔ محمدیہ پاکٹ بک میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے مولانا عبداللہ معمار لکھتے ہیں:۔

''اگر لعنت کہنے سے مباہلہ منعقد ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والے کا مرنا اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے تو پھر مرزا صاحب اول درجے پر ہیں۔ کیونکہ ان کی زبان پر تو لعنت وظیفہ کی طرح جاری رہتی تھی۔ ہر وقت مخالفوں کو لعنت لعنت کہتے رہتے تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ نور الحق اسی طرح رسالہ سر الخلافت' شحنہ حق و اعجاز احمدی وغیرہ۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اپنے اشد ترین مخالف حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کیلئے اپنی تحریرات میں بار بار لعنت کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً صفحہ ۱۳۸ اعجاز احمدی پر سطر وار دس لعنتیں ہیں۔ مگر خود ہی مولانا کی زندگی میں مر گئے'' (محمدیہ پاکٹ بک ص ۳۴۷)

مولانا عبداللہ معمار مزید لکھتے ہیں'' مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے ساتھ کبھی مباہلہ نہیں کیا۔ یہ تمہارا (مرزائیوں کا) سفید جھوٹ ہے۔ ہاں انہوں نے خدا سے دعا ضرور کی تھی کہ یا مرزا صاحب کو ہدایت نصیب ہو یا ہلاکت ...... اگر محض یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ ہے تو پھر خود تمہارے قول کے مطابق مرزا صاحب نے اپنے جملہ مخالفین کے حق میں موت کی بددعائیں کیں۔ اور ظاہر ہے کہ کثیر حصہ مخالفین ابھی تک (محمدیہ پاکٹ بک کی تصنیف تک) زندہ ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب عرصہ ہوا مر گئے۔ تو بتلایئے اور انصاف سے کام لے کر بتلایئے کہ مرزا جھوٹا ہوا یا نہ''

(محمدیہ پاکٹ بک ص ۸۴۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم

قادیانی تاریخ محمدی بیگم کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ مرزا غلام احمد کا کہنا تھا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اس خاتون سے ان کا نکاح کر رکھا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ زمین پر بھی یہ عقد بندھ جائے' انہوں نے کئی مرتبہ الہامی پیش گوئیاں بھی فرمائیں کہ ان کی حیات دنیوی میں یہ نکاح ہو کر رہے گا اور انہیں الہامات کی صداقت پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے اس شادی کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دے رکھا تھا۔ ذیل کی سطور قادیانیت کی تاریخ کے اسی باب کی نذر کی جا رہی ہیں۔

محمدی بیگم مرزا غلام احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی صاحبزادی تھی' جب وہ سن بلوغ کو پہنچی تو مرزا صاحب نے انؒ کے والدین کو شادی کا پیغام دیا جسے مسترد کر کے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے کر دی' مرزا صاحب بہت سیخ پا ہوئے تاہم امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور پیش گوئیاں کرنے لگے کہ عنقریب یہ خاتون بیوہ ہو جائے گی اور پھر میرے نکاح میں اسے آنا ہی ہوگا۔ یہ بات خدا تعالیٰ نے تقدیر مبرم قرار دے رکھی ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس حال میں فوت ہوئے کہ محترمہ محمدی بیگم اپنے شوہر مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گذار رہی تھیں' ان کے شوہر مرزا صاحب کی وفات کے ۴۱ سال بعد یعنی ۱۹۴۹ء میں لاہور میں فوت ہوئے جب کہ وہ خود ۹۰ سال سے زائد عمر پا کر ۱۹۶۶ء میں لاہور میں فوت ہوئیں۔

محترمہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی آرزو اور پھر شکست آرزو ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طویل داستان ہے جس کا آغاز قادیانیوں کے مطابق ۱۸۸۱ء (تخمینا) میں ہونے والے مرزا صاحب کے ایک الہام سے اور اختتام ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کی موت سے ہوتا ہے۔۱۸۸۱ء سے ۱۹۰۸ء کے درمیان کا سارا عرصہ اس طویل داستان کے مختلف واقعات سے مزین ہے۔تاہم سہولت کے لئے ہم اس داستان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

اوّل: ۱۸۹۲ء سے پہلے کا دور جب کہ ابھی محترمہ محمدی بیگم کی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔اور مرزا صاحب ایک کنواری خاتون کو اپنے حبالہ عقد میں لانا چاہتے تھے۔

دوم: ۱۸۹۲ء کے بعد کا دور جب محترمہ محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمد سے ہوگئی تو مرزا صاحب یہ آرزو کرتے رہے کہ اس کا سہاگ اجڑ جائے اور یہ بیوہ ہو کر ان کے حرم کی زینت بن جائے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ قادیانی حضرات اس داستان کا آغاز ۱۸۸۱ء (تخمینا) سے کرتے ہیں' یہ وہ وقت تھا جب مرزا صاحب نے ابھی مسیحیت' مہدویت یا نبوت وغیرہ کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ان کا تعارف ایک مسلمان اہل علم کا تھا اور اسی ناطے ان کے تعلقات دیگر علماء اسلام سے قائم تھے۔ایسے ہی علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے اور مرزا صاحب کا ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا' ایسے ہی ایک موقع پر (۱۸۸۱ء میں) پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے...... بکر و ثیب...... جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ ......'' ہم نے یہ واقعہ تذکرہ کے ص ۳۹ سے نقل کیا ہے۔تذکرہ کے مرتب نے اسے مرزا صاحب کی تصنیف تریاق القلوب کے ص ۳۴ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا ہے' جو ۱۸۹۹ء کی تصنیف ہے۔ درج بالا عبارت کے بعد تریاق القلوب میں (یعنی ۱۸۹۹ء میں) مرزا صاحب فرماتے ہیں "چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں۔ اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے" (نیز دیکھیے روحانی خزائن جلد ۱۵۔ ص ۲۰۱)

مذکورہ بالا الہام اور مرزا صاحب کے تبصرے کے درمیان ۱۸ سال کا فاصلہ ہے۔ اس دوران ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کی شادی دہلی میں میر ناصر نواب کی صاحبزادی مسماۃ نصرت بیگم سے ہوئی جو نکاح کے وقت کنواری تھیں اور بعد میں مرزا کے کئی بچوں کی ماں بنیں۔ (یاد رہے کہ یہ مرزا صاحب کی دوسری شادی تھی) مذکورہ بالا الہام کے مطابق بیوہ خاتون سے مرزا صاحب کو شادی کا ابھی انتظار تھا اور اس دوران انہیں اس بارے میں دیگر الہامات بھی ہوتے رہے' جیسا کہ انہوں نے اپنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں فرمایا:

"پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہو گی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۰۲)

اور جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے حکیم نور دین صاحب کو خط لکھا:

"جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارہ میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں' سو آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں' شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین' کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا' سو اس کا نام (عنموائیل اور) بشیر ہو گا۔ اب تک میرا خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہو گا' اب زیادہ الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطاء ہو گی' وہ صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد ہو گی۔

اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے' تین ان میں سے آم کے تھے' مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا' وہ اس جہاں کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے' کیونکہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا' میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارے میں کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں جوش سا پایا جاتا ہے۔" (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ ص ۵۔۶ منقول از رئیس قادیان جلد اول ص ۹۔۱۰۸)

اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے جو چٹھی حکیم نور دین کے نام روانہ کی اس میں لکھا: "اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ دراصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کسی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ ص ۸ منقول از رئیس قادیان جلد ا ص ۱۰۹)

مرزا صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تیسری شادی تقدیر مبرم تھی بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے طے کر دیا تھا کہ وہ شادی محمدی بیگم سے ہو گی' جیسا کہ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا۔ یہ خط مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ میں اور روحانی خزائن جلد ۵ کے ص ۵۷۳۔۵۷۴ پر موجود ہے' تذکرہ کے قادیانی مرتب نے تذکرہ کے صفحہ ۱۵۷۔۸ پر اس خط کی عبارت اور حاشیہ پر اس کا ترجمہ بھی دیا ہے' ہم اس خط کا مفہوم مولانا دلاوری کی رئیس قادیان جلد اول کے ص ۱۴۶ سے نقل کرتے ہیں جس کے مطابق مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''میں نے حق تعالیٰ کے ایما اور اشارہ سے مرزا احمد بیگ کے نام ایک چٹھی میں لکھا کہ اے عزیز سنیئے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ میری سنجیدہ عرضداشت کو لغو خیال کرتے ہیں اور میری بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ بخدا میں آپ کو کسی طرح سے تکلیف دینا نہیں چاہتا' انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے ساتھ کس قدر احسان کرتا ہوں۔ اگر آپ نے میرے خاندان کے خلاف مرضی میری درخواست کو شرف قبول بخشا تو میں آپ سے قسمی وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی زمین اور باغ میں سے آپ کو حصہ دوں گا۔ آپ کی صاحبزادی کو اپنی زمین اور دوسرے مملوکات کی تہائی کا مالک بنا دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا...... آپ مجھے مشکلات میں اپنا معاون و دستگیر پائیں گے۔ آپ کے ہر بوجھ کو اٹھاؤں گا...... اس لئے انکار میں وقت ضائع نہ کیجئے اور شک و شبہ کو راہ نہ دیجئے۔ میں یہ خط اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں' یہ خط بڑے سچے اور امین کی طرف سے ہے' اس کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھیئے...... جو کچھ میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا' بلکہ جو کچھ کہا ہے حق تعالیٰ نے مجھ سے اپنے الہام سے کہلوایا ہے۔ یہ مجھے میرے رب کی وصیت تھی جسے میں نے پورا کیا ورنہ مجھے آپ کی یا آپ کی لڑکی کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ اگر اس الہام کی مدت گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈال دینا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد کی عمر اس وقت ۴۵ سال کے لگ بھگ تھی اور وہ دو بیویوں کے شوہر تھے اس لئے اپنی نوعمر صاحبزادی کے لئے مرزا احمد بیگ کو مرزا غلام احمد کی درخواست برائے رشتہ پسند نہ آئی بلکہ وہ اس قدر ناراض ہوئے کہ انہوں نے مرزا صاحب کا خط ۱۰/مئی ۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں شائع کروادیا' اس کے رد عمل میں مرزا صاحب نے ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء کو ایک طویل اشتہار شائع کیا جس میں علاوہ دیگر باتوں کے آپ نے فرمایا:

''جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰/مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے' وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا ...... یہ لوگ (میرے عزیز) جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے......اور مجھ سے کوئی آسمانی نشان مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی سو وہ قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا' تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے' اس کی زمین ملکیت جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے' نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداس پور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں' چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا' چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا' اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں......اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اس شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح ہمارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا، اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے ڈھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے...... خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا...... خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔'' خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۳۔۱۹۲ روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۲۸۵۔۲۸۷۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۵۷۔۱۵۸ تذکرہ ص ۱۵۶۔۱۵۹۔)

۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے گرد و پیش کے زمانہ میں تذکرہ کے قادیانی مرتب نے مرزا صاحب کے ایک اور الہام کا ذکر کیا ہے جو اس نے کرامات الصادقین (جو ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے) سے نقل کیا ہے۔ الہام عربی میں ہے اور مرتب نے اس کا ترجمہ بھی دیا ہے جو ہم تذکرہ کے ص ۱۶۰ سے نقل کرتے ہیں۔

''اور بتایا کہ ان کی لڑکی کو ان کے حق میں نشان بناؤں گا اور اس کی تعیین کی کہ وہ بیوہ ہو جائے گی اور اس کا خاوند اور اس کا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر جائیں گے اور ان کی موت کے بعد ہم اسے (محمدی بیگم کو) تیری طرف لوٹائیں گے اللہ تعالیٰ کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔''

ترہیب کے ساتھ مرزا صاحب ترغیب سے بھی کام لیتے رہے۔ لکھا ہے ''محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی...... وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا۔ اس لئے حضرت صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا...... بعد میں یہی شخص اور اس کے دوسرے ساتھی اس لڑکی کو دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے'' (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۹۲)

مرزا غلام احمد کے عزیزوں میں ایک مرزا علی شیر بیگ تھے۔ یہ صاحب مرزا صاحب کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔ مرزا صاحب کی پہلی بیوی جسے آپ نہ طلاق دیتے تھے نہ گھر میں رکھتے تھے انہی مرزا علی شیر بیگ کی بہن تھیں' اس کے علاوہ مرزا علی شیر کی بیوی مرزا احمد بیگ کی حقیقی بہن تھیں اور محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی بیٹی تھی۔ مرزا صاحب نے اس خاندان سے فرداً فرداً خط و کتابت کر کے انہیں اپنی تجویز پر رضا مند کرنے کی از حد کوشش کی لیکن چونکہ اسی خاندان کی ایک خاتون کو مرزا صاحب نے باوجود اپنی منکوحہ ہونے کے معلقہ بنا کر میکے بھیج رکھا تھا اور نان نفقہ بھی بند کر کے بے کسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا تھا' اس لئے انہوں نے محمدی بیگم کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور تو اور مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور ان کے بیٹے خصوصاً مرزا سلطان احمد محمدی بیگم کا رشتہ کسی اور جگہ کرنے کی کوشش میں پیش پیش رہے اور ضلع لاہور میں ایک شخص سے نسبت بھی طے کروا دی۔ مرزا غلام احمد کو معلوم ہوا تو ضبط کے سب بندھن ٹوٹ گئے اور انہوں نے درج ذیل اشتہار جاری کر دیا:

''خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے......

باعث تحریر اشتہار ھذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی (محمدی بیگم) کا کسی سے نکاح کیا جائے...... ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا' مگر انہوں نے میرے خط کا جواب نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا... لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ھذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا' اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے' اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے' اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی...... '' (المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ' ۲ مئی ۱۸۹۱ء) (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۱۹۔۲۲۱)

یہ دھمکیاں موثر نہ ہو سکیں تو مرزا صاحب نے سلطان محمد یعنی محمدی بیگم کے منگیتر کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ وہ نسبت توڑ دے' لیکن مرزا صاحب اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

''احمد بیگ کے داماد (مرزا سلطان محمد) کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروانہ کی' خط پر خط بھیجے گئے' ان سے کچھ نہ ڈرا' پیغام بھیج کر سمجھایا گیا' کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا' بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔'' (روحانی خزائن۔ جلد ۹ (انوار الاسلام) ص ۱۰۲۔۱۰۳ بر حاشیہ)

اور پھر مرزا سلطان محمد اور محترمہ محمدی بیگم شادی کے بندھن میں آ گئے۔ یہ واقعہ ۷/اپریل ۱۸۹۲ء کا ہے جو مرزا صاحب کے لئے ایک حادثہ جانکاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس واقعہ کی بدولت دیگر باتوں کے علاوہ مرزا صاحب کی شخصیت کا ایک انتہائی مکروہ پہلو بھی سامنے آیا' یعنی انہوں نے ایک غیر منکوحہ سے اپنے خوابوں کو سجانا شروع کر دیا' کم از کم دو ایسی خوابوں کا انہوں نے تحریری اقرار کیا ہے' جو درج ذیل ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ''۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ بروز دوشنبہ آج میں (مرزا غلام احمد) نے بوقت صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے' اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں' اور وہ پانی لا کر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے' لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی' گویا اس نے کہا یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں' میں نے کہا یا اللہ آ جاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی' اسکے بغلگیر ہوتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فالحمد لله على ذالك.'' (تذکرہ ص ۹۷)

(۲) ۱۴/ اگست ۱۸۹۲ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۳۰۹ھ۔ آج خواب میں میں نے دیکھا کہ محمدی (بیگم) جس کی نسبت پیش گوئی ہے' باہر کسی تکیہ میں معہ چند کس کے بیٹھی ہوئی ہے اور سر اس کا شاید منڈا ہوا ہے اور بدن سے ننگی ہے اور نہایت مکروہ شکل ہے۔ میں نے اس کو تین مرتبہ کہا ہے کہ تیرے سر منڈی ہونے کی یہ تعبیر ہے کہ تیرا خاوند مر جائے گا اور میں نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر اتارے ہیں' اور پھر خواب میں میں نے یہی تعبیر کی ہے اور اس رات والدہ محمود نے خواب میں دیکھا کہ محمدی (بیگم) سے میرا نکاح ہو گیا ہے اور ایک کاغذ مہران کے ہاتھ میں ہے جس پر ہزار روپیہ مہر لکھا ہے اور شیرینی منگوائی ہے اور پھر میرے پاس وہ خواب میں کھڑی ہے۔ (تذکرہ ص ۱۹۸۔۱۹۹)

مرزا صاحب کی پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کے نکاح کے روز سے ڈھائی سال کے اندر اس کا خاوند مر جائے گا اور تین سال کے اندر اس کا باپ احمد بیگ مر جائے گا اور پھر محترمہ محمدی بیگم بیوہ (اور یتیم) ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں گی۔ پیش گوئی کے مد نظر عوام محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت کا انتظار کرنے لگے کیونکہ مرزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے کہہ رکھا تھا:

''مجھے اپنے رب کی قسم' کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے ۔ہم نے خود تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے' میری باتوں کو بدلا نہیں جاسکتا۔'' (تذکرہ ص ۱۶۱ منقول از اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء ملحق بہ آسمانی فیصلہ)

نیز یہ کہ ''یہ درست ہے کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا ہے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵۷۰)

کنواری محمدی بیگم صاحبہ سے تو نکاح نہ ہو سکا اس لئے اب اس کے بیوہ ہونے یعنی مرزا سلطان محمد بیگ کے مرنے کا شدید انتظار ہو رہا تھا تاکہ آسمان پر لکھا ہوا پورا ہو سکے۔ ہوا یہ کہ مرزا سلطان محمد صاحب تو نہ مرے اور مرزا احمد بیگ جنہوں نے سلطان محمد کے بعد مرنا تھا' ستمبر ۱۸۹۲ء میں دار فانی سے رخصت ہو گئے ۔مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ موت ان کی الہامی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے اور سلطان محمد کا وقت آخر بھی اب آیا ہی چاہتا ہے۔

پیش گوئی میں جن دو افراد کے مرنے کا ذکر تھا ان میں ایک مر جائے (اگرچہ ترتیب الٹ ہی تھی) تو ایک عام قسم کے دنیاوی مقابلے میں لوگ کہتے کہ اپریل ۱۸۹۲ء سے ڈھائی سال یعنی اکتوبر ۱۸۹۴ء تک کا انتظار کر لینا چاہیے ۔کیا معلوم مرزا سلطان محمد بھی مر جائے اور مرزا صاحب (کم از کم) اپنی اس پیش گوئی میں سچے ثابت ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے۔لیکن مرزا صاحب کا مقابلہ جس شخص (محمد حسین بٹالوی) سے تھا اسے مرزا صاحب کے کذاب ہونے پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ اس نے اکتوبر ۱۸۹۴ء تک کا انتظار فضول سمجھتے ہوئے مرزا صاحب کو تحریری چیلنج کیا کہ آؤ اور اپنا دعوی ثابت کرو کہ احمد بیگ کی موت تمہاری الہامی پیش گوئی کی وجہ سے ہوئی ہے۔اس سلسلے میں مولانا بٹالوی نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو ایک مفصل خط لکھا جس میں انہوں نے فرمایا:

''آپ جن تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں ان میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ہونے پر میں آپ کو ملہم مان لوں گا' وہ تین الہام یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ دیانند سرستی کی موت کی نسبت الہام۔ شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام' دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام۔ یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی موت والا الہام ہی کسی ایسی مجلس میں سچا ثابت کردیں جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں اور مختلف مذاہب یا آزاد مشرب کے تین منصف موجود ہوں تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا۔

(دیکھئے مولانا کا مکتوب مندرجہ روحانی خزائن (دافع الوساوس) جلد۵ ص ۳۱۰۔۳۱۹)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ۶ صفحات کا طویل خط لکھا لیکن مولانا کے چیلنج کے جواب میں راہ فرار اختیار کرتے ہوئے یہی کہنے پر اکتفا کیا کہ: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی (مرزا احمد بیگ کی موت والی) کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔'' (روحانی خزائن جلد۵ صفحات مذکورہ بالا)

دوسری طرف وقت گذرتا رہا' محترمہ محمدی بیگم کی شادی کو اڑھائی سال گذر گئے' یہ چیلنج بازی ہوتی رہی اور وہ بیوہ نہ ہوئی تو مرزا صاحب نے یہ موقف اختیار کیا کہ احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد ڈر گیا تھا' ڈرنے سے عذاب مؤخر کردیا گیا ہے' تاہم اسے موت آکر رہے گی' محمدی بیگم بیوہ ہوگی اور ان کے نکاح میں ضرور آئے گی' اس موقف کی وضاحت کے لئے انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

''چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان نہیں' اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصہ تھے' پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات...... اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا' جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصے ایک ہی پیش گوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا...... ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں...... ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں' بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں...... اس (احمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیگ) کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی' ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا...... گویا وہ جیتا ہی مر گیا' عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے...... لیکن نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے' لا تبدیل لکلمات اللہ...... (وہ) اس طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں...... اے بدفطرتو' اپنی فطرتیں دکھلاؤ' لعنتیں بھیجو' ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو' لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۳۹)

احمد بیگ کی موت کے بارے میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اسے مولانا بٹالوی کے یکم جنوری ۱۸۹۳ء والے چیلنج اور مرزا صاحب کے فرار کی روشنی میں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب گھر بیٹھے شیر تھے' گھر سے گیدڑ بھبکیاں مارتے رہنا ان کا شیوہ تھا لیکن جب اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ وہ ایسی مجالس میں آئیں جہاں فریقین کی تعداد مساوی ہو اور فیصلہ کرنے کے لئے تین غیر جانبدار منصف موجود ہوں تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ ایسی کسی مجلس میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جہاں تک مرزا سلطان محمد کے (بقول مرزا صاحب) ڈر جانے کے باعث ان پر عذاب یعنی موت کو مؤخر کر دیئے جانے کا تعلق ہے تو مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کے اس موقف کو بھی چیلنج کیا' مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

''ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس (آتھم والی) پیش گوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۶ / اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع کیا گیا تھا چند اعتراض کئے ہیں' جن کا جواب مع تصریح اعتراض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں لکھتا ہوں......قولہ (یعنی بٹالوی صاحب کہتے ہیں) یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا......الجواب (از مرزا صاحب) تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو نزول عذاب ٹل جاتا ہے' بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے...... یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے...... اکابر صوفیہ کا مذہب ہے......(اور پھر اگلے اعتراض کا جواب شروع ہو جاتا ہے' آخر میں لکھتے ہیں)'' ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیش گوئیوں (آتھم اور محمدی بیگم والی) کو پورا کرے گا اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہو گا اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی......اور اگر اے خداوند' یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر......''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۰۶ ـ ۱۱۶) (روحانی خزائن جلد ۹ (انوار الاسلام) ص ۱۱۵ ـ ۱۲۵)

درج بالا اقتباسات مرزا صاحب کے طریق استدلال کا ایک عمدہ نمونہ ہیں' وہ دعویٰ کچھ کرتے ہیں اور دلائل اور طرح کے دیتے ہیں۔ مولانا بٹالوی کا اعتراض تو یہ تھا کہ قرآن میں کہاں مذکور ہے کہ عذاب کا وعدہ آ چکا ہو اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا ہو (جیسا کہ مرزا صاحب سلطان محمد بیگ کے معاملے میں دعویٰ کر رہے تھے) جواب میں مرزا صاحب نے لکھا کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے' دعویٰ کی دلیل میں حوالے دیئے تو بائبل کے اور صوفیا کے اقوال کے' قرآن کریم سے وہ ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکے۔

مرزا سلطان محمد کے ڈر جانے کا دعویٰ بھی واقعتاً غلط تھا جیسا کہ مولانا دلاوری لکھتے ہیں:'' جب مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے مرزا صاحب کی یہ تحریر پڑھی کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا' اس لئے اس کی موت ملتوی ہو گئی تو انہوں نے اس بیان کی تنقیح کا قصد کیا' اس وقت مرزا سلطان محمد راولپنڈی میں سرکاری فوج کے رسالہ میں ملازم تھے' مولوی محمد حسین نے اپنے ایک دوست منشی محمد سعید نقشہ نویس کو خط لکھا کہ مرزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان محمد سے مل کر ان سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ منشی محمد سعید رسالہ میں جا کر اس سے ملے اور ڈرنے کے متعلق ان کے خیالات معلوم کیے۔ انہوں نے ڈر جانے کے دعوی کی صداقت سے انکار کیا اور یہ تحریر لکھ دی: ''میں مرزا غلام احمد کو جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں' اور مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں' سلطان محمد بیگ بقلم خود (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ص ۱۹۱)

یہ خط اشاعت السنۃ میں قادیان کے مسیح صاحب کے حین حیات یعنی اداخر ۱۸۹۴ میں شائع ہوا' لیکن مسیح صاحب نے اس کی کوئی تردید شائع نہیں کی۔ اس کے بعد بھی مرزا غلام احمد صاحب چودہ سال تک اس عبرت کدہ عالم میں موجود رہے لیکن سلطان محمد بیگ کے بیان کی تردید کی کبھی جرات نہ ہوئی۔'' (رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۴)

اس خط کے بعد مرزا سلطان محمد صاحب کے دو اور خطوط مختلف مواقع پر اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوئے جو اگرچہ مرزا صاحب کی موت کے بعد کے واقعات ہیں لیکن چونکہ وہ اسی موضوع سے متعلق ہیں جو زیر بحث ہے (کہ آیا مرزا سلطان محمد صاحب اپنے خسر کی موت کی وجہ سے مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی سے ڈر گئے تھے) اس لئے ہم انہیں بھی ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ پہلے خط میں جو ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء کو اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا' سلطان محمد نے لکھا: ''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی' میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی' نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا' میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔ (سلطان محمد بیگ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اہل حدیث میں اعلان کیا تھا کہ جو مرزائی اس چٹھی کو غیر صحیح ثابت کر دے اسے وہی تین سو روپیہ انعام دیا جائے گا جو میں نے لدھیانہ میں میر قاسم علی مرزائی سے جیتا تھا' اس اعلان پر سب مرزائی دم بخود ہو گئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس کے خلاف لب کشائی یا خامہ فرسائی کرتا۔

(رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۴۔۱۶۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالوی امیر جماعت اہل حدیث پنجاب نے ۱۹۳۰ء میں مرزا سلطان محمد کو خط لکھ کر ان کے حالات وخیالات معلوم کیئے تو مرزا سلطان محمد نے لکھا:

السلام علیکم! میں تادم تحریر تندرست اور بفضل خدا زندہ ہوں' خدا کے فضل سے ملازمت کے دوران بھی تندرست رہا ہوں' میں اس وقت بعہدہ رسالداری پنشن پر ہوں۔ ۱۳۵ روپے ماہوار پنشن ملتی ہے' گورنمنٹ کی طرف سے پانچ مربع اراضی عطا ہوئی ہے' قصبہ پٹی میں میری جدی زمین بھی میرے حصہ میں قریباً سو بیگھ آئی ہے' ضلع شیخو پورہ میں بھی تین مربع زمین ہے (میرا ایک لڑکا) لاہور میں پڑھتا ہے' حکومت کی طرف سے اس کو ۲۵ روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے' دوسرا لڑکا پٹی میں انٹرنس میں تعلیم پاتا ہے' میں خدا کے فضل سے اہل سنت والجماعت ہوں' میں احمدی مذہب کو برا سمجھتا ہوں' میں اس کا پیرو نہیں' اس کا دین جھوٹا سمجھتا ہوں۔

(والسلام' تابعدار سلطان محمد بیگ پنشنر پٹی ضلع لاہور)

یہ خط ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ کے اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ اس اور اوپر والے خطوط سے مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا' لیکن مرزا صاحب ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود گرچہ دروغ گوید کی مجسم تصویر تھے' جھوٹا ثابت ہو جانے پر بھی جھوٹ پورے زور شور سے بولتے جاتے تھے' یہی صورت محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت اور اس کے بعد ان سے نکاح کے دعوؤں میں نظر آتی ہے' جیسا کہ انہوں نے ۱۸۹۶ء کی تصنیف انجام آتھم میں لکھا:

۱۔ ''باقی رہی احمد بیگ کی موت اور اس کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی' سو احمد بیگ تو پیش گوئی کی میعاد کے اندر فوت ہو گیا جس سے ہمارے کسی مخالف کو انکار نہیں' گویا پیش گوئی کی دو ٹانگوں میں ایک ٹانگ ٹوٹ گئی' رہا داماد اس کا' سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از وقت مر گیا' لہٰذا سنت اللہ کے موافق ...... اس وعید کی میعاد میں تخلف ہو گیا ...... میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے' اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۹-۳۱ بر حاشیہ)

۲۔ ''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ کام (مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے نکاح) ہو گیا' یہ کام ابھی باقی ہے' اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے' اس کا وقت آئے گا' قسم خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے' تم دیکھ لو گے' اور میں اس جز کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔''

(اصل عبارت عربی میں ہے' ہم نے اس کا اردو ترجمہ مولانا صفی الرحمٰن اعظمی کی کتاب ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' کے ص ۱۳۳ سے نقل کیا ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۲۳)

۳۔ ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے' اس کا انتظار کرو' اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی اور اگر سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کر دے گا' جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ بر حاشیہ ص ۳۱)

اور مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کرتے ہوئے ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷) میں اپنی کتاب حجۃ اللہ میں مرزا صاحب نے لکھا...... ''پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے' سو میں کہتا ہوں کہ اے نابکار قوم' کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ سن اور سمجھ! کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے' ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق' سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا' اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں...... پس اس وقت اس کا وعدہ پورا ہوگا' جب یہ سب کچھ پورا ہوگا' تب نہ میں بلکہ ہر ایک دانا تم پر لعنت بھیجے گا کیونکہ تم نے خدا کا مقابلہ کیا۔'' (روحانی خزائن حجۃ اللہ جلد ۱۲ ص ۱۵۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۷ ستمبر ۱۹۰۰ء کو انہوں نے اپنی پیش گوئی فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک کی وضاحت میں لکھا: ''یہ پیش گوئی اس نکاح کی نسبت ہے جس پر نادان مخالف جہالت اور تعصب سے اعتراض کرتے ہیں' حالانکہ فقرہ یردھا الیک سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اس عورت کا جانا اور پھر واپس آنا شرط ہے اور بعد اس کے زوجناک ہے کیونکہ اول وہ عورت قرابت قریبہ کی وجہ سے قریب تھی' پھر دور چلی گئی اور پھر واپس آئے گی'' (روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۳۸۲)

۱۹۰۱ء میں ایک عدالتی بیان میں مرزا صاحب نے فرمایا:

''احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے......وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی' مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے......عورت اب تک زندہ ہے' میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ امید کیسی؟ یقین کامل ہے' یہ خدا کی باتیں ہیں' ٹلتی نہیں' ہو کر رہیں گی۔

(الحکم قادیان ۱۰/اگست ۱۹۰۱ص ۱۴) (منقول از ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' ص ۱۳۳-۱۳۴)

۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے فرمایا ''الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور اس (محمدی بیگم) کو تیری طرف لائے گا......وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی' سوایسا ہی ہوگا۔'' (الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء (منقول از ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' ص ۱۳۴)

لیکن:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قارئین! مجھے خدشہ ہے کہ اس موضوع کے نسبتاً پیچیدہ ہونے کے باعث آپ کہیں اکتاہٹ کا شکار ہو کر بھول بھلیوں میں نہ الجھ گئے ہوں' اس لئے میں آخر میں اس بحث کا خلاصہ بیان کیے دیتا ہوں جو یوں ہے:

۱۔ ۱۸۸۱ء میں مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی فرمائی کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی میں دو مرتبہ دولہا بنیں گے' ان کی ایک دلہن کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ یاد رہے کہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت مرزا صاحب کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی اور ان کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھی جس سے مرزا سلطان احمد اور مرزا افضل احمد نامی ان کے دو صاحبزادے بھی موجود تھے۔

۲۔ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو انہوں نے الہامی پیش گوئی ایک اشتہار میں شائع فرمائی کہ اشتہار کے بعد یعنی فروری ۱۸۸۶ء کے بعد ان کے نکاح میں خواتین مبارکہ آئیں گی اور ان سے مرزا صاحب کی اولاد بھی پیدا ہوگی' اس اشتہار کے بعد واقعہ یہ ہے کہ خواتین تو ایک طرف کوئی ایک خاتون بھی ان کے نکاح میں نہیں آئی' ہمیں افسوس ہے مرزا صاحب کے قادیانی مریدوں پر کہ وہ جاں نثاری کے دعووں کے باوجود اپنی جماعت میں سے کوئی جوان اور کنواری عورت تو ایک طرف کوئی عمر رسیدہ' مطلقہ' بیوہ یا معذور عورت تک مرزا صاحب کے نکاح کے لئے پیش نہ کر سکے۔

۳۔ جون ۱۸۸۶ء میں انہوں نے حکیم نور دین کو بتایا کہ انہیں بکثرت الہام ہو رہے ہیں کہ عنقریب ان کی ایک شادی ہونے والی ہے' وہ خاتون پارسا' نیک سیرت اور مرزا صاحب کی اولاد (خصوصاً ایک لڑکے) کی ماں بنے گی۔ مرزا صاحب نے مزید لکھا کہ اس شادی کے بارے میں الہامات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ شادی تقدیر مبرم (نہ ٹلنے والی) ہے' یاد رہے کہ مرزا صاحب کی کوئی شادی اس خط کے بعد نہیں ہوئی' اس لئے نہ صرف ان کی شادی کی الہامی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی بلکہ ایسی شادی سے ایک لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی بھی غلط نکلی۔

۴۔ ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ ہوشیاری کو لکھا کہ اگرچہ انہیں مرزا احمد بیگ سے کوئی غرض ہے نہ اس کی لڑکی محمدی بیگم سے' لیکن وہ الہام کے ہاتھوں مجبور ہو کر درخواست کر رہے ہیں کہ محمدی بیگم کا ہاتھ ان (مرزا صاحب) کے ہاتھ میں دے دیا جائے' انہوں نے یہ بھی لکھا کہ وہ احسان ناشناس نہیں ہیں' وہ اس کرم فرمائی کی قدر کریں گے' مادی اور روحانی طور پر اس احسان کا شکریہ ادا کریں گے' مرزا احمد بیگ اور اس کے عزیزوں نے یہ خط اخبار نور افشاں کے ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے شمارہ میں شائع کروایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اس وقت کے اردگرد مرزا صاحب کو ایک اور الہام ہوا جو بعد میں انہوں نے ۱۸۹۳ء میں شائع ہونے والی کتاب کرامات الصادقین میں شائع فرمایا کہ اگر محمدی بیگم کو ان کے نکاح میں نہ دیا گیا تو ان سے برا کوئی نہیں ہوگا' نہ وہ کھیلیں گے' نہ کھیلنے دیں گے' ان کا الہام کنندہ لڑکی کو بیوہ اور یتیم کرکے مرزا صاحب کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا اور محمدی بیگم ان کے حرم کی زینت بن کر رہے گی۔

۶۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے اب تک کے حالات و واقعات دربارہ پیش گوئی کا خلاصہ ایک اشتہار میں شائع کیا' مرزا احمد بیگ سے اپنے خاندانی روابط' طلب رشتہ کا پس منظر' رشتہ سے انکار کے نتائج اور رشتہ دے دینے کے فوائد گنواتے ہوئے کہا کہ خدا نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ محمدی بیگم انجام کار ان کے نکاح میں آ کر رہے گی' اور خدا کی باتیں ٹالی نہیں جا سکتیں۔

۷۔ ۲ رمئی ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی سے اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد کو اس بنا پر عاق کر دیا کہ وہ اور اس کی تائی محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسری جگہ کروانے کی کوشش میں باوجود منع کرنے کے لگے ہوئے ہیں' ساتھ ہی انہوں نے اپنی پہلی بیوی سے دوسرے لڑکے مرزا فضل احمد کو نوٹس دیا کہ اگر محمدی بیگم کی شادی کسی اور جگہ ہو گئی اور اس نے اپنی بیوی کو (جو محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی بھانجی ہے) طلاق نہ دی تو وہ بھی عاق ہوگا' ساتھ ہی لکھا کہ زمانہ جو چاہے کر لے محمدی بیگم سے ان کی شادی ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گی۔

۸۔ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کا نکاح آسمان پر بقول ان کے محمدی بیگم کے ساتھ خود خدا نے پڑھا دیا۔

۹۔ ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے انجام پائی۔

۱۰۔ ۲۵ رجولائی ۱۸۹۲ء کو خواب میں مرزا صاحب کی ملاقات محمدی بیگم سے ہوئی اور وہ ایک غیر کی منکوحہ سے جو سر سے پیر تک سرخ جالی کا لباس پہنے ہوئی تھی بغل گیر ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ ۱۴/اگست ۱۸۹۲ء کو خواب میں مرزا صاحب کی ملاقات ایک مرتبہ پھر محمدی بیگم سے اس حال میں ہوئی کہ اب کی بار جائی کا لباس بھی مرزا صاحب اور ان کی آسمانی منکوحہ کے درمیان حائل نہیں تھا۔

۱۲۔ اس کے بعد لگتا ہے کہ مرزا صاحب ساری عمر انگاروں پر تڑپتے رہے ہیں' نہ ان کی زندگی میں مرزا سلطان محمد مرانہ سلطان محمد اور محمدی بیگم کے درمیان کسی قسم کی ناچاکی پیدا ہوئی' اس لئے مرزا صاحب اپنے مخالفین کے استہزا کا نشانہ بنے رہے' وہ بار بار کہتے رہے کہ مرزا سلطان محمد اپنے سسر کی موت سے ڈر گیا ہے' اس لئے اس کی موت مؤخر ہوگئی ہے' تاہم موت آئے گی ضرور' (مرزا صاحب کی زندگی میں) اور پھر محمدی بیگم بیوہ ہوکر ان کے نکاح میں آ کر رہے گی' اگر ایسا نہ ہو تو ان سے بڑا جھوٹا کوئی نہ ہوگا۔

۱۳۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو احمد بیگ کی موت ان کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی جیسا کہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے انہیں کیا تھا (دیکھئے مولانا کا مکتوب یکم جنوری ۱۸۹۳ء) نہ ہی مرزا سلطان محمد پر کسی قسم کا خوف طاری ہوا' جیسا کہ اس خط سے ظاہر ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمۃ نے ۱۸۹۴ء کے اواخر میں اشاعۃ السنۃ میں شائع فرمایا' نہ ہی مرزا سلطان محمد نے مرزائیت قبول کی اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے نکلا جیسا کہ ان خطوط سے واضح ہوتا ہے جو اہل حدیث امرتسر میں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۳۰ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع فرمائے۔

۱۴۔ محمدی بیگم مرزا صاحب کے بعد ۵۸ سال تک زندہ رہیں اور نوے برس سے زائد عمر پا کر ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور مرتے وقت انہوں نے وصیت فرمائی کہ کوئی قادیانی ان کے جنازے میں نہ آئے۔ (الاعتصام لاہور ۷/اپریل ۱۹۶۷)

۱۵۔ اس ساری داستان کو مرزا صاحب کے درج ذیل فرامین اور دعاؤں کی روشنی میں پڑھا جائے۔

کسی انسان خاص کر مدعی الہام کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے۔'' (تریاق القلوب طبع اول ص ۱۰۷ طبع دوم ص ۲۶۸ منقول از محمدیہ پاکٹ بک)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ''ہمارا صدق یا کذب جاننے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔'' (اشتہار ۱۰رجولائی ۱۸۸۸ءمندرجہ آئینہ کمالات اسلام طبع اول ص ۲۸۸ طبع دوم ص ۲۳۱ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۲۸۸)

اور ''اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس پیش گوئی کو پورا کرے گا'' (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ص ۳۱ حاشیہ) اور ''اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی' اور میری موت آ جائے گی'' (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ص ۲۹۔۳۱ حاشیہ)

اور ''اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر'' (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۱۵۔۱۱۶)

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر محمدی بیگم کا ان سے نکاح نہ ہوا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگا' مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کیونکہ ۵۷ سال تک اپنے خاوند کے ساتھ صحت و عافیت کی زندگی گزارنا اور خاوند کی وفات کے بعد مزید ۱۷ سال تک اپنے بیٹے بیٹیوں' پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے ہنستے مسکراتے گلشن کی بہاروں سے متمتع ہوکر ۹۰ سال سے زائد عمر میں حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہونا کسی بھی زمانے کے مسلمان معاشرے میں ایک عورت کا برا انجام نہیں سمجھا گیا۔ میں تو اس محترم خاتون کو قادیانیت کے خلاف آیت من آیات اللہ سمجھتا ہوں کہ بلوغ کے بعد جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مفتری علی اللہ ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ اللھم اغفر لھا وارحمھا ۵

قادیانی حضرات کیلئے محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے نکاح کی پیش گوئیوں سے جان چھڑانا مشکل ہے اور وہ ہمیشہ سے ان کی توجیہات میں لگے ہوئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی زندگی میں مرزائی لٹریچر پر بے حد نظر رکھتے تھے اور ہر نئی توجیہ پر تبصرہ فرماتے تھے۔ ذیل میں مولانا کا ایک ایسا ہی تبصرہ نقل کیا جاتا ہے جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

''اخبار الفضل نے آسمانی نکاح کا قصہ پارینہ پھر چھیڑا ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت مرزائیہ اس نکاح کا تصور کر کے بھی شرمندہ ہوتی ہوگی۔ نہ اس لئے کہ یہ نکاح دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ اسکی تشریحات اعیان مرزائیہ نے اتنی مختلف کی ہیں کہ یہ مصرع ان پر صادق آتا ہے

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

سب سے پہلے قادیانی حکیم الامت (خلیفہ نور الدین) نے اس بیمار (مرزا صاحب) کیلئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مرزا صاحب کے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم جس سے مرزا صاحب کا آسمان پر نکاح ہوا تھا) سے خاص محمدی بیگم مراد نہیں تھی بلکہ اس سے محترمہ محمدی بیگم کی لڑکی یا لڑکی کی لڑکی یا اسکی نواسی یا نواسی کی نواسی قیامت تک مراد ہے اور مرزا صاحب (ناکح) سے مراد ان کی ذات نہیں بلکہ ان کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا قیامت تک ہے..... (دیکھئے تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲) آئندہ زمانے میں قیامت تک دونوں طرف سے جس لڑکی اور لڑکے کا باہم رشتہ ہو جائے تو آسمانی نکاح ثابت ہو جائے گا حکیم صاحب نے نسخہ تو عجیب تجویز کیا مگر مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے استاد ذوق نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے کو یہ شعر لکھا ہے۔

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

اس کا دوسرا جواب مفتی محمد صادق صاحب قادیانی نے دیا کہ یہ نکاح مرزا صاحب کی زندگی ہی میں فسخ ہو چکا تھا۔ اب اعتراض کیا؟ یہ دو جواب تو قادیانی جماعت کی طرف سے دیئے گئے۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے اپنا جواب ان کے علاوہ دیا ہے۔ ان کے امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب نے تو صاف تسلیم کر لیا کہ نکاح کی بابت پیش گوئی تھی مگر حق یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ لاہوری جماعت میں ایک صاحب بڑے محقق ہی نہیں بلکہ مدقق ہیں۔ انہوں نے اپنے امیر کے جواب کو ناکافی سمجھ کر از خود ایک ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مدقق کے شایان شان ہے۔ یہ صاحب چونکہ ڈاکٹر ہیں اور آج کل ڈاکٹری میں تشخیص مرض کا ایک نیا طریقہ جاری ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کو ایکس رے کہتے ہیں۔اس عمل سے بیمار کے اندرونی اعضاء کی تصویر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ عموماً سل اور دق کے امراض میں زیادہ مستعمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نکاح مرزا کی اندرونی تصویر یہ دکھائی ہے کہ اس پیش گوئی سے مراد کوئی عرفی شرعی نکاح نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت جو یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کے ذریعے سے انگریزوں کو محمدی کلمہ گو مسلمان بناتی ہے اس سے یہی مراد ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ مسلمان ہوتے ہیں وہ گویا محمدی جماعت میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن گئے ہیں۔مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا جو نکاح آسمان پر ہوا تھا اور دنیا میں ظاہر ہونے والا تھا اس سے مراد یہی ہے کہ انگریز مرزائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ توجیہہ سن کر جلدی میں یہ نہ کہہ دیں کہ یہ توجیہ تو اس شعر کی مصداق ہے۔

چہ خوش گفت سعدی در زرادی الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

ایسے جلد باز معترضین کو پہلے قادیانی لغات اور اصطلاحات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔قادیانی لغت میں دمشق سے مراد قادیان۔خنزیر سے مراد پادری۔یاجوج ماجوج سے مراد اقوام یورپ۔دجال سے مراد انگریز۔خر دجال سے مراد ریل۔اور مریم سے مراد مرزا صاحب ہیں۔غرض قادیان ایسی بستی ہے جہاں سے یہ آواز آتی ہے۔

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر بہشت دیگر و ابلیس دیگر و آدم دیگر

ان چار سابقہ جوابات کو الفضل نے کافی نہ جان کر ایک نیا جواب دیا ہے جو پہلے چاروں سے لطیف تر ہے اور طلبائے مدارس کے لئے بوقت فرصت تفریح کا کافی سامان ہے۔اس لئے ہم اس کو اسی کے الفاظ میں قریباً پورا نقل کرتے ہیں۔الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) کی صداقت کے لاکھوں نشان نظر آ سکتے تھے لیکن خدائی سنت کے ماتحت مخالفین نے اس پر عمل نہ کیا۔احمدیت پر مخالفین کی طرف سے جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے وہ محمدی بیگم والی پیش گوئی کے متعلق ہے' حالانکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مخالفین اس پیش گوئی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ پیش گوئی بھی حضرت مسیح (مرزا) کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔اس پیش گوئی پر جتنے بھی اعتراض کیے جاتے ہیں ہماری جماعت کی طرف سے ان کے دندان شکن جواب دیئے جا چکے ہیں۔لیکن میں اب ایک اور رنگ میں اس پیش گوئی کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

اس پیش گوئی پر غور کرنے سے پہلے مخالفین کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کوئی جھوٹا انسان اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے۔وہ اپنے جھوٹ سے دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تو خوب جانتا ہے کہ میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوں اور جھوٹا مدعی نبوت کبھی اس قسم کی پیش گوئی کرنے کی جرات نہیں کر سکتا جس کا پورا ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو......خدا تعالیٰ کے انبیاء جن کو وہ دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو جو کچھ خدا تعالیٰ کہے' اس کو دنیا تک پہنچا دیتے ہیں۔وہ اس پیغام میں ایک شوشہ نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں۔خدا تعالیٰ کی طرف سے جن مبشرات ومنذرات کی ان کو خبر ملے وہ دنیا کے سامنے کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں خواہ ظاہری نگاہ میں وہ باتیں پوری ہونے والی ہوں یا نہ ہونے والی ہوں۔

پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلی طور پر ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت اپنے ہر قول اور فعل اور تحریر وتقریر میں اعتراض کے پہلو سے بچتا دکھائی دیتا ہے۔کیونکہ اس کی ساری کار روائی میں اس کی اپنی عقل اور سکیم کا دخل ہوتا ہے۔لیکن ایک سچا اور خدا کا مقرر کردہ نبی اس قسم کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔وہ وہی کہتا ہے جس کا خدا اسے حکم دے۔اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اس پیش گوئی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔آپ نے وہی کچھ فرمایا جو ارشاد باری تھا۔لوگوں کے ہنسی مذاق کی قطعاً کوئی پروا نہیں کی۔اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوتا تو ایسی پیش گوئی ہرگز نہ کرتا جس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ پس اس امر سے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) راست باز انبیاء کے زمرہ میں شامل ہیں۔''

(الفضل قادیان۔۱۹ نومبر ۱۹۳۹ء ص ۵)

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) ہمارے ناظرین خواہ کسی مذہب و مشرب میں ہوں' للہ ہمیں اطلاع دیں کہ اس سارے مضمون میں فاضل نامہ نگار نے جواب دیا ہے یا جواب سے جواب ہے۔ عرب کا ایک شاعر اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ تو مجھے کس جرم پر ستاتا ہے۔ اس کا محبوب نہایت معقول جواب دیتا ہے۔

وجودك ذنب لا يقاس به ذنب یعنی تیری ہستی ہی گناہ ہے۔ اس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔

اس جواب کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مضمون نگار کا جواب صحیح ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر علم مناظرہ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ جواب دراصل اس شعر کا مصداق ہے۔

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا   مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

کیوں صاحب! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو دندان شکن جواب دیئے گئے وہ ایسے ہی دندان شکن تھے؟ ہمارے خیال میں وہ جوابات اگر ایسے معقول نہ تھے تو اس سے کم بھی نہیں تھے۔ سارے جواب کی روح رواں یہ فقرہ ہے کہ جھوٹے نبی ایسی پیش گوئی کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ اس کے دل میں یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایسی پیش گوئی کی ہے' جو جھوٹے نہیں کر سکتے لہٰذا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ ہماری دریا دلی دیکھئے کہ ہم آپ کی دلیل کے کسی مقدمہ پر منع وارد نہیں کرتے بلکہ نقض بھی نہیں کرتے۔ ہاں اتنا کہنے کی اجازت چاہتے ہیں (اگر آپ لوگ اس پر توجہ کریں) کہ ایسی پیش گوئی کر دینا ہی اگر سچائی کی دلیل ہے تو اس کے ظہور کے انتظار کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ مرزا صاحب متوفی نے گورداسپور کی عدالت ججی میں بضمن شہادت یہ کہا تھا کہ جس روز یہ پیش گوئی پوری ہوگی آج جو لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اس روز اپنے حال پر روئیں گے۔ جو بات آج نامہ نگار نے کہی ہے کہ نفس پیش گوئی کر دینا ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل صداقت ہے۔ یہی کہہ دیتے۔ پھر کیوں کتاب شہادۃ القرآن میں مسلمانوں کو اس پیش گوئی کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ بقول نامہ نگار مذکورہ خرق عادت پیش گوئی کر دینا ہی مدعی کی صداقت کا نشان ہے۔

قرآن مجید اصولاً نامہ نگار کے خیال کی تردید کرتا ہے جہاں ذکر ہے کہ کفار قرآن مجید کی کی خبروں کو غلط کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا۔

ولتعلمن نباء ہ بعد حین یعنی تم لوگ تھوڑے عرصے کے بعد اس کی خبروں کو صحیح پاؤ گے۔ نامہ نگار مذکور کی طرح یہ نہیں کہا کہ پیش گوئی کی انتہا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ نفس پیش گوئی ہی کافی ہے۔ قادیانی جماعت اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی۔ کیونکہ اس پیش گوئی نے ان کے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے ان کی مختلف حالتوں پر یہ آیت خوب چسپاں ہوتی ہے۔

انکم لفی قول مختلف یوفك عنه من افك

ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت باتیں بنانے میں بڑی ہوشیار ہے۔ مگر مرزا صاحب کی محبت نے ان کو مرزا غالب مرحوم کے اس شعر کا مصداق بنا دیا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

(اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۹ص۔۶۔۵)

مرزا صاحب کے آسمانی نکاح کے بارے میں ان کے معتقدین توجیہات پیش کرنے میں اس کے بعد بھی مصروف رہے ہیں اور مولانا امرتسری بھی ان کے تار و پود بکھیرنے کا کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۴۲ء میں بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مرزائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:۔

''ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں' جو اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔ خود مرزا صاحب نے اس حدیث کو اس مخصوص امر میں پیش کیا ہوا ہے۔ اس لئے ہم یہ حدیث مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس پیش گوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کیلئے رسول اللہ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزوج ویولد لہٗ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ان سیاہ دل منکروں کو ان شبہات کا جواب دے رہے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ حاشیہ)

یہ حدیث نبوی مرزا صاحب کی پیش کردہ ہے۔ اس کا مطلب آپ لوگوں کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مرزا صاحب کا آسمانی نکاح کوئی معمولی نکاح نہیں۔ بلکہ یہ نکاح ایسا عظیم الشان ہے جو مدینہ کے دربار رسالت میں رجسٹری ہو چکا ہے۔ اس کے دو جز ہیں۔ ایک اصل نکاح کا وقوع۔ دوسرے منکوحہ آسمانی سے اولاد پیدا ہونا۔ کیا تم (قادیانی) لوگ بتا سکتے ہو کہ یہ دونوں واقعات جو حدیث میں مذکور ہیں' ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ اگر ہو گئے ہیں تو وہ اولاد کہاں ہے؟......

کس قدر ظلم اور کج روی ہے کہ ایک شخص کو مہدی مسعود اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے صحیح معنی بتانے میں اس کو حکم وعدل کہتے ہیں۔ مگر جب وہ منصب کے ثبوت میں کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے اور اسی دلیل سے اس کا منصب غلط ٹھہرتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتے۔ کوئی قادیانی یا لاہوری ہے کہ مرزا صاحب کے استشہاد کے ماتحت اس حدیث کا جواب دے...... مرزا صاحب نے اس حدیث کو جو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے' آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ گالیاں دو یا بدکلامی کرو' ہم اس سے نہیں رو کتے نہ گھبراتے ہیں۔ ہاں صحیح جواب کے خواستگار ہیں'' (اہل حدیث امرتسر۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۲ء ص ۶۔۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک منذر الہام بابت محمد حسین بٹالوی

محترمہ محمدی بیگم اور مرزا غلام احمد کے ''نکاح آسمانی'' سے متعلق واقعات کے بیان کے بعد ہم مرزا غلام احمد کے ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم کو لکھا تھا۔ یہ خط ہم مرزا غلام احمد کے ''روحانی خزائن'' سے نقل کرتے ہیں۔ مرزا صاحب شیخ الاسلام بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم' نحمدہ و نصلی' الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتوی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے' اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا' لیکن چونکہ آپ کی نسبت مجھے ایک منذر الہام ہوا ہے اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع انسان کو بنی نوع انسان سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب وجوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا اور اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آ جائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں' اسی وجہ سے میں آج رات سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کے لئے کیا کروں' آخر مجھے دل کے فتوے نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی اللہ کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں' کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے۔ اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔ سو عزیز من آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نومیدہ نہ ہوں' وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے' اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے' یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان و عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھے نہ دی' لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دستبردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے' اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک کر رکھا ہے اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعوی کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں با ادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے' اگر آپ مولویانہ جنگ و جدال کو ترک کر کے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دے گا' اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے' مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے' اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے تفصیل پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں' اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے' میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں' ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین 'آمین (الراقم خاکسار غلام احمد قادیان از قادیان ضلع گورداسپور ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء (روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۲۸۹-۲۹۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یہ خط ملتے ہی یعنی یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور سے مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... مرزا غلام احمد قادیانی' خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے' سلام علی من اتبع الهدی' آپ کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا' میں آپ کی ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں' میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں اور اس کا لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں' کیونکہ آپ کے عقائد' آپ کی تعلیمات' آپ کے اخلاق و عادات پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں لہٰذا ان کتابوں' دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں ...... آپ تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں' میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا ...... ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بین الصدق سمجھتے ہیں مثلاً دیانند سرستی کی موت کے متعلق الہام' یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام' یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر (محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ) کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام و امثال ذالك' ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔ تین نہ سہی ایک ہی اپنے خیالی الہام آخری کا (مرزا احمد بیگ والا) جس کو آپ نے اپنے سالانہ جلسہ میں معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے ...... بڑی شد و مد سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔

آپ مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں' ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں' اپنے دریائے رحمت کے جوش و جنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے اس میں بھی آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی سنت قدیم کذب و دھوکہ دہی سے کام لیا ہے' آپ کو رحمت سے کیا نسبت...... آپ پرلے سرے کے بے رحم اور خود غرض جانی اور نفسانی آدمی ہیں' آپ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں توام ہیں' آپ نے اپنے مخالفین اور معترضین کو اس حالت اور وقت میں جبکہ آپ ان کو مخدومی' اخوی کے خطابات سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے' بے حیاء بے ایمان' درندہ' منہ سے جھاگ نکالنے والا کتا' كلب يموت على الكلب' سفلہ' کمینہ وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے' کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہمدردی یہی معنی رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے' اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کا منہ دیکھ رہے ہیں' کیا ہمدردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں' آپ نے کبھی ہاں نہ کی...... پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا' تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لدھیانہ میں جا براجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑا جما کرنا جائز اور بحث کو ٹلانے والے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لدھیانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ اکھاڑا جمانے کا اہتمام کیا اور دہلی' پٹیالہ' لاہور' سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع و اقسام کے اتہام و اکاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا' جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی و بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا...... (اب) آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے' ہم مسلمانوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے' لہٰذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہی۔ ہاں آپ کو کچھ اشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں' دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی' ان شاء اللہ۔ اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے' جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں...... ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں (قادیان) پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب ظاہر کروں ......لیکن اس صورت میں قادیان پہنچنے میں اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہو اٹھا دیں' آپ نے اس ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں بھیجا جائے گا' اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گذاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا۔

آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات و منامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں (شائع کرنے کی) اجازت چاہی ہے' اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعویٰ الہام میں کذاب ہیں' خدا کے الہام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی و حکم ثانی جائز نہیں تو آپ اپنے ملہم ہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ اور اگر کروں گا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا۔ آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازالہ ہو۔ لہٰذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت عام نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں روک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اجازت دیتا ہے شائع کریں...... میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور مع ھذا ابنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعوی کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کر دے اور مجھ سے وہ عذاب اٹھا لے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لا دے... اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم اور قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت و ولایت ثابت کریں۔ اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی...... میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق اور دین اسلام کرے گا' ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا' آپ کا ڈرانا اور دھمکانا عبث وفضول ہے' خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جز سمجھتا ہوں' لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آ جائیں اور حق کے تابع ہو جائیں' آئندہ اختیار ہے' وما علینا الا البلاغ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المبین۔ الراقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ عنہ۔ (روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۳۰۹۔۳۱۰)

اس خط کے جواب میں مرزا صاحب نے ۶ سے زائد صفحات پر مشتمل خط لکھا جس میں باقی سب باتوں کو چھوڑ کر صرف مرزا احمد بیگ کی موت اور اس کی لڑکی محمدی بیگم سے نکاح والی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے اسے سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یاد رہے کہ مولانا بٹالوی نے لکھا تھا کہ یہ کام ایک ایسی مجلس میں ہونا چاہیے جس میں فریقین کے مساوی لوگ ہوں اور تین غیر جانبدار منصف فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرنے کے لئے موجود ہوں' مرزا صاحب اس طرح کی مجالس میں آنا پسند نہیں کرتے تھے اور گھر بیٹھے کاغذی گھوڑے دوڑاتے رہنے کے قائل تھے۔ انہوں نے مولانا بٹالوی کی تجویز کو رد کرتے ہوئے صاف طور پر اپنے خط میں لکھا: ''مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں'' (روحانی خزائن جلد ۵ ص ۳۲۳) اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد قادیانی کا آتھم عیسائی سے مناظرہ

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد نے باقاعدہ مناظرے صرف پانچ کیے ہیں' ایک وہ جو اس نے آریوں (ہندوؤں) سے کیا جس کا ذکر سرمہ چشم آریہ میں ہے' دوسرا وہ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بمقام لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء میں کیا' تیسرا وہ جو مولوی محمد بشیر بھوپالوی (سہسوانی) کے ساتھ بمقام دہلی اکتوبر ۱۸۹۱ء میں کیا' چوتھا وہ جو مولوی عبدالحکیم کلانوری کے ساتھ بمقام لاہور جنوری و فروری ۱۸۹۲ء میں کیا اور پانچواں مناظرہ مرزا غلام احمد نے ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی کے ساتھ بمقام امرتسر مئی و جون ۱۸۹۳ء میں کیا۔ مرزا بشیر احمد مزید لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ دو اور جگہ مباحثہ کی صورت پیدا ہو کر رہ گئی' اول مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بمقام بٹالہ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں' دوسرے مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی کے ساتھ بمقام جامع مسجد دہلی' بتاریخ ۲۰ / اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

(سیرۃ المھدی جلد اول ص ۲۳۹)

سطور ذیل میں ہمارا مقصد اس مناظرے کا ذکر کرنا ہے جو مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم عیسائی سے کیا تھا' تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیرۃ المھدی سے دیئے گئے اس اقتباس پر پہلے ایک اور طریق سے نظر ڈال لی جائے۔

مرزا غلام احمد کے دور کے ہند میں حکمائے امت اور مجددین کی کوئی کمی نہ تھی' عرب وعجم کے شیوخ اور محدثین عصر بھی یہاں موجود تھے' مرزا نے انہیں چیلنج بھی دیئے تھے اور بایں سلسلہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور لدھیانہ کے علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا گنگوہی سے مناظرے کی بات بھی چلی' مرزا کہتا تھا کہ مناظرہ تحریری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو' گنگوہی مرحوم زبانی مباحثہ پر اصرار کرتے تھے' پھر بقول مولوی دوست محمد مرزا نے کہا کہ ''ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص لکھتا جائے اور جب تک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی دوران تقریر نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع کر دی جائیں اور مناظرہ لاہور میں ہو۔ مولانا گنگوہی نے جواب دیا کہ تقریر زبانی ہوگی' لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور حاضرین میں سے جس کسی کے جی میں جو آئے وہ دفع اعتراض اور شک دور کرنے کے لئے بولے گا اور مناظرہ سہارن پور میں ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۳۲۔۲۲۹' مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۲۰۴)

یوں بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی اور مناظرہ نہ ہو سکا' اور جب مرزا صاحب نے لدھیانہ کے عالموں کو چیلنج دیا تو لدھیانہ والوں نے یہ شرائط پیش فرما دیں:

''مرزا قادیانی سرکار سے خود اجازت طلب کرے' اول اپنا اسلام ثابت کرے' ہمارے ساتھ بلا خرچ مکہ معظّمہ چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کرے تاکہ اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو' اگر مرزا کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہے تو عید' جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہو' چونکہ مناظرہ میں دونوں بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے' لہٰذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جائے گا۔'' (فتاویٰ قادریہ ص ۲۱)

اور پھر یہ مباحثہ بھی نہ ہو سکا' بات شرائط کے گورکھ دھندے میں ہی الجھ کر رہ گئی۔

اس پس منظر میں ملاحظہ فرمائیے کہ بقول مرزا بشیر احمد اس کے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلمانوں میں سے کس نے بات کی ہے؟ جو نام اس نے دیئے ہیں ہم پھر لکھے دیتے ہیں' وہ سید نذیر حسین محدث اور اس کے تین شاگردوں مولانا بٹالوی' مولانا سہوانی ثم بھوپالی اور مولانا کلانوری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں۔

چلتے چلتے ہم ایک اور بات کی جانب اشارہ بھی کیے جاتے ہیں' وہ یہ کہ ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض بزرگ جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے ابتدائی دور میں علمائے لدھیانہ کا حصہ بہت نمایاں ہے۔ وہ علمائے لدھیانہ کو دیوبندی یا علمائے دیو بند کے منتسبین گردان کر لدھیانہ والوں کی خدمات اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں' جیسا کہ مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی مرحوم لکھتے ہیں'' اکابر دیوبند کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا اور ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو لدھیانہ کے علماء (مولانا محمد' مولانا عبداللہ' مولانا اسماعیل' نے جو حضرات دیو بند کے منتسبین میں سے تھے) نے فتوی صادر فرمایا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔'' (الرشید'' دیوبند نمبر ص ۶۷۶)

ہم آپ کے سامنے علماء لدھیانہ کے خاندان کے ایک فرد کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں' جو یہ ہے:'' ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولانا عبدالقادر' مولانا سیف الرحمٰن' مولانا محمد' مولانا عبدالعزیز' مولانا عبداللہ اس طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد یا منتسبین میں سے ہیں' یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے' اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا'' (سب سے پہلا فتوی تکفیر'' ص ۲۸)

لدھیانہ کے یہ علماء کیا تھے؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہوئے ایک اور بات بھی آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں' وہ یہ کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد بھی ملتی رہی ہے' اس بات کی وضاحت مولوی سرور شاہ قادیانی کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ اپنے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جن دنوں میں حضرت (مرزا) صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا دعویٰ کیا تھا' میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا' ان دنوں میں حضرت مولوی نور دین صاحب حضرت صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے' چونکہ مولوی صاحب سے میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو' اس لئے میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا' مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں (چینیا نوالی) کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے' تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا اور اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی' آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا' حتیٰ کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں' مولوی صاحب نے فرمایا اچھا میں تیار ہوں' اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا' دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً لاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے (یہ وہی واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کے بعد مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو تار دیا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے۔ ان کو لوٹاؤ یا خود بحث کے لئے آؤ) تاکہ حضرت صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے بغرض تعلیم دیوبند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے ہاں لدھیانہ ٹھہرا' وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی یہیں ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں' ان کے حالات دیکھیں' اس نے کہا مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں' اس لئے میں تو نہیں جا سکتا' لیکن آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتا دے گا۔'' (سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد' حصہ اول ص ۲۷۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سرور شاہ صاحب وہی ہیں جو بعد میں قادیانیوں کے مشہور مناظر ہوئے اور انہی کو قادیانیوں نے مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ اس مناظرے میں سرور شاہ صاحب کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا' جس کا ذکر ہم مناسب مقام پر کریں گے' یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک شخص کو جو بغرض تعلیم دیوبند جا رہا تھا' مرزا غلام احمد کی جانب روانہ کرنے والا لدھیانہ ہی کا ایک مولوی تھا۔

ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد اصل موضوع کی طرف چلیں' جو مرزا غلام احمد کے عبداللہ آتھم عیسائی سے مناظرے سے متعلق ہے۔ اس مناظرے کا منتظم ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک اور جنڈیالہ ضلع امرتسر کا ایک شخص منشی محمد اسماعیل تھا۔ یہ مناظرہ خط و کتابت اور اشتہار بازی کے بعد مئی جون ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں ہوا تھا' ہم اس کا مختصر حال مولانا رفیق دلاوری کی تالیف رئیس قادیان سے ملخصاً بیان کرتے ہیں ' مولانا دلاوری کہتے ہیں: '' جنڈیالہ ضلع امرتسر کے بعض مسلمان وقتاً فوقتاً دین مسیحی کی کمزوریاں دکھا دکھا کر پادریوں کے دانت کھٹے کرتے رہتے تھے' پادریوں نے تنگ آ کر مسلمانان جنڈیالہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا' تو انہوں نے پادریوں کے مقابلہ میں قادیانی صاحب کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے کھڑا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس انتخاب کا علم ہوا تو انہوں نے منشی اسماعیل کے نام خط بھیج کر مسلمانان جنڈیالہ کی اس خود رائی اور کج روئی پر مذمت کی اور بتایا کہ ملحد و زندیق ہونے کے علاوہ مرزا میں اتنی علمی قابلیت نہیں کہ وہ نصاریٰ کے مقابلہ سے عہدہ برا ہو۔ منشی اسماعیل اور دوسرے مسلمانان جنڈیالہ جو خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنسے ہوئے تھے کہنے لگے کہ علمی استعداد کیسی گھٹیا کیوں نہ ہو لیکن مرزا صاحب کم از کم پادریوں کو کوئی آسمانی نشان (معجزہ) دکھا کر ضرور سرنگوں کر لیں گے۔ مولانا محمد حسین مرحوم نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں کا سینکڑوں روپیہ اس مباحثہ کے بہانے سے برباد کر دے گا اور اسے آسمانی نشان دکھانے میں سخت ناکامی ہو گی' اس ہزیمت و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامرادی سے خود تو شرمندہ نہ ہوگا مگر مسلمانان جنڈیالہ کو جو اسے نمائندہ کی حیثیت سے نصاریٰ کے مقابلے میں کھڑا کریں گے یقیناً ذلیل اور شرمسار ہونا پڑے گا۔ لیکن جنڈیالہ کے مسلمانوں نے مولوی صاحب کی ایک نہ سنی اور برابر قادیانی صاحب ہی کے کھڑا کرنے پر مصر رہے۔ اس کے بعد مولانا بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں مسلمانان جنڈیالہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا اے میرے سیدھے سادے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو! قادیانی نے آج تک کس کس مخالف اسلام سے مباحثہ کر کے اس پر فتح حاصل کی؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ کتاب براہین احمدیہ میں حقیقت اسلام کے تین سو دلائل پیش کروں گا' مسلمانوں کا دس ہزار روپیہ کھا گیا مگر اس کتاب میں ایک دلیل کی بھی تکمیل نہ کی۔ کتاب سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں مباحثہ کو محدود کر دیا اور اس کو اپنے باقی ماندہ دلائل پیش کرنے اور اپنی طرف سے ان کی تردید کرنے کا موقع نہ دیا اور نہ خود آریوں کے عقلی دلائل بیان کر کے ان کے جوابات دیئے۔ اسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑ دیا' تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا بھی استیصال نہ کر سکا' اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا مگر شرمناک شرائط اور قیود لگا کر اور لمبی چوڑی میعادیں مقرر کرنے کے باوجود آج تک کوئی نشان نہ دکھا سکا اور ہمیشہ مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اے میرے غفلت شعار بھائیو! ان حقائق پر غور کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے' یا سراسر نقصان؟...... منشی اسماعیل نے مولانا بٹالوی سے دریافت کیا کہ اگر قادیانی امر مناظرہ کا اہل نہیں ہے تو پھر دوسرا کون ہے جو نصاریٰ کا کامیاب مقابلہ کر سکے؟ مولانا بٹالوی نے کہا کہ ایک نہیں بلکہ لاہور' امرتسر اور پنجاب کے دوسرے مقامات میں بہت سے علماء اسلام موجود ہیں جو پہلے سے تقریراً اور تحریراً پادریوں سے مناظرے کر رہے ہیں' اگر پادریوں کو منظور ہو تو ان میں سے جس کسی سے چاہیں خط و کتابت کریں' پادریوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر علمائے اسلام اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں' پادری صاحبان دور کیوں جاتے ہیں' سب سے پہلے اسی خادم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین (محمد حسین) کو اپنا مخاطب بنائیں اور شرائط مناظرہ طے کریں۔

چونکہ مسلمانان جنڈیالہ اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے تھے کہ اگر مرزا صاحب مباحثہ میں پادریوں کو مغلوب نہ کر سکیں گے تو انبیاء و اولیاء کی طرح کوئی معجزہ اور کرامت دکھا کر ہی پادریوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے' اس لئے انہوں نے مولوی محمد حسین کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور مرزا صاحب ہی کو اپنا نمائندہ مقرر کرنے پر مصر رہے' مولوی محمد حسین نے لکھا کہ اہل جنڈیالہ اس حماقت کے جال میں پھنسے ہیں کہ قادیانی کوئی نشان دکھا کر ہی پادریوں کو مطیع کر سکے گا' حالانکہ ان کا یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے' قادیانی کے ہاتھ سے کسی آسمانی نشان کا ظاہر ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً محال ہے' کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کے سوا کوئی نہیں دکھا سکتا' اور یہ حقیقت باتفاق جمہور علمائے ہندوستان مسلم ہے کہ قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے' پس اس کا آسمانی نشان دکھانا بالکل ناممکن ہے۔ اگر اس کو آسمانی نشان دکھانے کی قدرت ہوتی تو وہ آج تک لاکھوں کروڑوں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کر لیتا' اور نہیں تو کم از کم ڈاکٹر جگن ناتھ سول سرجن ملازم ریاست جموں و کشمیر جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی کوئی نشان دکھا کر دائرہ اسلام میں لے آتا لیکن اس سے آج تک ایسا نہ ہو سکا' یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آسمانی نشان اس کے بس کا روگ نہیں۔ (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۵۵۔۱۵۷)

مولانا دلاوری کی اس طویل عبارت کی بنیاد عمومی طور پہ مولانا بٹالوی کی نگارشات ہیں جو اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوئی تھیں' اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ جوں ہی چند ناسمجھ مسلمانوں نے مرزا غلام احمد کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے عیسائیوں کے مقابل کھڑا کرنے کی تجویز پیش کی' مولانا بٹالوی نے فوراً انہیں متنبہ کرنا ضروری سمجھا اور بتایا کہ مرزا تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ اسلام کا دفاع کرنے کا اہل نہیں ہے' اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا علمی مناظرہ کروانا مقصود ہے تو عیسائیوں کے سامنے مرزا کی بجائے کسی مسلمان عالم دین کو رکھا جائے اور اگر مجوزین اور عیسائی اس بات پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضا مند ہوں تو وہ خود اس مناظرے کے لئے تیار ہیں' جنڈیالہ کے لوگ عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کے لئے مرزا صاحب ہی کو کھڑا کرنے پر مصر رہے تو مولانا بٹالوی نے پھر انہیں کہا کہ یہ شخص نہ تو علمی طور پر عیسائیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے' اور نہ ہی کسی آسمانی نشان سے انہیں قائل کر سکتا ہے۔ کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کو ملتے ہیں کافروں کو نہیں۔

قارئین! اس تمام بحث و تمحیص کے باوجود جنڈیالہ والوں نے مرزا کو اہل اسلام کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز ختم نہ کی تو خود عیسائیوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ جس شخص کو اہل اسلام کی اکثریت اپنے سے الگ سمجھتی ہے اسے مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہتے جیسا کہ مارٹن کلارک پادری نے ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار میں لکھا کہ: ''چونکہ علمائے اسلام مرزا غلام احمد کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں' اس لئے ہم ان کو نمائندہ اسلام کی حیثیت سے اپنے مقابلہ پر آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔'' اس اشتہار کے جواب میں قادیانی صاحب نے اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش میں لکھا کہ ڈاکٹر (مارٹن کلارک) صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲ رمئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ میں شائع ہوا ہے' شیخ (مولوی محمد حسین) بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے دھوکا کھایا ہے' یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں' اس لئے خاص و عام کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی و عملی کمالات سے تہی دست ہیں...... (سچائی کا اظہار از مرزا غلام احمد ص ۴) اس کے جواب میں ڈاکٹر مارٹن کلارک نے لکھا......'' چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء آپ (مرزا) کو کسی اسلامی فرقے میں داخل نہیں کرتے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے جس میں تمام اسلامی فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں' ایسی حالت میں آپ اسلام کے مقتدا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آ سکتے۔ جنڈیالہ کے مسلمانوں نے آپ کو پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا لیکن جیسی ان کی عقل ہے اس کو آپ جانتے ہیں' چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں' اس لحاظ سے تو میں اہل اسلام کی طرف سے آپ کو قبول نہیں کر سکتا' تاہم جس حال میں کہ آپ اپنے کو مسلمان قرار دیتے ہوئے مباحثہ پر آمادہ ہیں اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے' آپ کو مباحثہ کی اجازت دی جاتی ہے...... (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۵۹)

مناظرے کی بات چیت کے دنوں میں مرزا صاحب نے مارٹن کلارک کو ایک سفارت بھی بھیجی تھی' وہ لکھتے ہیں: "ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آ کر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر (کلارک) صاحب کی خدمت میں امرتسر بھیجے گئے جن کے نام یہ ہیں' (۱) مرزا خدا بخش (۲) منشی عبدالحق (۷) میاں محمد یوسف (۱۵) میاں محمد اسماعیل وغیرہ" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۹-۴۰۸)

ان تیاریوں کے بعد ہونے والے مباحثے کے دوران یعنی ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر ہی میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے قادیانی کے ساتھ مباہلہ کیا' جو اس بات پر تھا کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے' گویا عیسائیوں سے مناظرے سے پہلے بھی اہل حدیث علماء کرام نے واضح کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد مسلمان نہیں ہے اور اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے اور مناظرے کے دوران بھی اس سے مباہلہ کر کے واضح کر دیا کہ وہ اسے کافر سمجھتے ہیں اور مناظرے کو قادیانیوں اور عیسائیوں کے درمیان سمجھتے ہیں' مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نہیں۔

اس مناظرے کی حسب ذیل شرائط تھیں:

۱۔ مناظرہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے تحریری بمقام امرتسر ہوگا۔
۲۔ عیسائیوں کی طرف سے عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مناظر ہوں گے۔
۳۔ وقت مباحثہ ہر روز صبح ۶ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگا۔
۴۔ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔
۵۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا اور فریقین اپنی اپنی قوم کے پچاس پچاس آدمی اجلاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لا سکیں گے۔ (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۶۰ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۳۷)

یہ مناظرہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی واقع امرتسر میں منعقد ہوا' مرزا صاحب کے معاون حکیم نور دین' مولوی محمد احسن امروہی اور شیخ اللہ دتا تھے---اور پادری ٹھاکر داس' پادری ٹامس ہاؤل' عبداللہ آتھم کے مددگار تھے' یہ مناظرہ ۲۲ رمئی سے ۵ رجون تک یعنی ۱۵ دن جاری رہا' چونکہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کو تپ دق کا عارضہ لاحق تھا اور ۲۹ مئی کو اس کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی تھی اس لئے اس روز وہ نہ آسکا' اس کی جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جوابات لکھوائے' مناظرے کے پندرھویں روز مرزا صاحب نے کہا:

''میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا' معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں' اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا' میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے' وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں' مجھ کو ذلیل کیا جائے' روسیاہ کیا جائے' میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے' مجھ کو پھانسی دی جائے' ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا' زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔''

(اہل حدیث امرتسر ۲۲ رنومبر ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶ بحوالہ جنگ مقدس از مرزا غلام احمد۔)

مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے ساتھ مناظرہ ختم ہوگیا' گویا نتیجے کو پیش گوئی پر منحصر کردیا گیا اور اس بات کا اقرار کرلیا گیا کہ دوران مناظرہ تو عیسائیوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جاسکا' لیکن جب پیش گوئی پوری ہوگی تو دنیا دیکھ لے گی کہ قادیانیوں اور عیسائیوں میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ اس پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ درج ذیل ہے۔

مرزا غلام احمد اور آتھم کا مناظرہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا کی اس پیش گوئی کے ساتھ ختم ہوا کہ ۱۵ ماہ کے اندر جھوٹے کو ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسے موت آجائے گی' پیش گوئی کی میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک تھی۔ اب لوگ انتظار میں لگ گئے کہ دیکھیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے' اسی دوران مرزا کا ایک نہایت قریبی مرید عیسائی ہوگیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا کو شکست ہوگئی ہے اور یہ تبدیلی مذہب مرزا صاحب کی ذلت کا نشان ہے' مرزا صاحب طیش میں آ گئے فرمایا:

''سنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے آدمی جن پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے' ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب اپنا نام یوسف خان رکھوایا ہے' یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خان اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا' پھر وہ کیوں کر عیسائی ہوگیا۔ ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا' ہم نے نہ یوسف کو بہشتی ٹھہرایا نہ کنجیاں دیں' بلکہ اس میں نااہلی کی بو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا...... ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر روز آتے ہیں' پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے' ایسے آدمیوں کے مرتد ہونے سے کوئی بدنتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے' جن کی نظر گزشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں۔ حکم خواتیم پر ہوتا ہے' نہ درمیانی امور پر''

(اشتہار ۲۷ مئی ۱۸۹۴ء منقول از مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۸۔ ۱۳)

یہ محمد یوسف کوئی عام مرزائی نہیں تھا' آپ وہ نام دوبارہ ملاحظہ فرمائیے جن کو مرزا نے اس مناظرے سے قبل بطور سفیران جنگ ڈاکٹر کلارک کے پاس بھیجا تھا' یوسف خان کا نام ان میں شامل ہے' اس طرح نہ صرف یہ کہ یہ شخص مرزا کا انتہائی خاص آدمی تھا' بلکہ اس کا مناظرے کے انتظامات کے موقع پر بطور سفیر جنگ بھیجا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے آخر وقت تک مرزا کا اعتماد حاصل رہا' اس پس منظر میں مرزا کا یہ کہنا کہ ہم نے اس میں نااہلی کی بو پا کر اس پر توجہ کرنا چھوڑ دیا تھا بالکل غلط ہے' اس کے علاوہ مرزا کا ایک سفیر حافظ محمد یوسف تھا' کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس مناظرے کے بعد وہ بھی مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوگیا' آتھم کو البتہ کچھ نہ ہوا' وہ زندہ اور صحت مند رہا جیسا کہ مرزا صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں:

''مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' عنائت نامہ معہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارڈ پہنچا' اب تو صرف چند روز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں' دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے' شخص معلوم فیروز پور میں ہے' اور تندرست اور فربہ ہے' خدا تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچاوے' آمین ثم آمین' باقی خیریت ہے' مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں...... والسلام' خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء (نوٹ از مولف مکتوبات احمدیہ) یہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق ہے' حضرت اقدس (مرزا صاحب) کا ایمان خدا تعالیٰ کی بے نیازی اور استغناء ذاتی پر قابل رشک ہے' آپ کو مخلوق کے ابتلاء کا خیال ہے''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ء ص ۱۲۸ء مولفہ یعقوب علی قادیانی)

یہ خط ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء یعنی میعاد کے اختتام سے صرف تیرہ دن قبل کا ہے' اس کے مطابق آتھم زندہ اور صحت مند تھا اور مرزا صاحب دعائیں کر رہے تھے کہ وہ مر جائے' یہ سلسلہ جاری رہا' تاآنکہ پیش گوئی کا آخری روز آن پہنچا' مرزا بشیر احمد لکھتا ہے۔

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے' آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو' ہم نے یہ وظیفہ قریباً ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا' وظیفہ ختم ہونے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول ص ١٥٩ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ' ص ٣٢٤)

اور مرزا محمود نے ١٩٤٠ء میں فرمایا: ''جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن تھا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں' میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت (مرزا) صاحب ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور بزرگان سلسلہ مسجد میں' اور نوجوان خلیفہ اول (حکیم نور دین) کی دکان میں' اور عورتیں بھی بین کرتی چیخیں مارتی تھیں' جن کی آواز سو سو گز پر جاتی تھی اور ہر ایک زبان پر یہی فقرہ تھا کہ یا اللہ آتھم مرجائے' یا اللہ آتھم مرجائے'

(الفضل ٢٠ جولائی ١٩٤٠ء' الفضل ١٥ اکتوبر ١٩٢٤ء' منقول از فسانہ قادیان' از مولانا محمد ابرہیم کیر پوری ملتان ص ١٤٠)

یہ اقتباسات بتاتے ہیں کہ پیش گوئی کے آخری روز تک آتھم نے ''رجوع الی الحق'' نہیں کیا تھا' تبھی تو مرزا اور اس کی جماعت اس کی موت کے لئے دعائیں اور وظیفے پڑھ رہے تھے۔ محرم کی طرح ماتم ہو رہا تھا اور چیخ پکار کے ساتھ دعائیں جاری تھیں' اگر وہ ''رجوع الی الحق'' کر چکا ہوتا تو بات ختم ہو چکی ہوتی' مرزا کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہوتی' وظیفوں' چلوں' دعاؤں' چیخ پکار کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آتھم آخری روز تک انہی عقائد ونظریات کا حامل تھا جن کے ساتھ اس نے مرزا سے مناظرہ کیا تھا' اگر رجوع ہو چکا ہوتا تو اس کی موت کی شرطیں نہ لگتیں جیسا کہ شیخ یعقوب علی قادیانی لکھتا ہے ''آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں' بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں' ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں' لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ خداوند ہمیں رسوا مت کریو' غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں''

(سیرۃ مسیح موعود از یعقوب علی قادیانی' ص ٧ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ٣٢٥)

اور پھر ٤ ستمبر ١٨٩٤ء آیا اور گزر گیا' آتھم کو موت نہیں آئی' مرزا کے ایک نہایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریبی مرید نے بڑے دکھ اور اضطراب کے ساتھ مرزا کو خط لکھ کر پوچھا' اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہو گئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے' اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا' میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی...... راقم محمد علی خان از مالیرکوٹلہ۔ (خط بنام مرزا صاحب مندرجہ آئینہ حق نما ص ۱۰۰۔۱۰۱ مولفہ یعقوب علی قادیانی منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۲۷)

مرزا صاحب نہ جانے کس مٹی سے بنے ہوئے تھے' آتھم زندہ پھر رہا تھا' میعاد گزر چکی تھی' پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں ''واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی' جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی' وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہو گئی کہ ایک منصف دانا کو بجز اس کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۳) یہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کا اشتہار ہے۔ اور اس میں وجہ یہ بتائی کہ'' دراصل پیش گوئی کے اعلان کے بعد عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی رجوع کر لیا تھا'' (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۲۱۶) خود مرزا صاحب نے بعد میں کہہ دیا'' اس (آتھم) نے اسی مجلس (مباحثہ) میں پیش گوئی سننے کے بعد آثار رجوع ظاہر کئے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۹۳)

اگر عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی یعنی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو رجوع کر لیا تھا تو ۱۵ ماہ انتظار کس بات کا ہوتا رہا' وظیفے کس بات کے پڑھے جاتے رہے' کنویں میں چنے کیوں گرائے جاتے رہے' ماتم اور بین اور دعائیں کس بات کے لئے ہوتی رہیں' جب رستم علی نے اگست میں پوچھا تو جواب میں بتا دیا جاتا کہ انتظار کی کوئی ضرورت نہیں' پیش گوئی پوری ہو چکی ہے' کیونکہ آتھم نے رجوع کر لیا ہے۔ ۲۲۔ اگست ۱۸۹۴ء والے خط میں تو اس کی موت کی دعا کرنے کی درخواست کی جا رہی ہے اور ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد بتایا جا رہا ہے کہ ۱۵ ماہ پہلے ہی رجوع ہو چکا تھا' اس الٹی منطق کے قربان جایئے' مرزا صاحب کا کاروبار ایسے ہی علم الکلام کے سہارے چل رہا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم بتا چکے ہیں کہ آتھم کے ساتھ مرزا کے مناظرے کے دوران مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا سے مباہلہ کیا تھا' اس مباہلے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے شب و روز پر نگاہ رکھتے تھے کہ دیکھئے کس پر خدا کی مار پڑتی ہے' جب آتھم والی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر لعن طعن شروع ہوئی تو مولانا غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد کو لکھا ''آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل و روسیاہ ہوگا' اب بتایئے ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر' مرگ آتھم کی پیش گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی یمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں' جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیش گوئی صحیح نکل آتی ہے لیکن آپ کو اپنی پیش گوئیوں میں ہمیشہ ذلت و نامرادی کی صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے' پیش گوئی کی میعاد گزر چکی' آتھم اب پہلے سے زیادہ قوی' تندرست' صحیح المزاج ہے' تمہاری یہ ذلت و رسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد مولانا غزنوی نے لکھا ''اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کر لو کہ مباہلہ کو پندرہ ماہ گزر گئے' اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر پڑی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا' اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطا کی ہیں جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں اور مرزا کا حال ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مباحثہ امرتسر جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطہ منتخب کیا تھا اور یوسف خان سرحدی جو مدت سے مرزا کا مرید تھا اور محمد سعید خالہ زاد بھائی مرزا کی بی بی کا یہ سب عیسائی ہو گئے'' (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۹۰-۱۹۱)

مولانا غزنوی کا یہ اشتہار بروایت مولانا دلاوری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کی تاریخ درج تھی۔ اس میں جس اسماعیل کا ذکر ہے یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی شخص ہے جس نے مولانا بٹالوی کے منع کرنے کے باوجود مرزا کو مناظرے کے لئے تجویز کیا تھا' اس کا عیسائی ہو جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابلہ میں قادیانیت شکست کھا گئی تھی' محمد یوسف خان اور حافظ یوسف نامی سفراء کے مرزائیت سے نکل جانے کے بعد اسماعیل کا عیسائی ہو جانا مرزا کے منہ پر ایک بہت سخت طمانچہ تھا' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو دل سے نہیں لگاتے تھے' بس اپنی کہے جاتے تھے۔

جو شخص دنیا میں آیا ہے' اس نے واپس بھی جانا ہے' آتھم بھی اس دنیا سے رخصت ہوا لیکن کب؟ یہ بات مرزا صاحب کی زبانی سنیئے' وہ کہتے ہیں "مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے" (انجام آتھم ص ا)

اور جب جولائی ۱۸۹۶ء میں آتھم مر گیا تو مرزا صاحب کو توجیہیں پیش کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا' وہ لکھتے ہیں "ہمارے مخالفوں کو اس میں شک نہیں کہ آتھم مر گیا' جیسا کہ لیکھرام مر گیا' اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا' لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا' اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا' اب اس کی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنے کی حاجت۔ بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں ہے اور کس شہر میں بیٹھا ہے" (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۵ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۲۷۔)

اور ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں "اس بات پر زور دینا کہ وہ (آتھم) میعاد کے اندر نہیں مرا' کس قدر ظلم اور تعصب ہے" (روحانی خزائن جلد ۲۲۔ ص ۱۹۴)

یہ مرزا صاحب کا جدید اور انوکھا علم کلام تھا کہ مر تو گیا' کیا ہوا کہ پیش گوئی کے اندر نہیں مرا' بھلے آدمی پھر پیش گوئی کا کیا مطلب' مرنا تو ہر ایک نے ہے' کسی نہ کسی روز' بس ان کی منطق عجیب تھی' جیسا کہ مولانا امرتسری لکھتے ہیں"۔

قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے' ان کے نزدیک ۱۵ اور ۲۴ ایک ہی ہوتے ہیں' ناظرین حیران ہو کر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس طرف اشارہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم (عیسائی پادری) کی موت کے متعلق پندرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہیہ پیش گوئی کی تھی مگر اس کی زندگی اس سے متجاوز ہوگئی تو مرزا صاحب نے من جملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ کسی شخص کے حق میں پیش گوئی کی جائے کہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہو جائے گا' اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہو جائے تو کیا حرج ہے' وقوعہ تو ہوگیا' وقت کی پابندی کیا چیز ہے' (حقیقۃ الوحی) ناظرین کرام اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیش گوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔"

(اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۴۰ ص ۷)

ایک دوسری جگہ مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ ڈپٹی آتھم مقررہ میعاد سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے' گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہوگیا' اس کے باوجود مرزا صاحب کا کمال دیکھئے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟ سنو! اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم (مرزائیوں) سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا صاحب کہاں ہیں تو تم کیا جواب دو گے؟"

(اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ ص ۵۔۶)

آگے بڑھنے سے قبل ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا تھا یا نہیں؟ وہ خود باقی ماندہ عمر یہی کہتا رہا کہ جو کچھ وہ پہلے تھا اب بھی وہی ہے' لیکن مرزا صاحب اصرار کرتے رہے کہ اس نے رجوع کر لیا تھا' اس لئے بچ گیا۔ ہم مرزا صاحب کا ایک فرمان آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان کا اصرار مصنوعی تھا' وہ جھوٹ پر تھے اور آتھم نے "رجوع الی الحق" نہیں کیا تھا۔ یہ بات انہوں نے مغضوب اور ضال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات میں لکھا ہے "مغضوب علیھم کا آخر موت ہے' اسی طرح والضالین کی بھی آخر موت ہے' مگر آہستہ آہستہ' کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا' بھٹکتے پھرنا' ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں۔ لیکھرام (ہندو) مغضوب علیہ تھا' اور آتھم ضال' کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔" (ملفوظات جلد ۴ طبع نومبر ۱۹۸۴ء ص ۸۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا کا یہ ملفوظ اس بات پر دلیل ہے کہ خود مرزا کے نزدیک آتھم ضلالت اور گمراہی کی حالت میں مرا ہے اور اس نے ''رجوع الی الحق'' نہیں کیا۔ اور جب وہ رجوع نہ کرنے کے باوجود پیش گوئی کی میعاد (۴ ستمبر ۱۸۹۴ء) کے اندر مرا بھی نہیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء

قارئین! آتھم کا معاملہ مرزائیوں کے گلے میں پھانس کی طرح اٹکا ہوا ہے' مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس معاملے میں مرزائی مناظروں کو آڑے ہاتھوں لیا تھا اور جب وہ شکست کھا کر واپس قادیان پہنچے تو مرزا صاحب کئی روز تک ان کی دلجوئی میں مصروف رہے' یہ ۱۹۰۲ء کی بات ہے اور ہم اس کی تفصیلات اس کے اپنے مقام پر عرض کریں گے' اس وقت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آتھم والی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو انہوں نے ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب انجام آتھم لکھ کر اس میں کچھ علماء و مشائخ کو مباہلہ کی دعوت دے دی' اس چیلنج میں جن کو مخاطب کیا گیا تھا وہ بزرگ تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام کے حامل ہیں' اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے نام بھی ہماری کتاب کا حصہ بن جائیں' ناموں کی ترتیب وہی ہے جو مرزا صاحب نے دی:

مولوی نذیر حسین دہلوی' شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ' مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی محمد لدھیانوی' مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ' سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ' مولوی احمد اللہ امرتسری' مولوی ثناء اللہ امرتسری' مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالواحد غزنوی' مولوی عبدالحق غزنوی' محمد علی بوپڑی واعظ' مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور' مولوی عبداللہ ٹونکی' مولوی اصغر علی لاہور' حافظ عبدالمنان وزیر آباد' مولوی محمد بشیر بھوپالی' شیخ حسین عرب یمانی' مولوی محمد ابراہیم آرہ' مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ' مولوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتشام الدین' مولوی محمد اسحاق اجراوری' مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنؤ فرنگی محل' مولوی محمد فاروق کانپور' مولوی عبدالوہاب کانپور' مولوی سعید الدین کانپور' رامپوری' مولوی حافظ محمد رمضان پشوری' مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ' مولوی رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد' مولوی ابوالانور نواب محمد رستم علی خان چشتی' مولوی عبدالموید امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر' مولوی محمد حسین کوٹلہ والا دہلی' مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ' مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارنپور' مولوی احمد علی صاحب سہارنپور' مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور' قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی' مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل' مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور' مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقع لال مسجد بنگلور' مولوی محمد امین صاحب بنگلور' مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور' مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور' مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور' مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور' مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباری علاقہ بنگلور' مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ' مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر' مولوی احمد صاحب گنجوری حال دہلی خاص جامع مسجد' مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراشخانہ' مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور' مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک' مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا' مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند۔

مباہلہ کے اس چیلنج اور مدعو علماء کا ذکر کرتے ہوئے مرزائی مورخ دوست محمد لکھتا ہے: ''حضور نے خدا کے حکم سے اس سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر مخالف علماء اور سجادہ نشینوں کے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی' گو مباہلہ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر ثابت نہیں ہوئے' چنانچہ ۱۹۰۶ء تک ان مخالفین کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور باون میں سے بیس زندہ تھے اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار تھے' آپ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری سلسلہ کے عروج کا مشاہدہ کرنے کے لئے لمبی دیر تک زندہ رہے" (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۳۸۵)

اور مرزا صاحب کے چوتھے جانشین مرزا طاہر صاحب نے اس معاملے کا ذکر ایک حالیہ درس قرآن میں کیا ہے جس کی رپورٹ الفضل میں یوں دی گئی ہے:

"درس قرآن نمبر ۲۵ مباہلہ سے متعلق مضمون جاری رہا' حضور (مرزا طاہر) نے بتایا کہ یہاں نساء نا و نساء کم سے مراد بیویاں نہیں بلکہ قوم کی عورتیں مراد ہیں' حضرت مسیح موعود کے مباہلوں کی کیفیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور انور (مرزا طاہر) نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں ۱۰۶ لوگوں کے نام بنام مباہلہ کا چیلنج ایک لسٹ میں شائع کیا گیا' ان کے نام انجام آتھم میں جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی موجود ہیں' ان میں ۵۶ مولویوں اور ۴۸ بڑے بڑے پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام تھے' آپ نے تحدی اور جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہونگے' ان میں آمنا سامنا ضروری قرار نہیں دیا' اپنا مسلک ان پر اچھی طرح کھولا' چیلنج کے ساتھ ایک سال کی شرط نہ تھی اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی' حضور نے فرمایا ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف ۲۰ لوگ باقی رہ گئے تھے' یعنی دو تہائی مر گئے اور باقی ماندہ بھی آپ کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے اور چند بچے' ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو"

(مختصرات مرزا طاہر احمد الفضل لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

ہم مباہلہ کے مدعوین والی فہرست میں شامل سب حضرات کی تاریخ وفات سے آگاہ نہیں ہیں تاہم یہ جانتے ہیں کہ حاجی عابد حسین دیوبندی اس چیلنج کے شائع ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے' حاجی عابد حسین کی تاریخ وفات ۱۴ نومبر ۱۸۹۴ء (جمادی الاول ۱۲ ۱۳۱ھ) ہے' نہ معلوم مرزا صاحب نے ان کو ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا چیلنج کیوں دیا تھا؟

ہمیں معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے اس چیلنج کے بعد یا دوران جناب سید نذیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین محدث (ف ۱۹۰۲ء) مولانا گنگوہی' مولانا محمد لدھیانوی' مولانا عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی سعداللہ نومسلم' مولوی غلام رسول عرف رسل بابا (ف ۱۹۰۲ء) مولوی غلام دستگیر قصوری (ف ۱۸۹۶ء) مولوی محمد ابراہیم آروی وفات پا گئے تھے' اور بھی ہونگے جو فوت ہو چکے ہوں' لیکن کچھ لوگ مرزا صاحب کی وفات کے وقت یقیناً زندہ تھے' جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں' مولانا بٹالوی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا احمد اللہ امرتسری (ف ۱۹۱۸ء) مولانا ثناءاللہ امرتسری (ف ۱۹۴۸ء) مولانا عبدالجبار غزنوی (ف ۱۹۱۳ء) مولانا عبدالواحد غزنوی (جو مولانا عبدالجبار کے بعد ۱۹۳۰ میں فوت ہوئے) مولانا عبدالحق غزنوی (ف ۱۹۱۸ء) مولانا محمد علی بوپڑوی' (ف ۱۹۲۴ء) حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (ف ۱۹۲۴ء) مولانا محمد بشیر سھسوانی (ف ۱۹۱۶ھ) شیخ' حسین عرب محسن یمانی (ف ۱۹۱۰ء) مولانا محمد رمضان پشاوری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۳۳۵ھ)

قارئین! یہ لوگ تو وہ ہیں جو سید نذیر حسین مرحوم کے شاگرد ہیں' یا ان کے معاصر اہل حدیث ہیں' ان کے علاوہ اور لوگ بھی زندہ ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ مباہلہ چونکہ ہوا نہیں تھا اس لئے اس چیلنج کے بعد مرنے یا زندہ رہنے والے کسی کے کذب کا نشان نہیں ہیں۔ لیکن مرزائی خود ہی زیر دام آ رہے ہیں' جب وہ فہرست میں شامل ان افراد کی موت کو جو مرزا کی زندگی میں وفات پا گئے تھے اپنی صداقت کا ثبوت بتاتے ہیں' جیسا کہ روحانی خزائن کا مرتب لکھتا ہے: ''انجام آتھم میں حضور نے جن ۶۴ سے زائد علماء اور گدی نشینوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا حقیقۃ الوحی کی تصنیف تک ان میں صرف ۲۰ زندہ تھے اور وہ بھی طرح طرح کے ابتلاؤں اور خدائی غضب کا نشانہ بن کر حضور کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی تصدیق کر رہے تھے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) صفحہ ب)

اور مرزا طاہر نے کہا کہ مرزا غلام احمد نے تحدی' جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ فہرست میں داخل مخالفین اس کی زندگی میں ہلاک ہوں گے' بایں صورت کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم بچ جانے والوں کو اللہ کی نشانیاں تصور نہ کریں کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد ان کی زندگیاں اس تحدی اور جلال کا مذاق اڑاتی رہی ہیں۔ مرزا طاہر کہتا ہے کہ جو بچ گئے نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو' کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ' مولوی عبدالحق غزنوی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی رمضان پشاوری وغیرھم دل سے مرزائی ہو گئے تھے؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

اگر ایسی بات ہے تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے عمر بھر مناظرے کس بات پر ہوتے رہے اور غزنویوں کو گالیاں کس جرم میں دی جاتی رہی ہیں؟

یہ بھی کیا خوب ہے کہ دوست محمد شاہد کہتا ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ مرزائیت کا عروج مشاہدہ کرنے کے لئے زندہ رکھے گئے۔"

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

یعنی جو مر گئے وہ بھی آپ کی صداقت کی نشانی اور جو بچ گئے وہ بھی صداقت کی نشانی' تو پھر پیش گوئی کیا تھی؟ چیلنج کس بات کا تھا؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچ جانے والے کسی نہ کسی بلا میں گرفتار تھے تو کسی دوسرے کا ذکر کرنے کی بجائے خود مرزا صاحب کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہوتا' وہ تو کہتے ہیں کہ انہیں رات کو یا دن کو سو سو مرتبہ پیشاب آتا تھا۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۱۔۳)

یعنی اگر رات کو اوسط دس گھنٹے شمار کر لیا جائے تو ہر چھ منٹ کے بعد انہیں بیت الخلا جانا پڑتا ہوگا' کیا اس سے بڑی کوئی بلا بھی ہو سکتی ہے' کہ وہ بیت الخلا جائیں' ایک دو منٹ فراغت میں لگ جائیں' واپس آئیں تو ۴'۵ منٹ بعد دوبارہ یرجع الی اصلہ کا نمونہ بن جائیں۔ نیند گئی' آرام گیا' کی صورت بنے ہوئے مرقع عبرت مرزا صاحب اپنا بستر ہی شاید بیت الخلا میں لگا لیتے ہوں گے کہ کون بار بار اٹھ کر آتا رہے' اور کیا ان کی رحلت کا واقعہ اس بلا ہی کی ایک شکل نہیں بن گیا تھا؟

ایک مرتبہ ہمارے ایک بزرگ نے ہمیں کہا کہ ہم انجام آتھم کے ان صفحات کا مطالعہ کریں جہاں ان لوگوں کے نام درج ہیں جن کو مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباہلے کا چیلنج دیا تھا' اور پھر فیصلہ کریں کہ ان میں اکثریت مقلدین کی ہے یا غیر مقلدین کی۔

ہم نے انجام آتھم کے متعلقہ صفحات دیکھے' وہاں دو فہرستیں ہیں' ایک علماء کے اسماء گرامی پر مشتمل ہے اور دوسری سجادہ نشینوں پر۔ پہلی فہرست میں ۵۵ سے زائد نام ہیں اور دوسری میں شاید ۴۸۔ یہ لوگ کون تھے؟ دوسری فہرست کا معاملہ تو بہت سادہ ہے' کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ مزاروں اور گدیوں کے سجادہ نشینوں کی فہرست میں اہل حدیث حضرات کا کیا کام؟ تاہم اس فہرست کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فہرست میں موجود سب لوگ ۱۸۹۶ء میں مرزا غلام احمد کے مخالف اور تحفظ ختم نبوت کے کاروان میں شامل نہیں تھے' ان میں ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو اس وقت مرزا صاحب کے دعاوی کا مصدق تھا۔ ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو ۱۸۹۶ء میں (بلکہ کچھ عرصہ بعد تک بھی) مرزا صاحب کی حمایت یا مخالفت کے بارے میں گومگو کا شکار تھا' اور ایک ایسا پیر بھی فہرست میں موجود ہے' جو اس چیلنج (۱۸۹۶ء) کے کئی سال بعد بھی لوگوں کو مرزا غلام احمد کی مخالفت سے باز رکھنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔ پہلا پیر چاچڑاں کا خواجہ غلام فرید ہے' اس کے متعلق مرزا غلام احمد لکھتا ہے ''کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لئے آپ کے گاؤں میں پہنچے جیسا کہ کتاب اشارات فریدی میں خواجہ صاحب نے خود یہ حالات بیان کئے ہیں اور بعض غزنویوں کا بھی خواجہ صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا مگر آپ نے کسی کی بھی پروانہ کی اور خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے۔

(روحانی خزائن (حقیقۃ الوحی) ص ۲۱۵۔۲۱۶)

اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ حال ہی میں الفضل میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: ''خواجہ غلام فرید صاحب وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے کھلے لفظوں میں آپ (مرزا صاحب) کی تصدیق فرمائی' چنانچہ انہوں نے دعوت مباہلہ کا اشتہار ملتے ہی ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ مطابق جنوری ۱۸۹۷ء کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) کے نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی میں عقیدت مندی کے جذبات سے مکتوب بھیجا کہ مباہلہ کا سوال ہی کیا ہے' میں تو ابتداء ہی سے حضور کی تعظیم کرتا ہوں تا کہ مجھے ثواب حاصل ہو' اور کبھی میری زبان پر تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے سوا آپ کے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا...... یہ خط چھپا تو پہلے مولوی...... غلام دستگیر صاحب اور پھر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب ان کے گاؤں پہنچے اور غزنوی خاندان کے بعض علماء نے انہیں مکذب بنانے کے لئے خطوط بھی بھجوائے' مگر آپ چونکہ بزرگ اور پاک باطن تھے' اس لئے آپ نے کسی کی پروانہ کی اور ان خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا''

(الفضل انٹرنیشنل ۵۔۱۱/اپریل ۱۹۹۷ء ص ۱۳)

ان پیر صاحب نے رجب' شعبان' اور شوال ۱۳۱۴ھ میں یکے بعد دیگرے تین خطوط مرزا صاحب کو تحریر فرمائے جو مرزا غلام احمد کی کتاب سراج منیر میں موجود ہیں' ان خطوط میں پیر صاحب نے مرزا صاحب کو مجموعہ محاسن بیکراں' مجتمع اوصاف بے پایاں' مکرم و معظم برگزیدہ خدائے احد' معارف پناہ' حقائق نگاہ' شریعت انتباہ' المستظہر باللہ وغیرہ خطابات سے یاد کیا ہے۔ یہ پیر صاحب ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا خطوط لکھنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے مرزا صاحب سے بے زاری کا اظہار فرما دیا تھا' خدا کرے کہ ایسا ہی ہوا ہو' اور اس وقت صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ جب مرزا صاحب نے ان کا نام ۱۸۹۶ء والے اشتہار مباہلہ میں شامل کیا تھا اس وقت وہ مرزا صاحب کے مکذب نہیں تھے۔

دوسرے پیر گولڑہ کے جناب مہر علی شاہ تھے' ان کی سوانح عمری میں مولوی فیض احمد صاحب نے لکھا ہے:

''مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیرو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا' دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لئے مامور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہوں' آپ اس مشن میں میری اعانت کریں' حضرت نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا' آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔''

(مہر منیر ص ۲۰۶)

یہ تحریر بتا رہی ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرزا صاحب کو مامور من اللہ اور مسیح تو نہیں مانتے تھے لیکن ان دعاوی کے باوجود وہ مرزا صاحب کو مسلمان ہی سمجھتے تھے' کافر نہیں' تبھی تو انہیں تبلیغ اسلام پر توجہ مرکوز رکھنے کی ہدایت فرما رہے تھے کیونکہ ایک غیر مسلم کا تبلیغ اسلام سے کیا تعلق۔ نیز یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ پیر صاحب نہ صرف خود کاروان تحفظ ختم نبوت میں اس وقت تک شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس میں شمولیت سے منع کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنی کتاب شمس الهدایت (جو ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے) میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میری توجہ ان حقائق و معارف کی طرف دلائی گئی تھی جو تالیفات (مرزا) مثل ازالہ اوہام' دافع الوساوس اور ایام صلح میں مندرج ہیں' مگر میں علمائے کرام کو ان کی لعن طعن سے بدیں وجہ روکتا رہا کہ خلاف شعار اسلام ہے'' (مہر منیر ص ۲۲۳)

ایام صلح نامی کتاب ۱۸۹۹ء کی تصنیف ہے اور یہ تحریر بتاتی ہے کہ اس اور اس سے پہلے کی کتابوں میں مندرج مرزا صاحب کے عقائد و نظریات سامنے آنے کے باوجود پیر صاحب نہ صرف خود مرزا صاحب کے خلاف سرگرم نہیں ہوئے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے' اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ بھی مہر منیر کے مصنف کی زبانی سنیئے:

''ملفوظات طیبات میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم رویا میں آنحضرتؐ نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔''

(مہر منیر ص ۲۰۳)

یعنی حضور رسالتمآبؐ کو خود اس معاملہ میں مداخلت کرنا پڑی جس کے نتیجے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی حضور نبی کریمؐ سے عالم رؤیا میں حکم ملنے کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب تو کاروان تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو گئے اور انہوں نے تحریری و تقریری محاذ پر قابل قدر خدمات شروع کر دیں' لیکن اس پر ایک اور پیر صاحب ان سے ناراض ہو گئے' ان کا نام خواجہ اللہ بخش تونسوی ہے۔لکھا ہے:

''حضرت پیر مہر علی شاہ کے کسی معاصر نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں جا کر کہا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف دیوبندی علماء سے علم حاصل کر آئے ہیں' اور مولویوں کی طرح مرزا قادیانی سے الجھ پڑے ہیں' ورنہ صوفیا کو مناظروں سے کیا واسطہ؟ چنانچہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ان باتوں کا ذکر تونسہ شریف کے عرس پر حضرت ثانی سیالوی سے فرما کر غالباً یہ بھی کہا کہ آپ کے شاہ صاحب (یعنی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ) یہاں کبھی نہیں آئے' حضرت ثانی نے سیال شریف کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہ عالم سے یہ سارے واقعات بیان فرما کر مشورۃً کہا کہ تونسہ شریف بھی حاضری دے آئیں کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی طبع پر کچھ بار معلوم ہوتا ہے جس کا رفع کرنا ضروری ہے' حضرت نے کہا کہ میں یہیں سے چلا جاتا ہوں...... (تونسہ پہنچنے پر) تحصیل کے قریب والی سرائے میں جہاں عام لوگ ٹھہرتے تھے' آپ کے قیام کا انتظام کیا گیا' حضرت خواجہ اللہ بخش سے پہلی ملاقات سرسری طور پر نماز کے بعد ہوئی اور اس میں رسمی سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی' اگلے روز مجلس میں ملاقات پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: ''سائیں کیویں آئے وے؟'' یعنی صاحب کیسے آنا ہوا' آپ نے فرمایا' از خود نہیں آیا بھیجا گیا ہوں' اور پیرزادہ کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں' خواجہ صاحب نے تعلیم کے متعلق سوال کیا کہ کیا کچھ پڑھا ہے' اور کہاں سے پڑھا ہے؟ جب جواب دیتے ہوئے دورہ حدیث کے ضمن میں حضرت نے اپنے استاد مولانا احمد علی سہارنپوری کا نام لیا تو خواجہ صاحب بولے' وہ تو بہت بڑا وہابی تھا' حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے' وہ بہت بڑے حنفی تھے۔البتہ صوفیائے کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے' حضرت کے قادیانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظرات کے متعلق خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا میں اس امر میں معذور ہوں' کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں اگر کوئی اور صاحب علم ان کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے' بصورت دیگر میرا سکوت نامناسب ہے' اگر مسلمان ہی نہیں رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے۔''

(مہر منیر ص ۳۰۴۔۳۰۵)

اس اقتباس سے بعض لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہییں کہ جس ماضی اور جن اکابر پر وہ فخر کرتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے' ان کے اتنے بڑے بڑے بزرگ شروع میں نہ صرف کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے بلکہ کاروان کے غبار سے بھی خود کو دور رکھنا چاہتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی ایسی ہی تلقین کرتے تھے' وہ تو بھلا ہو چند بے سروسامان اہل حدیث علماء کا جو قلت تعداد' قلت سامعین اور قلت وسائل کے باوجود نہ صرف اٹھ کھڑے ہوئے تھے بلکہ برسوں اکیلے ہی مرزا کا ناک میں دم کیے رہے۔

خواجہ اللہ بخش تونسوی' پیر مہر علی شاہ صاحب سے درج بالا ملاقات کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گئے تھے اور ہمیں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ ملاقات اور وفات کے درمیانے عرصہ میں انہوں نے مرزا کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ لیا ہو' اگر ایسا ہوا بھی ہو تو یہ ۱۹۰۰ء (یعنی ملاقات) کے بعد کی بات ہوگی اور انجام آتھم والا اشتہار مباہلہ تو ۱۸۹۶ء کی بات ہے' جس وقت وہ یقیناً کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے۔

بعض مشائخ وسجادہ نشینوں کا حال ۱۹۰۰ء تک ہی نہیں بلکہ اس کے بہت بعد تک بھی درست نظر نہیں آتا' الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ (یعنی مرزا کی موت کے بعد) میں ایک دیوبندی بزرگ کا خط مولانا اشرف علی تھانوی کے نام درج ہے' اس میں مکتوب نگار لکھتے ہیں:

''سہارنپور کی طرف کوئی جگہ ساڈھورا ہے' وہاں کے بعض مشائخ درپردہ قادیانی ہیں' ان کے ماننے والے بہت ہیں۔'' (ص ۳۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے سجادہ نشین خواجہ حسن نظامی (جو پیر مہر علی شاہ صاحب سے بھی بیعت تھے) کے متعلق فیض احمد نے مہر منیر میں لکھا ہے: ''خواجہ صاحب اپنے رسالہ منادی میں ہمیشہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنا شیخ طریقت تسلیم فرماتے رہے .... خواجہ صاحب بے حد روادار طبیعت اور مرنجان مرنج قسم کے انسان تھے' ابتداءً قادیانیوں کے حق میں نرم خیالی کے باعث علماء میں معتوب تھے۔ (مہر منیر ص ۲۹۳)

اور تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ''۲۹۔ اکتوبر (۱۹۰۵ء) کو شاہ نظام الدین صاحب محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ' کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں کے سجادہ نشینوں میں سے صاحبزادہ سید غلام معین الدین نظامی کے علاوہ خواجہ حسن نظامی صاحب بھی موجود تھے' جنہوں نے نہایت محبت و خلوص سے تمام مقامات دکھائے اور ہر مقام کے تاریخی حالات عرض کئے اور اپنے خاص حجرے میں بھی حضرت اقدس اور خدام کو لے گئے اور ایک کتاب بنام شواہد نظامی پیش کی۔ بلکہ حضور کے وہاں تشریف لے جانے سے پیشتر مکان پر آ کر یہ بھی عرض کی' آپ وہاں آئیں تو اپنے احباب کے ساتھ میری دعوت قبول فرمائیں۔

(تاریخ احمدیت جلد۳ ص ۷۔۴۳۶)

اس واقعہ سے خواجہ حسن نظامی اور مرزا غلام احمد کے باہمی اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔

اور چوہدری ظفر اللہ نے کہا: ''خواجہ صاحب کے حضرت (مرزا محمود) صاحب کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات ہو گئے' بلایا' دعوت بھی کی' ہمارے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔'' (سیاسی اتار چڑھاؤ' از منیر احمد' لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۱۹)

اور پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کو مخاطب فرماتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ایک مرتبہ لکھا:

''شاہ صاحب! تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہر مسلمان خصوصاً آل رسولؐ پر فرض مقدم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنے اوصاف کے مالک ہو کر اس ضروری کام خاص کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تردید مرزا پر توجہ نہیں کرتے‘ کیا اس لئے کہ (بقول مرزا محمود خلیفہ قادیان) آپ کو ان سے کبھی کام پڑتا ہے اور آپ ان سے کچھ امید خیر رکھتے ہیں‘ چنانچہ مرزا محمود قادیانی نے لکھا ہے: ’’اتفاقاً ریل گاڑی میں ایک ہی جگہ مجھے اور جماعت علی شاہ صاحب کو بیٹھنا پڑا‘ جب گاڑی چلی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے؟ میں نے کہا بٹالہ جا رہا ہوں‘ پھر انہوں نے پوچھا خاص بٹالہ جائیں گے یا کسی گاؤں میں؟ میں نے کہا گاؤں میں جاؤں گا‘ پھر پوچھا کون سے گاؤں میں؟ میں نے کہا کہ قادیان میں‘ کہنے لگے کہ کیا آپ قادیان کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا‘ ہاں میں قادیان کا رہنے والا ہوں۔ کہنے لگے‘ آپ کا مرزا صاحب کے ساتھ کوئی رشتہ بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں رشتہ ہے۔ پھر پوچھا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے بڑے تپاک کا اظہار کیا‘ اور کہا کہ میں تو بڑی مدت سے آپ کی ملاقات کا شائق تھا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان دنوں ان کا ایک احمدی سے مقدمہ تھا‘ وہ چاہتے تھے کہ کسی احمدی سے ملاقات ہو تو اس کے ذریعہ مقدمہ میں سفارش کرائیں۔ خیر اس کے بعد انہوں نے میوہ‘ کشمش وغیرہ منگوایا اور مجھے بھی کھانے کو کہا۔ مجھے نزلہ تھا‘ میں نے عذر کیا‘ کہنے لگے‘ یہ تو یونہی باتیں ہیں‘ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو ہی جاتا ہے‘‘

(الفضل ۲۱ فروری ۱۹۳۱ء ص ۲۸ منقول از اہل حدیث امرتسر ۲۴ رجولائی ۱۹۳۱ء ص ۴)

ایک اور پیر کا حال الفضل میں یوں مرقوم ہے:

’’حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق نعمانی کا تعلق سرساوہ ضلع سہارنپور سے تھا‘ آپ کا خاندان نسل در نسل گدی نشین چلا آ رہا تھا‘ جب ۱۸۸۹ء میں (مرزا کی) بیعت ہوئی تو آپ لدھیانہ میں تھے اور آپ کی اس درخواست کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے قبول فرمایا کہ آپ قادیان پہنچ کر بیعت کی سعادت حاصل کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ۲۲ دسمبر ۱۸۸۹ء کو بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو ۱۸۸۲ء سے ہی آپ سے تعلق خاطر تھا‘ ستمبر ۱۸۹۹ء میں آپ ہجرت کر کے قادیان آ بسے .... آپ خود گدی نشین اور پیر خاندان سے تھے‘ قبول احمدیت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعادت پانے کے بعد آپ نے اپنے سلسلہ پیری مریدی کو ختم کر دیا تھا اور پھر آپ نے کئی علماء اور گدی نشینوں کو دعوت حق بھی دی' جن میں آپ کے ہم زلف مولوی رشید احمد گنگوہی بھی شامل تھے' حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضور کے پاؤں دبانے کی سعادت بھی بارہا حاصل ہوئی' قادیان کے ساتھ دارلامان لکھنے کی تجویز بھی آپ ہی کی تھی' جماعت کا نام ''احمدی'' رکھنے کی تجویز بھی آپ ہی نے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے موقع پر خدمت اقدس میں پیش کی تھی''

(الفضل انٹرنیشنل ۲۷ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ ۲ جنوری ۱۹۹۷ء ص ۱۴)

مباہلے کے مدعو مشائخ کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے کے بعد ہم اس فہرست کی طرف آتے ہیں جس میں علماء کے نام مرزا غلام احمد نے مدعوین مباہلہ کے طور پر لکھے ہیں' ان میں سب سے پہلا نام حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کا ہے اور دوسرا انہی کے شاگرد مولانا محمد حسین بٹالوی کا۔ جہاں تک باقی علماء کا تعلق ہے' ان کے بارے میں مرزا صاحب اسی اشتہار مباہلہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

''چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے گذر گیا ہے' اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغواء سے ہزارہا لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں' اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلماناں میں اپنی عقل اور تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتویٰ کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۴۵' مجموعہ اشتہارات جلد ۲ص ۲۵۷)

مرزا غلام احمد کے اشتہار مباہلہ کی اس تعارفی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی اصغر علی' مولوی غلام رسول' مولوی محمد حسن' مولوی سعد اللہ'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی احمد اللہ' مولوی محمد' مولوی عبدالعزیز' مولوی غلام دستگیر' مولوی عبداللہ ٹونکی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالمنان وزیر آبادی' مولوی ابراہیم آروی وغیرہ ھم کو محض اس لئے اس فہرست میں شامل کیا ہے کہ وہ اپنی تحقیق و تفتیش کے بغیر نذیر حسین کے اس فتوی تکفیر مرزا پر ایمان لے آئے ہیں جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا۔ بالفاظ دیگر مرزا کے اصل مخاطب تو یہ دونوں ہیں۔ باقی لوگوں کے نام تو اس نے برائے وزن بیت لکھ دیئے ہیں خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔

قارئین: اس چیلنج پر علماء اسلام کی طرف سے جو رد عمل سامنے آیا اس کا ذکر ہم اس کتاب کے دوسرے حصے کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس کے بعد مرزا غلام احمد کی وفات (۱۹۰۸ء) تک تحریک ختم نبوت کی سرگذشت بیان کی جائے گی۔ فی الحال جلد ہذا کے بقیہ حصے میں ان شخصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اور اس حصے کا آغاز حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ذکر خیر سے کیا جا رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیات

سید نذیر حسین دہلویؒ

حضرت میاں صاحب ایک جامع الصفات شخصیت ہیں۔ تاہم ان کی حیات مبارکہ کے کچھ پہلو تو عوام کے سامنے ہیں اور کچھ پہلو ایسے ہیں جو عوام کی نظروں سے بوجوہ اوجھل ہیں مثلاً آپ کو لوگ ایک محدث کی حیثیت سے تو جانتے ہیں کہ جس نے تقریباً ۶۰ برس تک خاندان ولی اللہی کی مسند پر بیٹھ کر صحاح ستہ کا درس اس شان سے دیا کہ دہلی جیسے علمی اور تہذیبی مرکز میں ان کے بالمقابل کسی اور کا چراغ نہ جل سکا۔ لوگ انہیں ایک نابغہ روزگار فقیہ کی حیثیت سے بھی جانتے ہیں جس نے ہدایہ جیسی بڑی اور معروف کتاب کو اس کثرت سے پڑھایا کہ خود فرماتے ہیں کہ پرانے وقتوں میں جو عالم ہدایہ پڑھایا کرتا تھا اس کے گھر پر بطور اعزاز جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ ہم نے اسے کریما مامقیماں بنا دیا اور جس نے مکہ معظمہ میں حاکم وقت کے سامنے کہا کہ آپ کے علماء بھی ہدایہ پڑھائیں، ہم بھی سامنے بیٹھ کر ہدایہ پڑھاتے ہیں پھر پتا چلے گا۔

ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے۔

قارئین! صرف ہم ہی نہیں ایک زمانہ حضرت میاں صاحب کے علم و فضل کا معترف ہے۔ مثلاً مشہور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

''میاں (نذیر حسین) صاحب اس زمانہ میں جب مولانا (قاسم) نانوتوی نے دلی میں کافیہ شروع کی تھی، دلی کے عام حلقوں میں باوجود آفاقی ہونے کے کافی امتیاز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کر چکے تھے۔۱۲۶۳ھ میں یعنی مولانا (قاسم) نانوتوی کے (دلی) میں آمد کے تین سال بعد سید احمد خاں کی آثار الصنادید نامی جو کتاب شائع ہوئی تھی اس میں میاں نذیر حسین کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں۔خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔فن روایت میں آج بے نظیر ہیں...... باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت' حلیم اور وضع متین کے پیر''

(سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی' طبع لاہور جلد اول)

یاد رہے کہ سید نذیر حسین کے بارے میں سرسید کے یہ ریمارکس اس وقت کے ہیں جب میاں صاحب کی عمر مبارک تقریباً ۴۳ سال تھی۔اور وہ اس کے بعد تقریباً ۵۷ سال زندہ رہے اور درس وتدریس میں مصروف رہے۔جب ۴۳ سال کی عمر میں ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقہ میں اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔(ان اقران میں حاجی امداداللہ اور مولانا مملوک علی شامل ہیں۔مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ اصاغر میں تھے اور مولانا محمود حسن' مولانا اشرف علی' مولانا احمد رضا خان صاحب تو اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے)اور یہ کہ فن روایت (حدیث) میں بے نظیر ہیں تو اپنی حیات دنیوی کے آخری سالوں میں ان کے علمی مدارج کا اندازہ کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہوسکتی۔ہماری اس بات سے ملتی جلتی بات خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں نے بھی اس وقت کہی جب ان کی مجلس میں میاں صاحب کا ایک مرتبہ ذکر ہوا۔یہ خواجہ صاحب پاکستان کے سرائیکی علاقوں میں ماضی قریب کے بزرگوں میں انتہائی اہم مقام کے حامل ہیں۔یہ صوفی بزرگ ہیں اور ان کی کافیاں سرائیکی علاقوں میں زبان زد خاص وعام ہیں۔ان کے ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے۔

''اس کے بعد مولانا نذیر حسین محدث کا ذکر ہونے لگا۔قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں' وہ کیسے ہیں؟ آپ (خواجہ غلام فرید) نے فرمایا کہ سبحان اللہ' وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے۔ اگرچہ لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔ یہ بات کس میں ہے؟ اب اگرچہ وہ ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔"

(مقابیس المجالس' ملفوظات خواجہ غلام فرید۔ جمع و ترتیب مولانا رکن الدین۔ لاہور ص ۷۹۶)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ایک روز بہادر شاہ ظفر کے دربار میں آپ کا ذکر خیر ہوا جس کی روداد اس روزنامچہ میں موجود ہے جس کو عبداللطیف نے مرتب کیا اور جو ایک ثقہ تاریخی دستاویز کی حیثیت سے اہل علم میں معروف ہے۔ لکھا ہے۔

"معزالملک مرزا محمد قدرت اللہ بیگ غمزدہ ہو کر آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مولوی سید نذیر حسین آل رسولؐ سے ہیں۔ پارسا اور پرہیزگار ہیں۔ میرے ماموں مولوی محمد عبدالخالق مرحوم کی جگہ دن رات درس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھتے ہیں۔ آج ظالموں نے ایک عیسائی عورت کو پناہ دینے کا ان پر شبہ کیا اور ان سے بدظن ہو گئے۔ ان کے مکان پر بے ہودہ شورش اور غیر سنجیدہ حرکتیں کیں...... بادشاہ ان کی کجروی پر غصہ ہوئے اور شاہزادوں سے فرمایا کہ مولوی سید نذیر حسین کو جو نالائقوں کی سختی سے پریشاں حال ہیں نجات دلائیں اور ان کے بے جا اور ناجائز غلبہ کو ختم کریں۔ (مولوی صاحب سے) ہمارے لئے دعا کی استدعا کریں...... یقیناً مولانا از سادات حسنی و حسینی است در حدیث پایہ اجتہاد گرفت۔ در فقہ برتری مایہ۔ در اصول آگاہی کمال دارد۔ در علم تفسیر بے مثال است' امروز در علم و عمل بے نظیر است۔ شب باز و سفید کاراست' ہر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت۔

کہ یقیناً مولانا سادات حسنی حسینی سے ہیں۔ حدیث میں انہوں نے مجتہد کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔ فقہ و اصول فقہ میں بھی کمال بہم پہنچایا ہے۔ علم تفسیر میں وہ بے مثال ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'موجودہ زمانے میں علم وعمل میں وہ بے نظیر ہیں۔ شب بیدار اور نیکوکار ہیں۔ بے شبہ عبادت الٰہی میں انہوں نے بزرگی حاصل کی ہے''

(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ' بروز ۱۲ محرم ۱۲۷۴ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۸۵۷ء ص ۱۰۳' ۱۰۴' ۱۷۰)

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ بادشاہ وقت اس درویش کو کتنی وقعت کی نظر سے دیکھتا تھا اور ان کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا کس قدر معترف تھا۔ یاد رہے کہ سید صاحب اس واقعہ کے بعد ۴۵ سال تک زندہ رہے اور علوم قرآن وسنت کی اس انہماک سے خدمت کرتے رہے کہ تحریک مجاہدین میں حصہ لینے کے جرم میں جو عرصہ انہوں نے جیل میں گذارا اس دوران بھی انہوں نے درس وتدریس کے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔

اب لوگ سید صاحب کو تحریک آزادی کے مجاہد کے طور پر بھی جاننے لگے ہیں' جس کی وجہ اس لٹریچر کا سامنے آنا ہے جو اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ نہ صرف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے بلکہ اس کے بعد کے بھی کئی عشروں میں وہ تحریک مجاہدین کے سربرآوردہ قائدین میں شامل رہے ہیں جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کی نگرانی اور قید وبند کی سعادتوں سے بھی سرفراز ہوئے۔ ایسے لٹریچر کی وجہ سے وہ صورت حال بدل رہی ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی صاحب جیسے صاحب علم کو ۱۸۵۷ء میں دہلی سے جاری ہونے والے فتویٰ جہاد کی دستاویز پر مفتی صدرالدین' مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خان وغیرھم کے اسماء گرامی تو نظر آ گئے تھے لیکن جو شخص نہ صرف اس وقت بلکہ آج بھی ان بزرگوں سے زیادہ معروف ہے' اس کا اسم گرامی اسماء مفتیان میں انہیں نظر نہیں آیا تھا۔

(دیکھئے نقش حیات از حسین احمد مدنی جلد دوم ص ۴۵۶)

اب تو لوگ اس شخصیت کو سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے مدار المہام کی حیثیت سے بھی جاننے لگے ہیں' جو پیہم خفیہ پولیس کی نگرانی میں رہتا تھا' لیکن مجاہدین بھرتی کرنے کا کام اور سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے لئے سرمایہ اکٹھا کرنے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اسے سرحد پر پہنچانے کا کام اس قدر خفیہ طریق سے کرتا تھا کہ دلی جیسے مقام پر جو انگریزوں کا دارالحکومت تھا' اس کی سرگرمیوں کا سراغ لگانا ممکن نہیں ہوا اور خود انگریز افسروں کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اس قدر باا ثر شخص ہے کہ اس کے خلاف شہادتیں حاصل کرنا ممکن نہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے ڈاکٹر قیام الدین کی کتاب ہندوستان میں وہابی تحریک۔

یہ شخصیت جو اپنی ذات میں انجمن تھی۔ اپنے مدرسہ کے شعبہ افتا کی سربراہ بھی خود ہی تھی۔ شیخ التفسیر بھی خود' شیخ الحدیث بھی خود' شیخ الفقہ بھی خود' مہتمم بھی خود اور افسر مہمان داری بھی خود ہی تھی۔ صبح کے تدریسی معمولات کے بعد ہم انہیں خریداری کے لئے بازار جاتے ہوئے اس حال میں دیکھتے ہیں کہ محلّہ میں بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں نذیر حسین بازار جا رہا ہے کسی نے کچھ منگوانا ہے تو بتاؤ۔ اور محلے کی عورتیں کپڑے کے پلو میں پیسے باندھ کر اشیاء ضرورت کی فہرست تھمائے دیتی ہیں کہ ہمارے لئے یہ ور یہ لے آنا اور واپسی پر لدے پھندے نذیر حسین کو دروازے کھٹکھٹا کر خرید کی ہوئی اشیا اور پیسوں کا حساب لوگوں کو دیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد اسی نذیر حسین کو دہلی کے تانگوں کے اڈے پر منڈلاتے ہوئے دیکھا جاتا ہے' جو آنے والے مسافروں کا سامان اٹھا اٹھا کر ان کی منازل پر پہنچا رہا ہے' جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی جب حضرت میاں صاحب سے کسب فیض کے لئے دہلی آئے تو دہلی کے اڈے پر ایک شخص سے میاں صاحب کے مدرسے کا پوچھا۔ اس شخص نے کہا چلو میں تمہیں چھوڑ آتا وں۔ مدرسے میں پہنچ کر سامان رکھ کر وہ شخص چلا گیا تو مولانا غزنوی نے طلباء سے پوچھا۔ میاں صاحب کہاں ہیں اور ان سے کب ملاقات ہوگی؟ بتایا گیا کہ جو شخص آپ کا سامان اٹھا کر لایا ہے وہ میاں صاحب ہی تو تھے۔

ہمارے یہ سید نذیر حسین صوبہ بہار کے ایک موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں وطن چھوڑا اور عظیم آباد پٹنہ میں سید احمد شہید کے ایک مرید شاہ محمد حسین سے ابتدائی کتب اور مشکوٰۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریف نیز ترجمہ قرآن پاک پڑھا۔ پٹنہ میں آپ کے دوران تعلیم وہاں حضرت سید احمد شہید دورے پر تشریف لائے جب کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید بھی ان کے ہمراہ تھے۔ سید نذیر حسین کو ان دونوں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ۱۲۴۳ھ میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے آئے جہاں انہوں نے ابتداء میں مولانا عبدالخالق سے مسجد اورنگ آبادی میں کسب فیض کیا۔ پھر شاہ محمد اسحاق مہاجر نبیرہ شاہ عبدالعزیز محدث سے تکمیل حدیث کی اور شاہ اسحاق کے مع اہل خاندان ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں مکہ معظّمہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث' تفسیر اور فقہ کا درس شروع کیا۔ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ کی جنگ کے بعد انگریزوں نے آپ کی اس مسجد اور مدرسے کو گرا کر اس جگہ کو ریلوے سٹیشن کی حدود میں شامل کر لیا تو آپ پھاٹک حبش خان میں منتقل ہو گئے جہاں اپنی وفات ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء تک علوم قرآن وسنت کی اشاعت میں اس شان استغنا کے ساتھ روز و شب مصروف رہے کہ جب انہیں ریاست بھوپال کی قضاۃ کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا: نہیں صاحب' اس طرح تو ہمیں وہاں مسند لگا کر بیٹھنا پڑے گا اور یہ غریب چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے والے طالب علم ہمیں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ اس فقیر کے استغنا اور توکل علی اللہ کا زندگی بھر یہ عالم رہا کہ مدرسے کے اخراجات کے لئے کبھی دست طلب دراز نہیں فرمایا بلکہ جب اسی ریاست کی طرف سے باقاعدہ مالی معاونت کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا نہیں صاحب' ہمیں ایسی چیزوں کی فکر نہیں ہے۔ میں اللہ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں اور وہی اپنے خزانے سے سارے اخراجات پورے کرتا ہے۔ اور یہ کوئی دو چار طالب علموں کا خرچہ نہیں تھا۔ ان کے سوانح حیات کا مولف لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ مدرسے کے طالب علموں کا ریکارڈ رکھنے کے لئے رجسٹر شروع کیا گیا۔ تین سال میں مندرج طلباء کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ پھر چھوڑ دیا گیا۔

بھوپال ریاست کی نوکری سے انکار کی اہمیت اور سید صاحب کی حقیقی شان استغنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت مزید اجاگر ہو جاتی ہے جب ہم مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب نقش حیات کے درج ذیل اندراجات ملاحظہ کرتے ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو خصفہ کا رکن اور اس وجہ سے ریاستوں کے حکمرانوں کے لئے دعا گوئی کے عوض وظیفہ خوار کی حیثیت سے متعارف کراتے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں۔

''خصفہ اس جماعت کو کہتے ہیں کہ جو وقت معین پر مسجد نبوی میں جمع ہو کر قرآن شریف' بخاری شریف' دلائل الخیرات یا حزب اعظم وغیرہ پڑھ کر صاحب خیرات کے لئے دعا کرتی ہے اور ماہواران کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس دعا گوئی کی جماعتوں کی بہت بڑی تعداد (مدینہ منورہ میں) ہمیشہ رہتی تھی۔'' (ص ۸۰ نقش حیات' جلد اول)

اور یہ کہ ''ریاست بھوپال اور حیدر آباد سے بھی خصفے وہاں جاری تھے۔ بالخصوص رئیسہ بھوپال نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ کے جانے کے بعد بھوپال سے یہ خیرات بہ نسبت سابق زیادہ ہو گئی تھی۔ مکہ معظّمہ میں تو اس کا سلسلہ نواب سکندر جہاں بیگم مرحومہ والدہ ماجدہ نواب شاہجہان بیگم مرحومہ والیہ ریاست بھوپال کے زمانہ سے جاری تھا مگر مدینہ منورہ میں بہت تھوڑی مقدار پر نواب شاہجہان بیگم نے جاری کیا تھا۔ ریاست حیدر آباد کی طرف سے پہلے سے بڑے پیمانہ پر اس قسم کے خیرات کے مختلف سلسلے جاری تھے۔'' (ص ۸۱ نقش حیات جلد اول)

آگے چل کر مدنی صاحب لکھتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ کہ ۱۳۲۰ھ میں بعض کرم فرماؤں کی عنایت اور توجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم کے لئے پندرہ بیس روپیہ ماہوار کا وظیفہ دعا گوئی بھوپال سے مقرر ہو گیا' جس سے بڑی ڈھارس پیدا ہو گئی۔ نواب سلطان جہاں بیگم مرحومہ کی آمد پر لوگوں نے ان کو خصفہ بنانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ انہوں نے دس بارہ آدمیوں کو بخاری شریف روزانہ پڑھنے اور دعا کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ان میں کچھ اہل مدینہ تھے اور کچھ ہندوستانی۔ ہندوستانیوں میں بڑے بھائی صاحب اور میرا نام بھی تھا اور کچھ عرصہ بعد بھائی سید احمد صاحب کا نام بھی آگیا۔ ہر شخص کو دس دس روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔'' (ص ۸۳ نقش حیات جلد اول)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مدرسے کے اخراجات کے سلسلہ میں ایک ریاست (اور وہ بھی مسلمان ریاست) کی مدد قبول کرنے سے انکار کی اہمیت اور میاں صاحب کے توکل علی اللہ کی حقیقی شان اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم دارالعلوم دیوبند کے ذرائع آمدنی کے سلسلہ میں مولانا قاسم نانوتوی کی سوانح حیات ''سوانح قاسمی'' کے مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی کی درج ذیل تحریر دیکھتے ہیں:

''چندہ کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت۔ اس کے ساتھ چندہ دینے والوں کی فہرست بھی دیکھ لیجئے۔ اسلامی ناموں کے پہلو بہ پہلو منشی تلسی رام' رام سہائے' منشی ہردواری لال' لالہ بیج ناتھ' پنڈت سری رام' منشی موتی لال' سیوا رام سوار وغیرہ اسما بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں۔ سرسری نظر ڈال کر مثلاً چند نام جو سامنے آگئے وہ چن لئے گئے۔ ظاہر ہے دیوبند مسلمانوں کا خالص دینی مدرسہ تھا۔ اس مدرسہ کی امداد میں کسی مذہب وملت کی خصوصیت کو قطعی طور پر ختم کر کے مسلمانوں کے سوا ملک کے دوسرے مذہبی اقوام وطبقات کے لئے دروازہ کھلا رکھنے کی پہلے ہمت ہی کیسے کی گئی اور کسی مصلحت سے لکھنے کو اگر لکھ دیا جاتا تھا تو عملاً غیر مسلم اقوام کی امداد اس دینی کام کے لئے قبول ہی کیسے کی گئی اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ لینے والے لینے پر کسی وجہ سے آمادہ بھی ہو گئے تھے تو یہ جانتے ہوئے کہ دیوبند کے مدرسہ میں مسلمانوں کے خالص دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں غیر اسلامی دائرے کے افراد کی طرف سے امدادی رقوم کیسے پیش ہو رہی تھیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں جیسا کہ چاہیے تھا زیادہ اور بہت زیادہ تعداد مسلمانوں ہی کی تھی۔ مسلمانوں ہی کا یہ مدرسہ تھا' وہ اس کی امداد نہ کرتے تو اور کون کرتا۔ لیکن بایں ہمہ جو مسلمان نہ تھے وہ اس مدرسہ کی مدد کیوں کرتے تھے۔ مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ عموماً ان غیر مسلم افراد کے چندوں کی نوعیت وقتی چندے کی نظر نہیں آتی بلکہ دوامی چندہ دینے والوں کی فہرست میں ان میں اکثر ناموں کو ہم پاتے ہیں۔ میرے لئے یہ سارے سوالات آج معمہ بنے ہوئے ہیں۔ آج کیا ہے' کل کیا تھا؟ آج کی تاریخ کل کی تاریخ سے کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل گئی۔ اللہ اللہ دل ان باتوں کو سوچتا ہے اور سوچ کر دم بخود ہو جاتا ہے۔ اف"

(سوانح قاسمی' لاہور جلد ۲ ص ۳۱۷)

حضرت سید نذیر حسین محدث کی حیات مبارکہ پر تحقیق جس قدر آگے بڑھ رہی ہے ان کی جامع الصفات شخصیت کے نئے نئے پہلو سامنے آتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال تحریک ختم نبوت میں ان کا قائدانہ کردار ہے۔ آج تک ہمیں یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ یہ تحریک دوسروں نے شروع کی تھی اور برائے وزن بیت تحریک کے کارکنوں یا ثانوی درجے کے قائدین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر کر دیا جاتا تھا کہ علماء دیوبند کی اقتداء میں انہوں نے اور پھر ان کی وساطت سے چند دیگر اہل حدیث علماء مثل مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا داؤد غزنوی بھی اس تحریک میں کام کرتے رہے ہیں۔ تاہم قیادت تو علماء دیوبند کی میراث رہی ہے۔

حقائق کیا کہتے ہیں؟ اس تحریر سے کسی حد تک واضح ہو رہا ہوگا کہ تحریک کے آغاز کا سہرا جن دو اکابر کے سر باندھا جا سکتا ہے' سید نذیر حسین صاحب ان میں سے ایک ہیں اور دوسرے ان کے شاگرد حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں۔

مرزا صاحب کو حضرت سید نذیر حسین صاحب پر اس قدر غصہ تھا کہ جب سید صاحب تقریباً سو سال کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا' حالانکہ موت کے بعد دشمنوں کو بھی عام طور پر اچھے یا کم از کم نرم الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سید صاحب اپنی وفات تک (جو ۱۹۰۲ء میں ہوئی) مرزا غلام احمد کے مخالفین کے سرگروہ شمار ہوتے رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی صداقت کے نشانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ستانواں نشان۔ یہ ایک پیش گوئی اخبار الحکم اور البدر میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ تخرج الصدور الی القبور۔ اس کے معنوں کی تفہیم خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوئی تھی کہ پنجاب کے صدر نشین مولوی جو اپنی اپنی جگہ مفتی سمجھے جاتے ہیں' جو ماتحت مولویوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاد اور شیخ ہیں وہ بعد میں اس الہام کے قبروں کی طرف انتقال کریں گے۔ سو بعد اس کے تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۲۵۸)

اسی کتاب میں دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا:

''نذیر حسین دہلوی جو ان کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے' اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۴)

قارئین: دشمنی ایک طرف لیکن عوام اہل اسلام میں حضرت سید صاحب کا مقام اس قدر بلند تھا کہ مرزا صاحب تا عمر اس کوشش میں رہے کہ سید صاحب ان کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ مرزا صاحب کی یہ مراد بر نہ آئی لیکن سید صاحب کو اپنے حلقہ مریدین میں دیکھنے کی خواہش ان کی موت کے بعد بھی ختم نہ ہوئی۔ وہ جانتے تھے کہ اتنے بڑے آدمی کا وزن جس پلڑے میں بھی ڈال دیا جائے گا وہ یقیناً جھک جائے گا۔ اس لئے اگرچہ سید صاحب کی وفات کی خبر آنے پر وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تھے: "مات ضالا هائما" ایک گمراہ شخص سرگردانی کی حالت میں مارا گیا۔ (تذکرہ ص ۴۳۳)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:۔

''اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (نذیر حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا'' (ملفوظات جلد ۴ ص ۸۶)

سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ بمطابق نومبر ۱۸۸۴ء میں انہوں نے دہلی کی ایک خاتون مسماۃ نصرت بیگم کا قادیان کے مرزا غلام احمد سے نکاح پڑھایا' اس بنا پر بعض لوگ حضرت میاں صاحب کی شخصیت کو غبار آلود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا؟''...... ایسے لوگوں کو کون سمجھائے کہ تاریخی واقعات کو وجہ اعتراض بنانے کے لئے تاریخ کے شعور کی بھی ضرورت ہوتی ہے--- انہیں معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں' ۱۸۸۴ء میں وہ خود کو مناظر اسلام کے طور پیش کرتا تھا' اسلام کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ بحث مباحثوں میں مصروف دکھائی دیتا تھا' وہ خود کو اہل سنت قرار دیتا اور حنفی مناظر اور پیر کی حیثیت سے خود کو متعارف کراتا تھا' اس دور کے مرزا غلام احمد کو مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح اور گولڑہ شریف والے (مہر منیر ص ۱۶۶) صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں جب اس نے مثیل مسیح' پھر مسیح موعود اور بعد ازاں نبوت کا دعویٰ کر دیا تو یہ شخص نہ مرد صالح رہا' نہ اہل سنت اور نہ مسلمان بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا' اس دائرے سے خروج سے پہلے جبکہ وہ حنفی' اہل سنت اور مرد صالح تھا' دہلی میں حضرت سید نذیر حسین کے روبرو دوزانو ہو کر بغرض نکاح بیٹھا اور آپ نے یہ نکاح پڑھایا تو وہ کسی متنبی' کذاب اور مرتد کا نکاح نہیں پڑھا رہے تھے' وہ تو ایک حنفی المسلک مسلمان کا نکاح پڑھا رہے تھے۔ ''صحیح العقیدہ سنی'' اور ایک ''مرد صالح'' کا نکاح پڑھا رہے تھے۔

مرزا غلام احمد کے وہ دعاوی جنہوں نے اسے اسلام سے خارج کیا' ۱۸۹۱ء میں شروع ہوئے' میاں صاحب کو علم غیب نہیں تھا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے یہ شخص جو مودب ہو کر بیٹھا ہے' سات سال بعد دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا' ایسی باتیں جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوئیں ان کی بنا پر دنیا کی کوئی عدالت کوئی حکم نہیں لگا سکتی' حکم ظاہر اور حال یا ماضی پر لگتا ہے۔ ۱۸۸۴ء تک مرزا کی جو قابل ذکر کتاب سامنے آئی تھی وہ براہین احمدیہ ہے' جس کی تالیف و اشاعت کا سلسلہ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک جاری رہا' اس کی پہلی اور دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی' تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں' چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں...... چوتھے حصے پر یہ سلسلہ رک گیا اور پانچواں حصہ جو کتاب کا آخری حصہ ہے' آغاز تصنیف کے پورے ۲۵ برس بعد ۱۹۰۵ء میں مکمل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا اور مرزا صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا' اس پانچویں جلد میں مرزا صاحب نے لکھا۔ "پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا' مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا' اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔" (دیباچہ براہین احمدیہ جلد۵ص۴' ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' لاہور)

یہ پانچ اور پچاس کی بات فی الحال ہمارے موضوع سے خارج ہے اور نہ ہی ہمیں فی الوقت براہین کی پانچویں جلد سے کوئی غرض ہے' ہمیں اس وقت ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد سے واسطہ ہے جب کہ براہین کی ابھی صرف پہلی چار جلدیں ہی شائع ہوئی تھیں۔ ان چار جلدوں کے مضامین پر تبصرہ فرماتے ہوئے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم فرماتے ہیں:

"اس کتاب میں ان (مرزا صاحب) کو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا بھی اقرار ہے' خود مرزا صاحب نے نزول المسیح کے ضمیمہ میں جو ۱۹۰۲ء کی تالیف ہے اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو ۱۹۰۵ء کی تصنیف ہے' اس کا اعتراف اور اس امر پر اظہار تعجب کیا ہے کہ وہ اس وقت تک عقیدہ رفع ونزول مسیح کے قائل تھے' براہین احمدیہ میں مرزا صاحب بڑی شد ومد سے کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں' اس لئے کہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو کسی تحریف کا خطرہ نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کے دور بت پرستی ومخلوق پرستی کی طرف واپس جانے کا کوئی اندیشہ ہے' بلکہ اس کے برعکس مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرمائی اور دائمی صحبت اہل توحید کچھ کچھ توحید کی طرف میل کرتی جاتی ہیں' اور نبوت و وحی کا کام الٰہی دونوں خرابیوں کی اصلاح ہے' اس لئے اب کسی جدید شریعت اور کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں' اور یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم رسل ہیں' وہ لکھتے ہیں: "اور جبکہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف ومبدل ہو جانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی' شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا' عندالعقل محال وممتنع ہوا تو نئی شریعت و نئے الہام کے نازل ہونے میں امتناع عقلی لازم آیا' کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ خاتم رسل ہیں۔

(حاشیہ براہین احمدیہ جلد ۴ ص ۱۱۱) (قادیانیت مطالعہ و جائزہ لکھنؤ ۱۹۶۶ ص ۵۸-۵۹)

اس کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: ''معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا' حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی' مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر و تبلیغ بھی جوش و خروش سے کی تھی' اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔'' (قادیانیت' از مولانا ابوالحسن علی ندوی طبع دوم ص ۵۹)

اس تحریر میں دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن' ندوہ کے ناظم اور دورِ حاضر کے احناف کے انتہائی مقبول و محترم اہل علم ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو رفع و نزول مسیح کا قائل' ختم نبوت کا قائل' کسی قسم کی جدید نبوت یا جدید وحی کا منکر قرار دیتے ہیں اور یہ وہ عقائد ہیں جو مسلمانوں کے عمومی عقائد ہیں' ان عقائد کا حامل شخص بارات لے کر دہلی جائے' ایسے شہر میں جہاں اللہ نے میاں صاحب سید نذیر حسین کو ایسی محبوبیت عطا کر رکھی تھی کہ ہر خاص و عام کی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے نکاح آپ ہی پڑھائیں' جیسا کہ کہا جاتا ہے ایک خاتون آپ کے پاس آئی جس کا اپنے عزیزوں کے ساتھ وراثت کا کوئی جھگڑا چل رہا تھا' وہ اپنے موقف کے حق میں آپ کو دلیلیں دے کر قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی' آپ سنتے رہے۔ اس کا موقف درست نہ تھا' وہ مانتی بھی نہ تھی' آپ نے اس پر فرمایا' ہم نے تیری نانی کا نکاح پڑھایا' پھر تمہاری ماں کا نکاح پڑھایا۔ پھر ہم نے تیرا نکاح پڑھایا' اور اب تو اتنی بدذات ہوگئی ہے کہ ہمارے سامنے زبان چلاتی ہے' عورت آبدیدہ ہوگئی' کہنے لگی' میاں صاحب جو آپ فرمائیں گے بلاچون و چرا مان لوں گی۔ (دیکھیے۔ الحیاۃ بعد المماۃ۔ از فضل حسین بہاری)

ایسے شہر میں ایک سید خاندان اپنی لڑکی کے نکاح کے لئے آپ کو تشریف آوری کے لئے درخواست کرے اور آپ جا کر ان کی لڑکی کا نکاح ایک ''صحیح العقیدہ سنی'' اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مرد صالح'' سے پڑھا دیں تو اس میں طعن و تشنیع والی کون سی بات ہے...... ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معترض حضرات طعن و تشنیع کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب کرتے ہیں جن سے خود احناف کے اکابرین نے بھی کسب فیض کیا ہے' انہیں معلوم ہوگا کہ مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحق حقانی مولف تفسیر حقانی حضرت میاں صاحب کے براہ راست شاگرد ہیں۔ احناف کے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کسب فیض کے لئے حضرت میاں صاحب کے حلقہ درس میں دوزانو بیٹھتے رہے ہیں اور انہوں نے آپ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا استماع کیا۔

(حوالہ کے لئے دیکھئے' افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی' مرتبہ محمد سرور ص ۸ نیز نقش حیات جلد ۲ ص ۵۵۷)

پاکستان کے علماء احناف کی ایک کثیر تعداد کے بلا واسطہ یا بالوسطہ استاد جناب مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت الامام عبدالجبار غزنوی کے واسطے سے حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں اور حیات عبدالحی از مولانا علی میاں (کراچی ۱۹۸۵ء ص ۸۱ اور ۱۱۸) کے مطابق مولانا حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء بھی سید نذیر حسین کے شاگرد ہیں' جنہوں نے ۱۸۹۴ء میں آپ کے درس میں شریک ہو کر صحاح اور اس کے ملحقات کی سند حاصل کی' یہ واقعہ مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کے دس سال بعد کا ہے اور اگر وہ نکاح پڑھا کر میاں صاحب نے کوئی جرم کیا تھا تو اتنا بڑا آدمی ان کے پاس کسب فیض کے لئے کیوں گیا؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ خاص جناب سید سلیمان ندوی حضرت میاں صاحب کے پڑپوتے شاگرد ہیں وہ خود لکھتے ہیں: ''ہمارے استاد مولانا حفیظ اللہ صاحب' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری نے دہلی پہنچ کر مولانا نذیر حسین صاحب سے حدیث پڑھی تھی'' (حیات شبلی' طبع چہارم ص ۱۰۰)

اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ بھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں نیازمندانہ حاضری دیتے رہے ہیں جیسا کہ مولانا تھانوی کی سوانح عمری میں مذکور ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سر برآوردہ علماء میں سے تھے (مولانا اشرف علی) ایک بار تو زمانہ طالب علمی میں بمقام دہلی ملے' بوقت ملاقات (سید نذیر حسین صاحب نے) حضرت والا (مولانا اشرف علی) سے پوچھا۔ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں' حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں' مدرسہ دیو بند میں پڑھتا ہوں' اس پر مولوی (نذیر حسین) صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اپنے ایک عزیز کے ہاں ٹھہر گیا ہوں۔ غائت عنایت سے (سید نذیر حسین صاحب) نے فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے' آپ ملنے تو آئے مجھ سے' ٹھہرے دوسری جگہ۔''

''پھر ایک بار حضرت والا (مولانا اشرف علی صاحب) بمقام آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی نذیر حسین صاحب وہاں تشریف لے آئے' حضرت والا' ان کے قیام گاہ پر ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔'' (اشرف السوانح جلد اول ص ۷۔۱۲۶)

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا کر کوئی جرم نہیں کیا' جو بوقت نکاح اہل سنت کے عقائد کا حامل اور حنفی مسلک پر کاربند تھا' ہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ سید نذیر حسین صاحب وہی ہیں جنہوں نے اسی مرزا غلام احمد کے کفر کا فتوی دینے میں ایک لمحے کے لئے بھی تردد نہیں کیا' جب اس کے عقائد تبدیل اور مسیحیت وغیرہ کے دعاوی سامنے آنا شروع ہو گئے اور یہ وہی شخص ہے جو ۹۰ سال کی عمر میں ڈولی میں بیٹھ کر اور عقیدت مندوں کے سہارے چلتا ہوا مرزا غلام احمد کے ساتھ اس کے کفریہ عقائد پر مناظرے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچ گیا تھا اور پھر اس کے بعد سے اپنی باقی ماندہ عمر مرزا غلام احمد سے ہامان' ابولہب' مخبوط الحواس وغیرہ خطابات پاتا رہا' ذرا اس شخص کی خوش بختی پر غور تو کرو جو روز محشر حضور رسالت مآب ﷺ کے دربار میں اس حال میں پیش ہونے کا شرف حاصل کرے گا کہ ختم المرسلین کی ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں متنبّی قادیان کی طرف سے دیئے ہوئے ہامان' ابولہب' مخبوط الحواس وغیرہ کے خطابات اور تمغوں سے اس کا سینہ سجا ہوا ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کچھ لوگ اس وضاحت کے باوجود سید نذیر حسین محدث دہلوی کے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کو قابل اعتراض سمجھنے پر مصر ہوں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ۱۸۸۴ء میں پڑھایا جانے والا یہ نکاح مرزا غلام احمد کی دوسری شادی تھی۔ جبکہ ۱۸۵۰ء کے عشرے میں بھی اس کی ایک شادی ہو چکی تھی' وہ نکاح بھی تو کسی نے پڑھایا ہوگا' ذرا تحقیق کریں اور کھوج لگائیں کہ وہ نکاح خوان کون تھا؟ اور ہاں اگر کوئی تحقیق کے لئے نکلے تو یہ بھی پتہ کرتا آئے کہ ہندو خواتین سے اکبر بادشاہ کے نکاح پڑھانے والے کس فقہی مکتب فکر کے بزرگ تھے؟

حضرت سید محمد نذیر حسین محدث نے علوم اسلامیہ کی ترویج میں جو حصہ لیا ہے وہ نہایت قابل قدر ہے۔ درس و تدریس کے علاوہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد عوام الناس کی سہولت کی خاطر درس قرآن کا سلسلہ بھی باقاعدہ طور پر جاری فرمایا۔ بعد میں درس قرآن کے دیگر حلقے بھی جاری ہوئے اور میاں صاحب سے اولیت کا یہ اعزاز چھیننے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری نے ایک مرتبہ فرمایا:

حضرت مولانا نورالدین صاحب (خلیفہ قادیان اول) نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا...... درس قرآن جماعت احمدیہ کی خصوصیات و روایات میں سے ہے۔ اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا۔

(پیغام صلح لاہور۔ ۴ نومبر ۱۹۴۰ص۔ منقول از اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ نومبر ۱۹۴۰ص ۷)

مولانا ثناءاللہ مرحوم امرتسری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ دعوی ایسا غلط ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اسکی تردید کر سکتا ہے' جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ترجمہ قرآن فارسی میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے کیا جو اہل حدیث اور احناف کے مسلمہ بزرگ ہیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ سلسلہ تحریری تھا۔ اس خاندان سے فیض یافتہ حضرت شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین عرف میاں صاحب سرگروہ اہل حدیث نے پھاٹک حبش خان دہلی کی مسجد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا......۱۸۵۷ء کے زمانہ میں آپ کے درس کی شہرت ہندوستان سے گذر کر دوسرے ملکوں تک پہنچ چکی تھی ......اس زمانے میں مرزا (غلام احمد) صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کہاں رہتے تھے؟''

(اہل حدیث امرتسر ۱۵۔نومبر ۱۹۴۰ص ۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد حسین بٹالویؒ

آپ کا اسم گرامی محمد حسین' کنیت ابوسعید اور والد کا نام عبدالرحیم عرف رحیم بخش تھا' آپ کی ولادت ۱۷رمحرم ۱۲۵۶ء مطابق ۱۰رفروری ۱۸۴۱ء بٹالہ ضلع گورداسپور میں ہوئی' آپ کے والد قانون گو تھے۔

اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ' لکھنو اور دہلی کا سفر کیا' دہلی میں مولانا مفتی صدرالدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جونپوری اور مولانا نورالحسن کاندھلوی سے علوم معقول ومنقول' فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدرالدین' جناب سید صدیق حسن کے بھی استاد ہیں گویا مولانا بٹالوی اور نواب صدیق حسن آپس میں استاد بھائی ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں سب سے نامور شخصیت حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی ہے جن سے آپ نے موطا اور کتب صحاح پڑھ کر ۱۲۸۲ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے پنجاب واپس آکر امرتسر' بٹالہ اور لاہور میں علوم قرآن وسنت کی خدمت کی۔ ایک مدت تک آپ مدرسہ غزنویہ میں پڑھاتے رہے' لاہور چینیانوالی مسجد میں بھی مدتوں خطیب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے' آپ کے نامور تلامذہ میں استاد پنجاب حافظ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور شیر پنجاب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے اکابرین شامل ہیں۔

حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بعد نماز فجر عوام (اور اہل علم) کے لئے قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے' مقصود یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ جو مدارس میں باقاعدہ داخلہ لے کر طویل نصاب نہیں پڑھ سکتے' وہ نماز فجر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد بیس تیس منٹ وقت نکال کر علوم قرآن سے فیض یاب ہوسکیں' اس درس میں دین کے ضروری مسائل بیان ہوتے اور عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا' حضرت میاں صاحب کے اکثر و بیشتر شاگردوں نے ان سے تحصیل علم کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اپنے استاد کے اس معمول کو جاری کیا' مولانا بٹالوی لاہور اور بٹالہ میں تاعمر یہ دینی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

شیخ الاسلام بٹالوی کا دور متبعین کتاب و سنت کے لئے بڑا کٹھن دور تھا' بڑے بڑے علما و مشائخ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ نہ صرف ان کا معاشرتی مقاطعہ کر کے ان کو مساجد سے نکال دیا جائے بلکہ حکام وقت کے پاس مقدمات قائم کر کے ان کے جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا جائے' جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا: ''غیر مقلد لوگ کہ فی زماننا دعویٰ حدیث دانی وعمل بالحدیث کرتے ہیں' حاشا وکلا حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں' بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں' ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہیے''

(شمائم امدادیہ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی' طبع ملتان ۱۴۰۵ھ ص ۲۸)

اور مولوی محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام انہوں نے ''انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد'' رکھا' جس میں انہوں نے اہل حدیث کے مسجدوں سے اخراج پر زور دیا اور فرمایا اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی' عوام اہل اسلام کو لازم ہے کہ مدعی و گواہ ہو کر حکام وقت سے سزایابی میں ان کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔''

ایک صاحب نے ایک رسالہ جامع الشواہد لکھ کر شائع کیا جس میں نہایت مکروہ قسم کے عقائد اہل حدیث سے منسوب کر کے برصغیر کو فدائین سنت کے لئے تپتا ہوا تنور بنا دیا' مساجد میں اہل حدیث کا داخلہ بند کیا گیا' کوئی اہل حدیث احناف کی مسجد میں چلا گیا تو وہ مسجد دھوئی گئی' بعض جگہ مٹی کھود کو نکالی گئی' مسجدوں میں نہ صرف اعلان ہوئے بلکہ پتھر پر کندہ کر کے کتبے لگائے گئے کہ اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ منع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حالات میں مولانا بٹالوی نے متبعین کتاب وسنت کے دفاع کا بیڑا اٹھایا' اس سلسلے میں انہوں نے دس مسائل پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا اور لدھیانہ کے علماء احناف مثل مولوی محمد' مولوی عبدلعزیز اور مولوی اسماعیل وغیرہ سے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے پاس ان مسائل پر قطعی دلائل ہیں تو پیش کریں اور ہر دلیل کے عوض دس روپے انعام حاصل کریں۔

۱۸۷۷ء میں شائع ہونے والے اس اشتہار نے برصغیر میں بحث ونظر کا ایک دروازہ کھول دیا اور احناف کی طرف سے بہت سے اہل علم نے قلم اٹھایا جن کے جوابات امرتسر کے ایک اخبار ''سفیر ہند'' میں مولانا بٹالوی نے چھپوانے شروع کیے اور جب یہ سلسلہ کافی طویل ہو گیا تو انہوں نے اشاعۃ السنۃ کے نام سے ایک انجمن بنائی جو مئی ۱۸۷۷ء سے مئی ۱۸۷۸ء تک پہلے ضمیمہ اخبار ''سفیر ہند'' اور تتمہ سفیر ہند کے نام سے ان جوابات کو چھپواتی رہی' بعد ازاں جون ۱۸۷۸ء میں چھپنے والے شمارے کو اشاعۃ السنۃ کا نام دے دیا گیا۔ اس رسالے کے اغراض ومقاصد کا تعارف کرواتے ہوئے مولانا بٹالوی نے ایک موقع پر تحریر فرمایا:

''اس رسالے کی اشاعت ان لوگوں کی طرف سے ہے جو تحقیق وتقلید میں حد اعتدال پر ہیں' نہ مقلدین زمانہ حال جیسے مقلد ہیں کہ جو کچھ پہلے علماء نے کیا ہے اس لکیر کے فقیر ہو رہیں۔ اپنے فہم وعقل کو دلائل (کتاب سنت) کے سمجھنے میں دخل نہ دیں' نہ نیچریہ جیسے محقق ہیں کہ اپنی تحقیق کے سامنے خدا ورسول کی بھی نہ سنیں اور ان کی تقلید سے بھی انکاری ہو بیٹھیں' لہٰذا دونوں فریق کی افراط وتفریط کی اصلاح اس رسالہ کے بانیوں کا مقصد ہے' اور اس کے اجراء سے صرف یہی غرض ومطلب ہے''

(اشاعۃ السنۃ ج ۳ ص ۲ جنوری ۱۸۸۰ء)

نیز ''انتظام المساجد'' والوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اشاعۃ السنۃ جلد ۱ نمبر ۱ میں بطور خاص لکھا:

''اہل تقلید کے خطاب وبحث کا مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث پر بے جا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشدد کرنا چھوڑ دیں' جن مسائل میں یہ ان کے برخلاف عمل کرتے ہیں' ان مسائل کی قوتِ دلائل ملاحظہ فرما کر ان کے عمل وترویج میں ان کو معذور سمجھ کر معافی دیں اور اس عمل کے سبب ان کو دین اسلام سے خارج نہ سمجھیں۔''

اشاعۃ السنۃ بابت مئی ۱۸۸۳ء کے سرورق پر امور مندرجہ جامع الشواہد منسوبہ بجانب اہل حدیث کو لکھ کر اہل حدیث کی کتب متمسکہ سے ثابت کر دینے پر مولانا بٹالوی نے ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان کیا۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی صرف تقلید جامد کے خلاف ہی نہیں لڑتے رہے' بلکہ ان کے دور میں جو فتنہ بھی منظر عام پر آیا' آپ نے اس کے خلاف سینہ سپر ہو کر علوم وعقائد اسلامیہ کا بھرپور دفاع کیا' جیسا کہ سرسید اور ان کے ہم نواؤں کے طرف اپنی عنان توجہ موڑتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''پہلے ان (انجمن اشاعۃ السنۃ) کی توجہ اس رسالہ اور تحریرات مندرجہ ضمیمہ اخبار سفیر ہند میں مقلدین کی طرف رہی اور مئی ۱۸۷۷ء سے فروری ۱۸۷۹ء تک ان ہی کی فہمائش عمل میں آتی رہی' جب اس سعی کا کچھ تاثر اس گروہ میں ظاہر ہوا اور ان کی طرف سے فی الجملہ طمانیت ہوئی یعنی تقلید کی برائی بہت لوگوں کے خیال میں آ گئی تو ان (انجمن) کی توجہ دوسرے گروہ (یعنی نیچریہ) کی طرف مصروف ہو گئی' اس تحویل کی یہ وجہ بھی ہوئی کہ تقلید کا ضرر اسلام میں ایسا نہ تھا جو نیچریہ کی تحقیق کا ضرر پھیلنے لگا' تقلید سے صرف فروع اسلام کا اتباع چھوٹتا تھا۔ تحقیق نیچریہ سے اصول اسلام کا اتباع بھی لوگوں سے چھوٹنے لگا تھا' لہٰذا تصنبہ قدمہ تقلید کو ویسا ہی نامکمل چھوڑ کر نیچریہ کا افہام یا افحام نہایت ضروری قرار دیا گیا اور مارچ ۱۸۷۹ء سے ان کا خطاب شروع ہو گیا۔''

(اشاعۃ السنۃ ج ۳ ص ۲)

اور جب قادیانیت کا فتنہ نمودار ہوا تو انہوں نے باقی تمام امور سے کم وبیش صرف نظر کر کے اپنی تمام توانائیاں اس فتنہ کے سدباب کے لئے وقف فرما دیں جیسا کہ جلال الدین شمس مرتب روحانی خزائن لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان رسائل (فتح اسلام' توضیح مرام) کو پڑھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے میں ہوں اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں' اس صورت میں اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے' اور جملہ مضامین سابقہ کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے رد کے درپے ہو' اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے' اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔'' (مقدمہ روحانی خزائن جلد۳ص ۵۔۶)

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے' اس سلسلے میں انہوں نے کئی مرتبہ پیش گوئی فرمائی جس کی تفصیل مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب نے رئیس قادیان کے صفحات ۱۳۱۔۱۳۳ پر بیان کی ہے'' ہم یہ روئیداد جناب دلاوری کی کتاب اور خود مرزا غلام احمد کی تصنیفات سے اخذ کر کے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔ Kitabosunnat.com

مئی ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان ''شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی'' شائع فرمایا' یہ اشتہار ان کے ایک خواب کی بنیاد پر شائع کیا گیا تھا' جس کے مطابق مولانا بٹالوی (معاذ اللہ) ارتداد اختیار کر کے مرزائی ہو گئے تھے' مرزا نے لکھا:

''شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے' یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے' اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے' سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کے لئے اس بے چارے نے کیا کچھ افترا کئے ہیں' انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے' اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو' کچھ خدا سے ڈرو' تو دیوانہ کی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے گرد ہو جاتا ہے' اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر ہے اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں' اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال ہے' و انی رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موتہ 'ورائیت کانہ ترك قول التکفیر و تاب وھذہ رویائی و ارجوان یجعلھا ربی حقا 'و السلام علی من اتبع الھدی۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۴ مئی ۱۸۹۳ء۔ (روحانی خزائن' جلد ۶ (حجۃ الاسلام) ص ۵۸۔۵۹) (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۴۱۵۔۴۱۶)

اس اشتہار میں عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں (مرزا) نے دیکھا کہ محمد حسین بٹالوی نے میری تکفیر ترک کر دی ہے اور یہ اپنی موت سے پہلے مجھ پر ایمان لے آئے گا' یہ میرا خواب ہے' اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اس خواب کو سچا کرے گا۔

اس خواب کے ۱۹ ماہ بعد مرزا صاحب کو اسی مضمون کا ایک اور خواب آیا جو تذکرہ میں ۱۳ر دسمبر ۱۸۹۴ء کے تحت درج ہوا ہے' اس کے مطابق مرزا صاحب کہتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین (بٹالوی) کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے' ہم نے وہیں نماز پڑھی' جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے' اس وقت مجھے اس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے' پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں' پس اسی حال میں وہ میرے پاس آ گیا' میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے' اس نے کہا کہ ہاں' پس بہت نزدیک آیا اور بغلگیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا' پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگذر کر' جو میں نے تیرے حق میں کہیں' جن سے تجھے دکھ پہنچا' اس نے کہا میں نے درگذر کی' تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں' تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔ پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا' آج وہ پورا ہو گیا۔ پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے جان کندن میں ہے' میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مرجائے گا' کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہو گی۔ (تذکرہ ص ۲۶۷۔۲۶۸) (روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ص ۸۰۔۸۱)

لگتا ہے کہ ان خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب کو دیگر مواقع پر بھی ان کے الہام کنندہ نے بتایا تھا کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے' جیسا کہ انہوں نے اپنی ۱۸۹۷ء کی تصنیف سراج منیر میں لکھا ہے:

''شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب (ایڈیٹر) رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں' اسکی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا' واللہ علی کل شئی قدیر۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ۱۹۸۴ء ص ۸۰)

مرزا صاحب کو اپنے ان خوابوں اور الہامات کی وجہ سے بقول مولانا دلاوری کامل وثوق تھا کہ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی دن قادیان کے نظر فریب دام زندقہ میں پھنسیں گے' لیکن مولانا مرحوم کو مرزائیت کے استیصال میں جو غیر معمولی شغف تھا اور جس اولوالعزمی کے ساتھ وہ اس فتنہ کے معدوم کرنے میں کوشاں تھے' اس سے مرزا قادیانی پر اس خواب کا صدق مشتبہ ہو جاتا تھا اور انہیں خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ خواب اضغاث احلام کی قسم سے ہو گا۔ لیکن قادیانی صاحب نے اپنا یہ خواب مشتہر کر کے مولانا ممدوح کے قبول مرزائیت کی پیش گوئی کر رکھی تھی' اس لئے اس کے بعض ارادت مند کبھی کبھی مولانا بٹالوی کی مرزائیت شکن سرگرمیوں سے ملول ہو کر مرزا صاحب سے سوال کر بیٹھتے کہ حضرت والا! مولوی محمد حسین کے ''رجوع الی الحق'' کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا کب ظہور ہو گا؟ اس پر مرزا صاحب اس ''دفتر بے معنی'' کا تذکرہ بلطائف الحیل ٹال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے تھے' آخر خواب کے قریباً چار سال بعد انہوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی ایک مزید ارتوجہ کی اور اپنے رسالہ استفتا میں جو ۱۶ رمئی ۱۸۹۷ء کو شائع کیا' لکھا: ''مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین کا ایمان فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیزگار لوگوں کی طرح''۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ لکھا ہے:

''ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے' فرمایا (مرزا صاحب نے) اس میں کیا شک ہے' زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا' اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا' مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک طرح کی خود پسندی تھی' پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے' یہ اس کے لئے استفراغ ہے' براہین میں ایک الہام درج ہے' جس طرح میں اس کا نام فرعون رکھا گیا ہے' اس نے بھی آخر یہی کیا تھا کہ آمنت انه لا اله الا الذی.....اس لئے اس (محمد حسین) کے لئے بھی آمنت بالذی کا وقت مقرر ہے۔''

(ملفوظات جلد ۴ص ۲۵۲۔۲۵۳)

بقول مولانا دلاوری ان بیانات سے مرزا غلام احمد کی ہوشیاری اور موقع شناسی مترشح ہوتی تھی اور انہوں نے اپنے اور اپنے پیروؤں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش رکھ لی تھی کہ فرعون کی طرح مرنے سے پہلے مولانا بٹالوی بھی اپنا عقیدہ تبدیل کر لیں گے لیکن مولانا دلاوری کہتے ہیں کہ وہ ذات شریف (شیطان) جس نے اپنے مطرود ہونے کے دن سے بنی آدم کو گزند پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے اور اپنے ملہموں کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں دھکیلنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے' قطعاً گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ حضرت ''مسیح موعود'' صاحب اور ان کے پیرو کسی پیش گوئی میں منہ کی کھانے اور ذلت اٹھانے سے بچ سکیں' اس لئے اب اس نے قادیانی صاحب پر یہ القاء کرنا شروع کیا کہ ''محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کا طرح ہوگا'' چنانچہ اس القاء کے بموجب مرزا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی میں جو ۱۵/ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی' مولانا بٹالوی کے قبول مرزائیت پر کامل وثوق کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں؟ یہ کہاں ہو سکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے' کیا وہ ہنسی کر رہا ہے؟ اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسے صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا' پس اس کو لکھنے کے لئے حاضر کر' اگر وہ لکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں اس کو اس شخص کی مثل دیکھتا ہوں جو مر کر قبر میں داخل ہو گیا' اگر میرا خدا چاہتا تو وہ ہدایت قبول کرتا اور اگر میرا خدا چاہتا تو وہ مجھے پہچان لیتا اور ہم اس کے ایمان سے نا امید نہیں ہوتے' بلکہ امید بہت ہے' اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے اور خدا کا حکم مرد راہ کو بھولتا نہیں' اس کے لئے پوشیدہ راز ہیں کہ کوئی فکر کرنے والا ان کو دیکھ نہیں سکتا' تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کرے گا' سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا' اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا' اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا۔ پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی' اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے اور جو شخص تم میں کچھ زمانہ زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا کیا تو اس پر تعجب کرے گا؟ پس کچھ تعجب نہ کر' یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل سے بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں' کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا؟ یہ کون گمان کر سکتا ہے؟ عجیب بات ہے اور خدا کے لئے سہل اور آسان ہے' تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں' ایک ان میں سے الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ ہے' پس سن اور سنا دے' تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا' پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں' جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا ہے' کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے۔

(اعجاز احمدی ص ۵۰۔۵۱) (روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۶۲۔۱۶۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب یہ الہامی پیش گوئی کر کے کہ مولانا بٹالوی کا ایمان (قبول مرزائیت) فرعون کی طرح نہیں بلکہ سعید لوگوں کی طرح ہوگا' خود اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس گئے' مولانا کے شب و روز تردید مرزائیت میں صرف ہوتے رہے' مرزا صاحب اور ان کے مرید انگاروں پر لوٹتے رہے اور تاویلیں کرتے اور ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے' جیسا کہ مرزا صاحب کے ۳/جنوری ۱۹۰۳ء کے ملفوظات میں محمد حسین اور اس کا رجوع کے عنوان سے لکھا ہے:

''اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے (محمد حسین کو) کیا سمجھیں؟ فرمایا (مرزا صاحب نے کہ) اب حکم حالت موجودہ پر ہوگا' وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے' دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں' گو اس کا انسان بن جاوے' مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں' اس کا نام بدلتا جاتا ہے' آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے' یہی حال اس کا ہے' سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے' اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے'' (ملفوظات جلد۴ ص ۳۵۴)

یہ ملفوظ ہمارے ان احباب کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بھی کافی ہے جو یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ مولانا نے ۱۹۰۰ء کے گرد و پیش مرزائیت کی مخالفت ترک کر دی تھی' یہ ملفوظ مرزا اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ بقول مرزا اس بات کی شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں ہے' اس ملفوظ کے چار سال بعد بھی مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے مخالف ہی تھے' جیسا کہ مرزا صاحب نے ۱۱/مئی ۱۹۰۷ء کا ایک خواب یوں بیان کیا ہے: ''مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں' میں نے اپنے کسی آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے' ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے' کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھا دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں' مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔''

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۶ رمئی ۱۹۰۷ء ص ۴' الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء ص ۷) (منقول از تذکرہ' ص ۷۱۸)

اور پھر ایک مرتبہ لاچار ہو کر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا' تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل نہیں کرتے' جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا' اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے' وہ یہ کہ جب کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد ۱۸۹۳ء سے اپنی زندگی کے آخر تک مولانا محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی پیش گوئیاں کرتے رہے' انہیں خواب بھی آتے رہے اور بقول ان کے وحی میں تو ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف مولانا بٹالوی بلکہ ان کے ایک اور مخالف منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ بھی مرزائی ہو جائیں گے۔ مولانا دلاوری لکھتے ہیں: ''منشی الٰہی بخش قادیان شکنی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے' کتاب عصائے موسیٰ لکھ کر قادیانی صاحب کو خوب رگیدا اور اس خوبی سے مرزائیت کے بخیے ادھیڑے کہ اگر قادیانی صاحب کا طالع سعید ہوتا تو اس کتاب کو پڑھ کر ضرور تائب ہو جاتے۔''

یہ منشی صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو قادیانیوں کو فکر پڑ گیا کہ اگر وہ قبول مرزائیت کے بغیر فوت ہو گئے تو مرزا صاحب کی پیشن گوئی کا کیا بنے گا۔ جیسا کہ سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۲۹۱ پر مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے۔

''میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مصنف عصائے موسیٰ (منشی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کر لیں گے' اس پر آپ نے فرمایا ان کو مرنے دو' خدائی کلام کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض منشی صاحب اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مرزائے قادیان کے شدید مخالف اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے' جہاں تک مولانا بٹالوی کا تعلق ہے مولانا دلاوری لکھتے ہیں کہ تردید مرزائیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور مولانا اور منشی الٰہی بخش صاحب نے ''نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا بپتسمہ لینے کے بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہامی صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ (رئیس قادیان' ص ۱۳۳)

مرزا غلام احمد نے ایک نہیں کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔ مرزا صاحب اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہوگئے لیکن مولانا کو اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا' مرزائیوں نے پھر توجیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے' کیا ہوا جو مولانا مرزائی نہیں ہوئے' ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی ہو جائے گا اور مرزا صاحب کی پیشن گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔ اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ نے بروایت الفضل ۲۰ر جولائی ۱۹۴۰ء کو فرمایا کہ مولانا کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے' پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے کی پیشن گوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے ۴ر اکتوبر ۱۹۹۶ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خاں امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

''آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کو آپ محترم خان ثناء اللہ خاں صاحب اور محترمہ امۃ المجید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے' آپ کے نانا مکرم شیخ محمد صاحب (مرزا غلام احمد کے) صحابی تھے اور آفتاب احمد خاں صاحب مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباء و اجداد میں سے کسی طرف سے ہیں...... تو اب مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی محمد حسین صاحب بٹالوی کی اولاد میں سے تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم' خدمت کا مقام حاصل کرنے والوں میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے آفتاب خاں صاحب بھی بنتے ہیں (الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء ص ۸)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد خاں مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے تھے' لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے راز کھول دیا' یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے الفضل ہی میں لکھا کہ:

''مرحوم (آفتاب احمد خاں) میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے' اس طرح حضرت شیخ مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے' مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے...... قبل از بیعت (مرزا غلام احمد) حضرت مولوی محمد حسین کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی' اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں' ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی تھی' آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاحبزادیاں کم سن تھیں اس لئے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز مرحوم کی شادی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب مرحوم نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت مکرم احمدہ بیگم سے کی' ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں' ان میں سب سے بڑی محترمہ امۃ المجید صاحبہ مرحوم آفتاب خاں صاحب کی والدہ تھیں' اس طرح مرحوم (آفتاب) کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے' یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے مجموعی طور پر مضبوط ہے اور انشاءاللہ رہے گا۔''

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے' ایک تو یہ کہ مرزا طاہر کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خاں مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں' دوسرے یہ کہ ایک مشہور مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد اس وجہ سے مرزائیت سے دور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا بٹالوی کے خاندان سے رہا' یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو' اگر مولانا کے بیٹے بقول مرزا بشیر الدین مرزائی ہو گئے تھے تو ان سے تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیئے تھا دوری کا نہیں۔

ہم نے اس کتاب کے صفحہ ۳۴۰ پر ایک خط نقل کیا ہے جس میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون قرار دیا ہے' انہوں نے خط میں یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اس فرعون کے مدمقابل موسیٰ کون ہے' جب مولانا لکھوی دیار حرم میں ۱۳۱۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو مرزا غلام احمد نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ لکھوی صاحب انہیں فرعون اور خود کو موسیٰ قرار دے کر مجھ سے پہلے مر گئے ہیں ' حالانکہ کہ اگر وہ موسیٰ تھے تو انہیں میرے بعد مرنا چاہیے تھا' یہ کیا ہوا کہ فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ مر گیا' اس بات کا انہوں نے خوب پروپیگنڈا کیا اور لکھا:

''تعجب یہ کہ الہام کی رو سے میں تو فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسیٰ ہوئے' پس چاہیے تھا کہ موسیٰ کی زندگی میں میں مر جاتا' نہ کہ موسیٰ ہی ہلاک ہو جاتا...... کیا یہ عجیب نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے' بول رہا ہے...... مگر وہ جو موسیٰ کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام ونشان نہیں' یہ کیسا موسیٰ تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اس جہان کو چھوڑ گیا۔ غرض یہ الہام ان کا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا انہیں پر پڑا اور جو معنی واقعات نے ظاہر کئے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے...... حج کرنا بھی اس کو مفید نہ ہوا اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہو گیا۔ سو چونکہ عبدالرحمٰن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کے لئے تمام مسلمانان پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا کہ یہ مفتری ہے' کذاب ہے' منافق ہے' کافر ہے' فرعون ہے...... سو (اس کی) اس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا' اگر میں اس کے الہام کے مطابق فرعون تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس کے سامنے ہلاک ہوتا نہ کہ وہ۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۳۷۰۔۳۷۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے یوں ارشاد فرمایا:

''مولوی محی الدین صاحب کے خط میں بتصریح موجود ہے کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا ہے' اور اخویم حکیم نور دین صاحب کو ہامان قرار دیا ہے' آپ موسیٰ صفات بنے ہیں' مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ فرعون و ہامان تو اب تک زندہ ہیں اور موسیٰ اس جہان سے گذر گیا' چاہیئے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ہلاک کر کے مرتے' مگر یہ کیا ہے کہ آپ ہی ہلاک ہو گئے' کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۳۶۹)

مرزا صاحب کی اس تعلّی کا جواب اس خط میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر انہوں نے درج بالا عبارات لکھی ہیں کیونکہ مولانا لکھوی کے مکتوب گرامی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک موجود نہیں ہے کہ وہ خود کو موسیٰ سمجھتے ہوں' خط ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے' اس میں آپ کو مرزا غلام احمد کے فرعون اور حکیم نور دین کے ہامان ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہ خود بمنزلہ موسیٰ ہیں۔ اور جب انہوں نے خود کو موسیٰ قرار ہی نہیں دیا تو ان کی وفات سے وہ نتیجہ نکالنا جو مرزا صاحب نے نکالا ہے سراسر غلط ہے۔

تاہم اس بحث میں مرزا صاحب نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب جب کسی کے موسیٰ و فرعون ہونے کی بحث چھڑے گی تو فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ پہلے کون مرا؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح اصل فرعون کی موت اصلی موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہوئی اسی طرح ہر وہ شخص جو بمنزلہ فرعون ہوگا اس شخص کی زندگی میں مرے گا جو بمنزلہ موسیٰ ہوگا' اسی لئے وہ مولانا لکھوی کی وفات کے بعد للکار للکار کر کہہ رہے ہیں کہ دیکھو وہ لاش کس کی پڑی ہوئی ہے اور یہ ادھر کون بول رہا ہے' دیکھو جو فرعون تھا (یعنی مولانا لکھوی) وہ تو مرا پڑا ہے اور ادھر میں جو بمنزلہ موسیٰ ہوں تا حال زندہ ہوں۔

آیئے' مرزا صاحب کے اس اصول کہ ''موسیٰ و فرعون کی کشمکش میں فرعون پہلے مرتا ہے اور موسیٰ بعد میں'' کی روشنی میں ان عبارات کو دیکھیں جن میں وہ خود کو موسیٰ اور مولانا بٹالوی کو فرعون قرار دے رہے ہیں' لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ’’واذ یمکر بك الذی کفراوقدلی یاھامان لعلی اطلع الی اله موسی وانی لاظنه من الکاذبین......اور وہ زمانہ یاد کر جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا‘ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے......اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہوگیا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہوگئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم ضمیمہ) ص ۳۴۰)

۲۔ سراج منیر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ’’دوسرا فتنہ وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے واذ یمکربك الذی کفر...... یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا‘ اور تیرے ایمان سے انکاری ہے اور کہے گا‘ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا‘ (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا‘ ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں‘ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے...... (پھر حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں) فرعون سے مراد محمد حسین ہے‘ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا‘ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔ واللہ اعلم۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۱۳۰ (سراج منیر)

۳۔ تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

’’اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتویٰ دے گا۔ (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی کہ ایک زمانہ آتا ہے جبکہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ طیار کرے گا۔) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتویٰ سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے‘ سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مہر لگا تا سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں‘ کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابولہب ہلاک ہوگیا' اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے' جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ ہوگا......اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتویٰ دینے والے کا نام جس نے اول فتویٰ دیا ہامان' پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مرے گا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا امنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل'' (روحانی خزائن (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) ص۴۶-۴۷ جلد۱۷)

۴۔ اور تحفہ گولڑویہ ہی میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''آج سے بیس سال قبل براہین احمدیہ کے ص ۵۱۰ میں یہی آیت (تبت یدا) بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے......اذ یمکربك الذی کفر' او قدلی یا ھامان لعلی اطلع الی الہ موسی وانی لاظنہ من الکاذبین تبت یدا ابی لھب......یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ کو بھڑکا......یعنی جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے' سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے پہلے یہ کتاب (براہین) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔'' (روحانی خزائن (تحفہ گولڑویہ) جلد۱۷ص ۲۱۵)

۵۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ان کا یہ فرمان موجود ہے:

''محمد حسین کو فرعون کہا گیا اور نذیر حسین کو ہامان۔ ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا' اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے آمنت انہ لا الہ الاالذی آمنت بہ بنو اسرائیل کہا تھا' ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔ محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائے گا' یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا' شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہے کہ اس نے موسیٰ کو پالا' پرورش کیا' تعلیم دلوائی تربیت کی۔''

(ملفوظات' جلد۴ص ۲۴۴۔۲۴۵)

۶۔ نزول المسیح میں مرزا صاحب نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا' لکھتے ہیں:

''اور یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا' یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین دہلوی کو) کہ اے ہامان' میرے لئے آگ بھڑکا' یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے' میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے' اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسیٰ رکھا تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا' اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔''

(روحانی خزائن (نزول المسیح) جلد ۱۸ص ۵۳۰)

ان عبارات میں خود کو موسیٰ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دے کر ہوا یہ کہ مرزا صاحب خود ۱۹۰۸ء میں چل بسے جبکہ مولانا بٹالوی ان کے بعد ایک عشرہ سے زائد زندہ رہے' اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں آپ مرزا صاحب کی وہ عبارات دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے مولانا لکھوی کی وفات کے بعد بڑے طمطراق سے لکھی تھیں کہ دیکھو کون مرا پڑا ہے؟ اور کون زندہ ہے؟ مولانا لکھوی نے خود کو کبھی موسیٰ قرار ہی نہیں دیا جبکہ مرزا صاحب نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا اور مولانا بٹالوی کو فرعون۔ اب اگر مرزا صاحب خود اپنے الہام کے مطابق موسیٰ تھے اور مولانا بٹالوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرعون تھے تو چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے مرزا صاحب مولانا بٹالوی کی وفات کے بعد مرتے، مگر یہ کیا کہ بٹالوی صاحب زندہ تھے اور مرزا صاحب خود ہی ہلاک ہو گئے، ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں پوچھتے ہیں کہ کیا "کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟"

دراصل مرزا صاحب کے الہامات کہ وہ بمنزلہ موسیٰ اور مولانا بٹالوی فرعون ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھے، اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو مرزا صاحب خود اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق بعد میں مرتے اور مولانا پہلے۔ مرزا صاحب پہلے مر کر نہ صرف یہ ثابت کر گئے کہ ان کا الہام کنندہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر گئے کہ وہ خود فرعون تھے اور مولانا بٹالوی بمنزلہ موسیٰ۔

جہاں تک مولانا لکھوی کا تعلق ہے، ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی خود کو بمنزلہ موسیٰ قرار نہیں دیا بلکہ وہ اپنے فرمان میں جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا اس جانب اشارہ کر چکے تھے کہ وہ مولانا بٹالوی ہی کو بمنزلہ موسیٰ سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

آپ (مولانا لکھوی) نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم دائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے الہام ہوا ہے، لکل فرعون موسیٰ۔ یعنی ہر فرعونے را موسیٰ۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں، ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔" (روحانی خزائن جلد ۳)

اور پھر زمانے نے دیکھا کہ دور حاضر کا فرعون اپنے موسیٰ کے سامنے مرا اور مرا بھی کہاں؟ لاہور میں، جب کہ خود اس نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ "ہم مکے میں مریں گے یا مدینے میں" (تذکرہ، ص ۵۹۱)

آج کل ہمارے بعض معاصرین کو یہ ثابت کرنے کا شوق چرایا ہوا ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے تیار کردہ فتویٰ تکفیر درباره مرزا غلام احمد سے پہلے لدھیانہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند علماء مرزا غلام احمد کو کافر قرار دے چکے تھے' گویا اولیت کا شرف مولانا بٹالوی کو حاصل نہیں ہے' اس کے علاوہ یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی جاری ہے کہ مولانا بٹالوی نے (علماء لدھیانہ کے بعد) مرزا غلام احمد کے کفر کا فتوی دیا تو تھا' لیکن بعد ازاں وہ مرزا کی مخالفت سے باز آگئے تھے۔

جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ مرزا غلام احمد پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ کس نے لگایا' ہم آپ کے سامنے خود مرزا صاحب کی ایک تحریر رکھتے ہیں' یہ تحریر عربی میں بھی ہے اور فارسی میں بھی اور ہم اردو میں اس کا ترجمہ نہیں کریں گے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ ترجمے میں گڑبڑ کی گئی ہے' اصل عبارت یوں ہے:

''ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جار غوی یقال له محمد حسین وقد سبق الکل فی الکذب والمین' وانه ابی واستکبر' واشاع الکبر واظهر حتی قیل انه امام المتکبرین ورئیس المعتدین وراس الغاوین' هوالذی کفر نی قبل ان یکفر الآخرون......

و یکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او را محمد حسین می گویند' واز ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است واو انکار کرد و تکبر نمود و تکبر را شائع کردہ و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبراں است' و رئیس تجاوز کنندگان' سر گمراہان است' او ہماں است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۴۱)

اور ہاں! چلتے چلتے مرزا صاحب کی درج ذیل تحریر بھی دیکھتے چلئے' لکھا ہے:

''مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے' بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔'' (تذکرہ برحاشیہ ص ۵۷۔۸)

یہ عبارات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد پر خود اس کی معلومات کے مطابق جو پہلا اور موثر فتوی تکفیر جاری ہوا وہ مولانا بٹالوی والا تھا' اور ان عبارات کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر بٹالوی صاحب کے فتویٰ سے پہلے کسی نے کفر کا کوئی فتوی دے رکھا تھا تو محسوس ہوتا ہے کہ اس فتوے اور اس کے مفتیوں کی مرزا صاحب کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا بٹالوی نے بعد ازاں تکفیر مرزا سے رجوع کر کے مرزائیت کی مخالفت ترک کر دی تھی تو یہ بات ان حقائق کے خلاف ہے جو ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں' وہ حقائق بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب اس حسرت میں رہے کہ ان کی وہ پیش گوئیاں پوری ہو جائیں جو انہوں نے کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی بالآخر ان پر ایمان لے آئیں گے' ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے مرید بھی ان سے پوچھا کرتے تھے کہ حضرت آپ کی پیش گوئیاں کب پوری ہوں گی اور مولانا بٹالوی کب دائرہ مرزائیت میں داخل ہوں گے؟ کب ان سے صلح ہوگی؟ لیکن ان باتوں کا مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔ ۱۹۰۷ء تک وہ یہی کہتے رہے کہ ٹھیک ہے' ابھی تک مولانا ہمارے مخالف ہیں لیکن میری پیش گوئی ضرور پوری ہوگی تاہم وا حسرتا! کہ یہ کبھی پوری نہ ہوئی' جیسا کہ ۱۹۲۰ء میں مولانا کی وفات پر الحکم میں شائع ہونے والے مرزائی ایڈیٹر کے نوٹ کے مطابق جو آگے شائع ہوگا' خود مرزائیوں کو اقرار تھا کہ مولانا کی سلسلہ قادیانیت سے مخالفت کی تاریخ ۲۸ سال پر محیط ہے' ۱۹۲۰ء (جب مولانا کی وفات ہوئی) سے پیچھے ۲۸ سال کا حساب لگایا جائے تو ۱۸۹۱ء میں بنتا ہے۔ گویا ۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء تک سلسلہ قادیانیت کے مخالف رہے ہیں اور یہ وہ فضیلت ہے جس کی شہادت دشمن بھی دے رہے ہیں۔ آج مولانا بٹالوی کی تکفیر مرزا سے رجوع کی باتیں کرنا دراصل قادیانیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔ مرزا کی پیش گوئیاں تھیں کہ محمد حسین ان کی مخالفت چھوڑ دے گا' ان پر ایمان لے آئے گا' تکفیر سے باز آجائے گا' صلح کر لے گا' وغیرہ وغیرہ' قادیانیوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ محمد حسین کے رجوع کے بارے میں مرزا غلام احمد کی پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت سامنے آنے کے بعد مولانا بٹالوی نے اس کے دعاوی کے رد کی جو ذمہ داری اٹھائی اسے انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی میں اس خوبی سے نبھایا کہ جب وہ ۱۹۲۰ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو قادیانی اخبار الحکم کے ایڈیٹر نے لکھا "مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج وافسوس سے پڑھی' ہرچند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نہایت زبردست عالم اور اپنے عہد کا ذی علم مناظر اور اہل قلم تھا...... سلسلہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور ۲۸ سال کی ایک طویل داستان ہے" (الحکم قادیان (ماخوذ از اہل حدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۲۰ء)

یہ تحریر نہ صرف اس بات کی شہادت ہے کہ مولانا بٹالوی ۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء تک مسلسل مرزائیت کے سدباب میں منہمک رہے اور انہوں نے تاعمر مرزائیت کو پریشان کیے رکھا بلکہ اس بات کی بھی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کی دوسری بہت سی پیش گوئیوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کہ مولانا بٹالوی رجوع کر کے مرزائی ہو جائیں گے۔

ہم نے پہلے کسی جگہ لکھا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی پیش گوئی کے بعد سے محترمہ محمدی بیگم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا صاحب کے کذب کی شہادت دے رہا ہے (کیونکہ یہ پیش گوئی کبھی بھی پوری نہیں ہوئی) اسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد کہ مولانا مرزائی ہو جائیں گے' ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ مرزا صاحب مفتری علی اللہ تھے' کیونکہ مولانا کبھی دائرہ مرزائیت میں داخل نہیں ہوئے۔

یوں تو مولانا بٹالوی کی زندگی کا بیشتر حصہ رد قادیانیت میں گذرا اور ان کی بہت سی تحریریں اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوئی ہیں' لیکن چند تحریریں الگ سے بھی مطبوعہ ہیں مثلاً "خیالی مسیح اور اس کے فرضی حواری سے گفتگو" جو ۱۸۹۱ء میں ۳۵ صفحات پر شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب کے ایک خیالی مرید سے مولف کی مکمل مراسلت شائع کی گئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مرزا صاحب کی کتب (فتح الاسلام' توضیح مرام۔ ازالہ اوہام) پر بھی تبصرہ کیا گیا۔

ایک دوسری تحریر "مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات" کے عنوان سے ۱۶۔ صفحات پر شائع ہوئی جو دراصل مولانا بٹالوی کے سوالات اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے جوابات پر مشتمل ہے۔

(عبدالرشید عراقی۔ قادیانیت کی تردید میں علماء اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ محدث لاہور۔ فروری ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد حسین کے سوانح بیان کرتے ہوئے مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ آپ حضرت میاں صاحب دہلوی کے شاگردوں میں ممتاز ترین شاگرد ہیں...... آپ نے علوم اصول و معقول مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ دو مشہور اساتذہ کی سندیں ہم کو آپ کے کاغذات میں ملی ہیں۔ یعنی مولانا نواب صدرالدین خاں دہلوی مرحوم کی اور مولانا گلشن علی جون پوری کی۔ اول الذکر کی سند پر تاریخ مرقوم نہیں' دوم پر ۱۲۸۱ھ مرقوم ہے۔ دونوں سندوں میں آپ کی لیاقت اور ذہانت کا ذکر اچھے الفاظ میں ہے۔ حدیث کی سند حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین المعروف میاں صاحب دہلوی مرحوم سے آپ کو حاصل ہے۔ اس سند پر ۱۲۸۲ھ مرقوم ہے۔ میاں صاحب مرحوم کی سند میں علاوہ سند علمی کے ایک فقرہ خاص مذکور ہے۔ ان له زيادة صحبة معي مزيد اختصاص بي على غيره من الطلبه' یعنی آپ کو اور طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ آپ میرے (میاں صاحب کے) ساتھ صحبت میں بہت رہتے رہے۔

واقعات اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب جو مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ معیار الحق مصنفہ حضرت میاں صاحب ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا مرحوم کارکن بلکہ پورے محرر تھے۔ بعد واپسی وطن آپ نے لاہور مسجد چینیانوالی میں درس شروع کیا۔ درس کے علاوہ ذریعہ اشاعت تحریر کو سمجھا۔

شروع شروع میں تحریر کا طریق یہ تھا کہ امرتسر میں ایک اخبار سفیر ہند پادری رجب علی عیسائی کا نکلتا تھا۔ اس میں بطور ضمیمہ ہفتہ وار دو ورق نکالا کرتے تھے۔ زاں بعد شدہ شدہ تحریک ہوئی کہ ایک ماہوار رسالہ نکالا جائے۔ چنانچہ رسالہ اشاعة السنة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کیا گیا۔ رسالہ ماہوار کے علاوہ مستقل رسائل بھی آپ نے لکھے...... مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے آپ کی استعداد اور تبحر علمی کا پتا چلتا ہے۔ کیسا کوئی مضمون جواب یا جواب الجواب ہو۔ ایسا صاف لکھتے کہ پڑھنے والے کو خوب سمجھ میں آ جاتا۔ آپ کے رسالہ اشاعۃ السنۃ سے مسائل حدیثیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ ابتدا میں آپ کا روئے سخن زیادہ احناف کی طرف تھا۔ درمیان میں سرسید احمد خاں کے مسائل نیچریہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ زاں بعد فتنہ قادیانیت اٹھا۔ اس میں آپ نے بہت وقت لگایا۔

آپ کا انتقال ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء بمطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ کو ہوا''

(اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹۔ اگست ۱۹۲۱ء)

❁ ❁ ❁

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ ندوہ کے ایک جلسہ میں چار سلیمان جمع ہو گئے تھے...... اس پر حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے فرمایا ''پہلے سلیمان فرد تھا' (یعنی میں اکیلا سلیمان تھا) اب رباعی ہے' چار چار سلیمان (سید سلیمان' قاضی سلیمان' شاہ سلیمان اور سلیمان اشرف) یکجا ہیں۔'' (یادرفتگان کراچی ۱۹۸۳ص ۱۶۰)

قارئین! اگرچہ اس رباعی کا ہر ایک مصرع علمی دنیا کا آفتاب و ماہتاب تھا لیکن ایک مصرع بطور خاص اہم تھا' کیونکہ اس نے تحریک ختم نبوت میں بھی انتہائی وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ بزرگ حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ہیں جن کو مصنف رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے تو ایک زمانہ جانتا ہے لیکن تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت سے بھی ان کی خدمات نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور ان کو اجاگر کرنا بے حد ضروری ہے۔

قاضی صاحب منصور پور ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے' والد بزرگوار قاضی احمد شاہ بن مولانا باقی باللہ نے لیلۃ القدر میں یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی! بیٹا عطا فرما جو عالم باعمل'' متقی' پارسا اور دین و دنیا میں ذی عزت ہو' ان کی والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو بلا وضو دودھ نہیں پلائیں گی' خدا نے بیٹا عطا فرمایا تو ماں نے ایسا ہی کیا' ابتدائی تعلیم قاضی صاحب نے اپنے والد گرامی سے پائی' عربی کتابیں مولوی سید محمد حسین صاحب رام پوری سے پڑھیں' حدیث کی سند دادا سے لی اور انہی سے روحانی فیض پایا۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا' ملازمت کا سلسلہ شروع کیا تو ترقی کرتے کرتے ریاست پٹیالہ میں سیشن جج ہو گئے اور وہیں سے پنشن یاب ہوئے' اثنائے ملازمت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس و تدریس بھی کرتے رہے' روزانہ صبح اپنے محلے کی مسجد میں قرآن پاک کا درس دیتے اور جمعہ کے روز خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے' تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے' غضب کے ذہین تھے' ایک بار جس کتاب کو دیکھ لیتے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے' تورات اور انجیل پر آپ کو بڑا عبور تھا' تاریخ میں تو امام وقت تھے' کئی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع ہیں' شاعر بھی تھے' تبلیغ اسلام میں آپ نے بڑے بڑے کام کئے' اپنی خدمات کو مشہور کرنے کے عادی نہ تھے' جو کام کرتے خاموشی سے کرتے' چنانچہ بڑے بڑے عیسائی اور ہندو آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے' غازی محمود دھرمپال' جو منہ پھٹ آریہ تھے محض آپ کی تبلیغ سے دوبارہ اسلام میں آئے' ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی جو مرزا قادیانی کے مخلص مرید تھے اور بیس ہزار روپیہ تبلیغ مرزائیت پر صرف کر چکے تھے' آپ کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوئے' سادہ زندگی بسر کرتے اور تنخواہ سے جو بچتا بیواؤں' یتیموں اور ناداروں پر خرچ کر دیتے' قومی اور اسلامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ۱۹۳۰ء میں دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور واپسی کے سفر میں جہاز میں انتقال فرمالیا۔

(منقول از سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی)

سید سلیمان ندوی جناب قاضی صاحب کی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں'' رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالعلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے' وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بسی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص ومحبت سے ملے اور دیر تک پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے مناظروں کا ذکر فرماتے رہے...... مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور بزرگ تھے...... ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دارالمصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں...... مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی' وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے' تبلیغ کے دلدادہ تھے' صلح پسند اور خاکسار تھے' علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی' ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآبؐ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں' مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے (جس کی) بڑی خصوصیت یہ ہے کہ منصف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے...... مناظرانہ تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا مشکل کام ہے' مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے' اسی طرح ان کی یہ تصنیف اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے' پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے' تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں ملتا۔''

سید سلیمان ندوی صاحب نے قاضی صاحب کو یادرفتگان میں بھی خراج تحسین پیش کیا ہے' لکھتے ہیں: ''قاضی محمد سلیمان منصور پوری...... علم و عمل' زہد و کمال اور فضل و ورع کے جامع تھے' ان کے قدیم و جدید دونوں خیالات اعتدال پر تھے' عربی زبان اور علوم دین کے مبصر تھے...... بلند قامت' خوش رو' خوش لباس' وجیہہ' گھنی داڑھی' سپید صافہ باندھا کرتے تھے۔ ان کی مستقل تصانیف میں رحمۃ للعالمین' الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) اور سفرنامہ حجاز یادگار ہیں...... رحمۃ للعالمین...... اسلامی مدرسوں میں داخل ہوئی' کورسوں میں شامل ہوئی' لوگوں نے ذوق و شوق سے پڑھا' خدا رحمۃ للعالمین کے مصنف کو اپنی رحمت عالم سے نوازے۔'' (یادرفتگان' کراچی ۱۹۸۳ص ۷۔۱۰۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر مذکور کتابوں کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی تصنیف فرمائیں:

۱:سید البشر۔۲:معراج المومنین۔۳:برہان جس میں تورات اورانجیل اورقرآن کی تعلیم کا فرق بیان کر کے سیدنا حضرت عیسیٰ‘ سیدنا حضرت موسیٰ اورسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے۔

۴:تبیان الاسلام‘اس کتاب میں مسلمانوں کے علمی وتمدنی‘ اقتصادی مسائل اور اصلاح احوال کی تجاویز درج ہیں۔ ۵:انجیلوں میں خدا کا بیٹا ‘اس کتاب میں اصطلاح ’’خدا کا بیٹا‘‘ کی تحقیق پیش کی گئی ہے‘۶:اسماء اللہ الحسنیٰ‘اس میں اسماء الحسنیٰ کی تفصیل بیان ہوئی۔ ۷:اصحاب بدر‘ جس میں بدر اور اصحاب بدر کا ذکر ہے‘اس کے علاوہ ان کی کتب میں ’’استقامت‘‘ بھی شامل ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں قاضی صاحب نے دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک غایۃ المرام ۱۸۹۳ء میں‘ دوسری تائید الاسلام ۱۸۹۸ء میں---!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد جعفر تھانیسری

دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر کے ایم اشرف لکھتے ہیں "۱۸۰۳ میں دہلی میں لارڈ لیک کی آمد کے ساتھ علماء کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا' جب انہیں قرآن کے اصولوں اور احکام شریعت کی روشنی میں برطانوی حکمرانوں کی نسبت مسلمانوں کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنے کو کہا گیا' یہ کوئی آسان کام نہ تھا' کیونکہ شریعت میں کوئی ایسا تصور ہی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے محکوم ہونے کا سوال ہو۔ خوش قسمتی سے شاہ ولی اللہ کی جانشینی قابل اور نڈر شاہ عبدالعزیز کے حصے میں آئی' جس نے بلا تامل اعلان کیا کہ دہلی سے کلکتہ تک سارا ملک نصرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے' وہ مطلق العنان اور اعلیٰ اقتدار کے مالک ہیں۔ جبکہ حیدر آباد' لکھنو اور رام پور کے نام نہاد مسلمان حکمران ان کے رحم وکرم پر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہندوستان شرع کی رو سے دارالسلام نہیں رہا اور اب اسے دارالحرب تصور کرنا ہوگا۔"

ڈاکٹر اشرف صاحب مزید لکھتے ہیں "اس سے کلیۃً ایک نئی اور نازک صورت حال پیدا ہوگئی' کیونکہ جب ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تو مسلمانوں پر یہ فرض ہوگیا کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کر جائیں' اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اگر کسی ناگزیر سبب کی بنا پر انہیں انگریزوں کے تحت رہنا پڑے تو انہیں انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔"

(انقلاب ۱۸۵۷ء لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۰۱-۱۰۲)

اس فتوے کی بنیاد پر حضرت سید احمد بریلوی نے خاندان ولی اللہی کے نامور فرزند شاہ اسماعیل کے ساتھ مل کر وہ عظیم تحریک شروع فرمائی جسے تحریک مجاہدین اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہابی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی سے بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک کبھی دھیمے انداز میں اور کبھی زوروشور کے ساتھ۔

استخلاص وطن از بیگا نگان بعید الوطن

کے مقصد سے جاری رہی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اوپر ذکر کردہ صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں اس تحریک میں کام کرتا رہا' یعنی کچھ لوگ ہند چھوڑ کر آزاد علاقوں میں نکل گئے اور وہاں انگریز کے خلاف میدان کارزار گرم کئے رہے۔ کچھ لوگ ان سرگرم کار مجاہدین کے لئے مال ورسد کی سپلائی اور نئے رنگروٹوں کی بھرتی کے لئے پورے ملک میں خفیہ طور پر گھومتے رہتے اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے دامے درمے سخنے اس تحریک سے خفیہ تعاون کرتے رہے۔

لکھوی خاندان کے کچھ علماء' حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا ابراہیم آروی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی ایسے لوگ ہیں جو تحریک مجاہدین کی صفوں میں خفیہ طور پر شامل تھے اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے السابقون الاولون میں بھی شامل ہیں اور تحریک مجاہدین کے وہ لوگ جو منظر عام پر آگئے تھے' ان میں بھی ایک ایسی شخصیت ہے جو تحریک ختم نبوت کے سابقون میں شامل ہے' ان کا اسم گرامی محمد جعفر تھانیسری ہے اور یہاں اسی شخصیت اور اس کے حوالے سے کچھ مجاہدین کی تحریک کا ذکر کیا جارہا ہے۔

آپ کا نام محمد جعفر' والد کا نام میاں جیون اور آپ تھانیسر ضلع انبالہ میں ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ کتاب داستان راعیاں میں صوبے دار محمد شریف نے آپ کے حالات یوں بیان کئے ہیں:

مولانا جعفر رئیس اعظم ونمبر دار سفید پوش آف تھانیسر' اورنگ زیب عالمگیر کے درباری منصب دار سہ ہزاری شیخ عبدالکریم تھانیسری کی اولاد میں سے تھے۔ سات سمندر پار سے آنے والی عیار قوم انگریز سے سخت نفرت رکھتے تھے اور سلطنت اسلامیہ کے چھن جانے اور انگریز کی غلامی جیسی ذلت پر اکثر کڑھتے رہتے تھے۔ انہوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والینٹیر زبھرتی کر کے صوبہ بہار کے صدر مقام پٹنہ میں قائم کردہ خفیہ ٹریننگ مرکز میں گوریلا ٹریننگ دینے کا بندوبست کیا اور تھانیسر کے اردگرد پہاڑی علاقوں میں خفیہ اسلحہ خانہ اور گوریلا کیمپ قائم کئے' جہاں پٹنہ سے تربیت یافتہ مجاہدین کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں بھیس بدل کر بھیجا جانے لگا۔صوبیدار میجر محمد شریف اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چند ماہ بعد گوریلا مجاہدین کی خاصی تعداد تھانیسر میں جمع ہوگئی اور اب انہیں ہند کے شمال مغربی سرحدی علاقے میں پہنچانے اور اندرون پنجاب انگریزی افواج کی یونٹوں اور تنصیبات کو تباہ کرنے کے پروگرام بننے لگے۔ لیکن اسی دوران کمشنر انبالہ کے اردلی غزن خان کو اس کی بھنک لگ گئی اور اس ننگ وطن نے کمشنر کو کل حالات سے آگاہ کردیا' جس کے نتیجہ میں مولانا جعفر اور دوسرے سرکردہ مجاہدین کو گرفتار اور پٹنہ میں مجاہدین کے ہیڈکوارٹر اور ٹریننگ سنٹر کو تباہ کردیا گیا۔مولانا جعفر کو کالا پانی کی سزا دے کر جزیرہ انڈیمان بھیج دیا گیا' جہاں یہ عظیم رہنما ۱۸ سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور اپنی وسیع جائیداد کی ضبطی پر ذرا ملال نہ کیا۔ (داستان راعیان۔طبع لاہور ۱۹۹۹ء ص ۴۔۱۹۲ ملخصا)

مولانا تھانیسری خود اپنی کتاب ''کالا پانی'' میں لکھتے ہیں ''۱۸۶۳ء کے آخر کی بات ہے کہ مغربی ہند کی سرحد کے قریب انگریزی سرکار کی زبردستی کی وجہ سے ایک عظیم جنگ شروع ہوگئی' جنرل چیمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے' امبیلے کی گھاٹی میں پہنچ کر سرکاری فوج کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔تقریباً سات ہزار کشت وخون میں تڑپ گئے' خود جنرل چیمبرلین شدید مجروح ہوئے' پنجاب کی تمام چھاؤنیوں کی فوج کو اس جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ وائسرائے ہند اپنی اس حرکت پر نادم ہوکر راہی ملک عدم ہوا اور ہندوستان بے گورنر ہوگیا۔ایسے نازک وقت میں ۱۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو ایک ولایتی افغان غزن خان نے (مخبری کی کہ) تھانیسر کا نمبردار محمد جعفر مجاہدین کی روپیہ اور آدمی سے مدد کررہا ہے۔''

اس اطلاع کے بعد آپ کی گرفتاری علی گڑھ سے عمل میں آئی اور آپ کو بیڑیاں'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہتھکڑی اور طوق مع زنجیر پہنا کر دہلی پہنچایا گیا' جہاں اقرار جرم اور مجاہدین کے نام و پتے بتانے کے لئے آپ پر کئی روز تک اس قدر تشدد کیا گیا کہ ایک روز کا حال لکھتے ہوئے خود فرماتے ہیں: ''آٹھ بجے صبح سے لے کر رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضلہ تعالیٰ میں نے سب کچھ برداشت کر لیا اور ہر دم اپنے رب سے دعا کی' اے رب ذوالجلال یہ امتحان کا وقت ہے' تو مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق عنایت فرما''

اپریل ۱۸۶۴ء میں انبالہ میں مقدمہ شروع ہوا۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالرحیم صادقپوری' مولانا یحییٰ علی صادقپوری وغیرھم بھی ملزمین کے کٹہرے میں تھے۔ ۲ مئی ۱۸۶۴ء کو سیشن جج نے فیصلہ سنایا۔ مولانا جعفر فرماتے ہیں کہ جج نے سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بہت عقل مند' ذی علم' قانون دان' نمبردار اور رئیس ہو' تم نے اپنی ساری عقل مندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا۔ تمہارے ذریعہ سے سرکار کے دشمنوں کو آدمی اور روپیہ جاتا تھا' تم نے انکار بحث سے کام لیا اور سرکار کی خیر خواہی کا قطعاً دم نہیں بھرا اور فہمائش کے باوجود تم نے قطعاً سرکار کی خیر خواہی نہ کی' لہذا تمہیں پھانسی دی جائے گی' تمہاری لاش بھی وارثوں کو نہیں دی جائے گی' بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ جیل کے گورستان میں گاڑ دی جائے گی اور میں تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا' (کالا پانی ص ۶۷)

فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا' جان لینا اور دینا خدا کا کام ہے' آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے آپ کو ہلاک کر دے۔ مولانا کہتے ہیں کہ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جج چند ہی دن بعد ناگہانی موت سے راہی ملک عدم ہو گیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ پھانسی کا حکم سننے پر اتنی خوشی ہوئی کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے پر بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا۔ میرے بعد مولانا یحییٰ علی صاحب کو یہی سزا ہوئی اور ان کو بھی میں نے نہایت ہشاش بشاش پایا۔ اس روز ضلع انبالہ کی کچہری کا تمام احاطہ خلقت سے بھرا ہوا تھا۔ جب جج حکم سنا کر خاموش ہوا تو سپاہی مجھے کہنے لگے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تمہیں تو پھانسی کا حکم ملا ہے لہٰذا تمہیں تو رونا چاہیے۔ لیکن تم ہشاش بشاش ہو۔ میں نے جواب دیا' میری یہ بشاشت شہادت کی امید کی وجہ سے ہے' جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ فرماتے ہیں ۱۶ ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں رہے۔ صد ہا صاحب لوگ اور میم ہمیں دیکھنے کے لئے روزانہ پھانسی گھروں میں آتے اور پوچھتے کہ تمہیں تو بہت جلد پھانسی ہوگی' پھر تم اس قدر خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو۔ ہم کہتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں مارے جانے پر شہادت کا درجہ ملتا ہے اور اس وجہ سے ہم خوش ہیں۔ ۱۶ ستمبر کو ڈپٹی کمشنر انبالہ پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی کی سزا کو بہت محبوب سمجھتے ہو اور اسے شہادت تصور کرتے ہو' اس لئے حکومت تمہیں تمہاری پسندیدہ سزا دینے کے لئے تیار نہیں' لہٰذا تمہاری پھانسی کی یہ سزا حبس دوام بعبور دریائے شور سے بدلی جاتی ہے۔ اس حکم کے ساتھ ہی ہمیں پھانسی گھروں سے نکال کر دوسرے قیدیوں کی بارکوں میں بھیج دیا گیا اور جیل خانہ کے دستور کے مطابق ہماری داڑھی مونچھ اور سر کے بال تراش کر ایک منڈی بھیڑ کی طرح بنا دیا۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ مولانا یحییٰ علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے بالوں کو اٹھا کر کہتے تھے: افسوس نہ کر' تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اسی کے واسطے کتری گئی۔

مولانا جعفر مزید فرماتے ہیں کہ ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم لاہور جیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جوگیانہ گیروانہ لباس زیب تن' کالا کمبل اوڑھے ہوئے بیڑی و ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ' منزل در منزل اور کوچ در کوچ یہ قافلۂ عشاق سوئے منزل رواں دواں تھا۔ ہم ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرتے چلے جاتے تھے۔ لدھیانہ' پھلور' جالندھر اور امرتسر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ جب شالامار باغ کے سامنے پہنچے تو ہر ایک نے اپنا اپنا من بھر کر جو جی چاہا سو کھایا' کیونکہ جیل کی کال کوٹھریوں میں معمول کے کھانے کے علاوہ اور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم تھیں...... سینٹرل جیل لاہور میں پہلے سے موجود بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان ایک لمبا آڑہ ڈنڈا بھی ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہوگیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی نہایت محال ہوگیا۔ لاہور سے ملتان لے جایا گیا اور وہاں سے ایک کشتی کے ذریعہ کراچی روانہ کر دیا گیا۔ اس سفر میں مولانا فرماتے ہیں کہ بیڑی ہتھکڑی اور ڈنڈے تو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی آہنی زنجیر ہماری بیڑیوں کے درمیان پھنسا دی گئی' جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا محال تھا' پاخانہ پیشاب بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے کرتے تھے' اس وقت تقریباً آدھا آدھا من لوہا ہمارے جسم پر تھا۔ اگرچہ دریائے سندھ ہمارے زیر پا ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن ہم اس قدر مجبور تھے کہ وضو کرنے کی بھی توفیق نہ تھی' لہٰذا پڑے پڑے تیمم سے نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہرے اور پھر آٹھویں روز ہمیں بحری جہاز میں بوریوں کی طرح بھر کر بمبئی بھیج دیا گیا۔ ۸ دسمبر ۱۸۶۵ کو بمبئی سے بذریعہ جہاز کالا پانی روانگی ہوئی اور ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو جہاز پورٹ بلیر انڈمان پہنچ گیا۔

مولانا محمد میاں نے مولانا تھانیسری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مولانا محمد جعفر ''تمام اسیران بلا میں سب سے زیادہ ہوشیار اور معاملہ فہم تھے۔ ایک عرضی نویس کی حیثیت سے زندگی شروع کی اور اپنے فن میں اس قدر ترقی کی کہ خود اپنی تصنیف میں نیرنگیٔ قسمت اور بوقلمونیٔ روزگار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''۱۲ دسمبر ۱۸۶۳ء کو اپنی خانہ تلاشی سے تھوڑی دیر پہلے تک میں ہزاروں روپیہ کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر قابض تھا۔ بیسیوں آدمی میری رعیت میں رہتے تھے۔ ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے گاڑیوں میں سوار ہوا پھرتا تھا۔ ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے۔ (تواریخ عجیب ص ۳۸۔) تحریک مجاہدین کے ذمہ دار ارکان میں آپ شمار ہوتے تھے۔ روپیہ اور رضا کار پہنچانے کے سلسلہ میں آپ کی ذمہ داری بہت وسیع تھی۔ آپ نے ۱۸۵۷ء کے جہاد میں بھی شرکت کی (اپنے دس معتبر مریدوں کے ساتھ مجاہدین کی کارروائیوں میں شرکت کی تھی) اور یہ تمام خفیہ سازشیں عرائض نویسی کے پردہ میں پوشیدہ رہیں۔ آپ نے اس پیشہ سے اس انقلابی سازش کے راستہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت فائدہ اٹھایا۔ آپ نے پورے مقدمہ کے دوران کوئی وکیل نہیں مقرر کیا اور بڑی قابلیت کے ساتھ گواہوں پر جرح کرتے رہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ رہا ہوئے اور پھر چند تصانیف قلم بند فرما کر اپنا اور اپنی جماعت کا تعارف کرایا۔ آپ کو عام طور پر منشی لکھا جاتا ہے (تحریک کے حلقوں میں آپ کا خفیہ نام پیرو خاں اور پیر خلیفہ تھا)

(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد سوم ص ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۹)

مولانا جعفر فرماتے ہیں "انگریزوں نے قبل از صدور حکم اخیر مقدمہ کے میری کل جائداد پہلے ہی دن قرق کر لی تھی۔ دوسرے دن خود میرے عزیزوں کو کوئی اپنے برآمدہ میں بھی کھڑا نہیں ہونے دیتا تھا۔ (تواریخ عجیب ص ۳۸)۔ اور بیسیوں آدمی ہمارے شہر کے فقط اس قسم کے قصوروں میں قید ہو گئے کہ ان کے پاس میرا کوئی سامان نکل آیا، یا میرے مکانات کی ضبطی اور نیلام کے بعد میرے بال بچوں کو کسی نے اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دیدی۔ (تواریخ عجیب ص ۳۴)۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد سوم ص ۱۱۱، ۱۱۴)

ناظرین! جس انڈیمان (کالا پانی) میں مولانا جعفر تھانیسری نے تقریباً ۱۸ سال قید کاٹی اس کے متعلق ہم مولانا فضل حق خیرآبادی کی کتاب الثورۃ الہندیہ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ کرب و بلا کا کیا مقام تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ کالا پانی وہ جگہ ہے "جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا...... اس کی نسیم صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی، اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں۔ اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کا بادل رنج و غم برسانے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اس کی ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی...... ہوا بدبودار اور بیماری کا مخزن تھی۔ مرض سستا اور دوا گراں، بیمار کے علاج، تندرست کی بقاء صحت اور زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہ تھی۔ بخار موت کا پیغام، جب کوئی مر جاتا ہے تو نجس و ناپاک خاکروب اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل و کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریگ کے تودے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دبا دیتا ہے" (الشورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان) ص ۹۳-۲۹۱)

اس کالا پانی کو انگریزوں نے وہابیوں کی کالونی بنا دیا تھا۔ وہابی مجاہدین کے بڑے بڑے لیڈران جزائر میں مصائب و آلام اور ظلم کا تختہ مشق بنے رہے' بہت سے یہیں آسودہ خاک ہو گئے۔ وہاں اے کلاس یا بی کلاس قید کا رواج نہیں تھا' لیکن کسی نے معافی نہیں مانگی' نہ لالچ کو قبول کر کے حق کا ساتھ چھوڑا' نہ ہی مصائب سے گھبرا کر راہ حق سے ہٹنا پسند کیا۔ خود ہنٹر کہتا ہے کہ انہوں نے "کبھی وفاداری کا اظہار کیا نہ ہم سے کوئی رعایت طلب کی" (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

وہابی مقدمات کے تقریباً پچاس سال بعد کچھ لوگ حجاز سے گرفتار کروا کر انگریزوں نے مالٹا میں نظر بند کئے تھے۔ ان بزرگوں کو شیخ الہند' شیخ الاسلام' شیخ العرب والعجم وغیرہ القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور مالٹا کی اسیری کی بنا پر انہیں تحریک آزادی کے نمایاں ترین لیڈروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان بزرگوں کی خدمات سے انکار نہیں ہے' لیکن کیا کیجئے کہ یہ بزرگ کوئی مشقت کرنے کی بجائے وہاں وقتاً فوقتاً انگریز حاکموں کے حضور رعایتوں کے حصول کے لئے درخواستیں دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور یہ روایات بھی خود ان اسیروں میں سے ایک یعنی مولانا حسین احمد مدنی کی زبانی بیان ہوئی ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمایئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ تحریک آزادی میں خدمات اور قربانیوں کے ضمن میں کون کس مقام پر کھڑا ہے۔

مولانا مدنی لکھتے ہیں: "ایک روز مولانا (محمود حسن) کو آفس میں بلایا گیا اور کمانڈر نے کہا کہ ہمارے پاس آپ کے لئے خاص طور پر حکم آیا ہے کہ آپ کی خاطر داری غایت درجہ کریں اور جو مراعات اور حقوق فوجی کپتان کے کئے جاتے ہیں آپ کے ساتھ ملحوظ ہوں' اس لئے ہم آئندہ ان کا اہتمام کریں گے۔ اگر آپ کو کوئی ضرورت یا شکایت ہو تو بیان فرمایئے ...... ہم نے اگلے دن ایک مفصل عرضی لکھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم گرم ملک کے رہنے والے ہیں' مالٹا نہایت سرد جگہ ہے' ہم لوگوں کو ان سرد ملکوں میں آب و ہوا مناسب نہیں ہوتی' جبکہ میں کسی قسم کا واقعہ میں مجرم نہیں ہوں تو جلد آزاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جاؤں (یا) ہندوستان منتقل کر دیا جاؤں' (یا) مصر کے ان شہروں میں مجھ کو رکھا جائے جہاں پر سردی زیادہ نہیں ہوتی۔ مجھ کو اور میرے رفقاء کو کھانے کی سخت تکلیف ہے' ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ مالٹا سے اگرچہ زندہ حیوان منگانے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہو گیا۔''

پھر ایک اور افسر مسٹر برن مولانا محمود حسن سے ملنے آیا' اس کے پاس بھی ایسی ہی شکایات کی گئی ہیں تو مولانا مدنی لکھتے ہیں: ''مسٹر برن نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو روزانہ ڈیڑھ شلنگ اور مولانا (محمود حسن) مرحوم کو تین شلنگ دیا جایا کرے' اور علاوہ اس کے روٹی' کوئلہ' شمع' صابن حسب عادت سابقہ ملنے کا حکم جاری کر دیا۔ مسٹر برن نے سردی کی شکایت کی بنا پر جاڑوں کے لئے کوئلہ کی زیادہ مقدار مقرر کرا دی جس سے ہم اپنے کمرہ کو روزانہ گرم کر سکتے تھے۔''

ادھر مولانا محمود حسن کی اہلیہ نے ہند میں ''غالباً گورنر یوپی کے پاس عرضی بھیجی کہ جو مقدار مولانا کے لئے مقرر گئی ہے وہ مالٹا کی گرانی کی وجہ سے کافی نہیں ہے' اس لئے یا تو تم خود ان کے لئے کافی مقدار پہنچاؤ' یا ہم کو اجازت دو۔ وہاں سے جواب آیا کہ تم فکر مت کرو' ہم خود انتظام کریں گے۔ وہاں سے حکم مالٹا میں زیادتی کا پہنچا۔ آفس نے مولانا اور کاتب الحروف (مولانا حسین احمد مدنی) کو طلب کیا اور مصاریف کی قلت کی نسبت دریافت کیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا مدار زندگی گوشت پر ہے' ہم یہاں کی گرانی کی وجہ سے بہت زیادہ کفایت کرتے ہوئے ہفتہ میں فقط تین دن گوشت کھا سکتے ہیں۔ گھی یہاں ملتا ہی نہیں' بجائے اس کے زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے...... اس (افسر) نے اس وقت فی کس دو شلنگ یومیہ اور مولانا کے لئے چار شلنگ یومیہ کر دیئے'' مولانا مدنی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہندوستان سے بہت سے خطوط آئے جن میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم' مولانا خلیل احمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب' مولانا حبیب الرحمٰن' مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے خطوط تھے اور سب نے بتاکید لکھا کہ مسٹر برن چیف سیکرٹری مسٹن گورنر یوپی کی پیش کردہ شروط کو قبول فرماکر بہت جلد ہندوستان تشریف لائیں' ہرگز ان کے مطالیب کو رد نہ فرمائیں۔ ہماری استدعا پر گورنمنٹ نے یہ صورت قبول کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حسب اشارہ احباب نے ایک وفد علماء کا گورنمنٹ کے پاس مولانا (محمود حسن) کی رہائی کے لئے پیش کیا تھا۔ اس کے بعد بعض امور میں ہماری خاص خاص رعائتیں کی گئیں' (اسیر مالٹاص ۱۷۰۔۱۸۹)

ہندوستان کے ایک بزرگ عالم دین مولانا وحیدالدین خان صاحب مالٹا کے ان اسیروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں "دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن صاحب کو گرفتار کرلیا گیا' انہیں ساڑھے تین سال تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا۔ جون ۱۹۲۰ء میں وہ رہا کئے گئے۔ اس نظر بندی کے زمانہ میں مولانا موصوف کے شاگرد خاص مولانا حسین احمد مدنی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس سلسلہ میں جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے: "حضرت شیخ الہند کے زمانہ نظر بندی میں جو لوگ ساتھ رہے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا نام خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے حضرت شیخ کی خدمت کرنے اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے میں دن رات ایک کردیا۔ ایک ادنیٰ سا واقعہ ہے۔ مالٹا میں شدت کی سردی میں حضرت شیخ کے سرد پانی سے وضو کرنے کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ گئی' تو آپ نے گرم پانی مہیا کرنے کا انتظام اور التزام اس طرح کیا کہ ساری رات ٹھنڈے پانی کا لوٹا سینے سے لگائے' لحاف اوڑھے بیٹھے رہتے۔ ور جسم کی حرارت سے گرم شدہ پانی کا لوٹا فجر کے وضو کے لئے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کردیتے۔ یہ سلسلہ ایک یا دو دن نہیں پورے تین سال ۵ مہینے تک چلا' (الجمعۃ ویکلی ۹ تا ۱۵ اگست ۱۹۹۱ء) (مولانا وحیدالدین خان لکھتے ہیں) اس واقعہ کو ماننے کے لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پورے تین سال پانچ مہینے تک مالٹا میں متواتر شدت کی سردی پڑتی رہی۔ عام قاعدہ کے خلاف وہاں موسم تبدیل نہیں ہوا۔ اس سے قطع نظر' خود یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مولانا کا ایک شاگرد ان کے پاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری رات بیٹھے رہنے کی مصیبت اٹھا رہا ہے مگر مولانا اس کو منع نہیں فرماتے۔ اگر مولانا نے جانتے ہوئے منع نہیں کیا تو یہ ان کی شرافت کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مولانا کو اس واقعہ کا علم نہیں ہو سکا تو یہ اور بھی زیادہ عجیب ہے' کیونکہ جو شخص اپنے گھر کے ایک واقعہ سے ساڑھے تین سال تک بے خبر رہے وہ عالمی حالات سے کیوں کر باخبر ہو سکتا ہے' جن کو جاننا برٹش ایمپائر کے خلاف تحریک چلانے کے لئے ضروری تھا۔ ایک صورت میں مولانا کی شرافت مشتبہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مولانا کی فراست۔ اب یہ مولانا کے معتقدین کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ دونوں میں سے کس صورت کو ترجیح دیتے ہیں'' (الرسالہ' اگست ۱۹۹۲ دہلی' ص ۳۵۔ ۳۶)

مولانا وحید الدین خان کی زبانی آپ نے ان مصائب اور شدائد کی حقیقت کسی حد تک ملاحظہ فرمالی جو مالٹا کے اسیرون کے پہلے سے بلند مقامات کو بلند تر کرنے کے لئے بیان کئے جاتے ہیں۔ دوسری طرف آپ مولانا یحییٰ علی صادقپوری کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے کہ کالا پانی کے مصنف ہی نے لکھا ہے کہ جب وہ جیل میں تھے تو ان سے رہٹ چلانے کی مشقت لی جاتی تھی' جس کی وجہ سے انہیں خون کے پیشاب آنے لگے تھے۔ ان بزرگوں کی جو مار پیٹ ہوئی ہے' وہ تحریک مجاہدین کا سرمایہ اور انگریز حاکموں کی بربریت اور وحشت کا ثبوت ہیں' لیکن ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود ان کے ان بزرگوں نے جو جیل خانوں سے باہر تھے' انگریزوں کے خلاف سارے ملک میں تحریک چلا رکھی تھی۔ ہنٹر لکھتا ہے:

''پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے دو ہی راستے ہیں' یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس زمین سے ہجرت کر جائیں' کیونکہ کوئی سچا دیندار اپنی روح خراب کئے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا۔ جو جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں'' (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۰۹)

ہنٹر نے ایک اور جگہ کہا: ''ہمارے زندان کے پھاٹک ان جوق در جوق نامراد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوریدہ سر باغیوں کے لئے بند ہو گئے۔ ہماری عدالتوں نے جماعتوں کے سرغنوں کو یکے بعد دیگرے سمندر پار خاموش جزیروں میں بھیج دیا۔ پھر بھی سارا ملک ہماری سرحد پر اسلام کے یاس زدہ لوگوں کو روپے اور آدمی بھیجتا ہے۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۴۲-۳)

نیز جب بھی وہ دیکھتے کہ تحریک تباہ ہو رہی ہے' وہ خاک سے جہاد کا علم بلند کر دیتے۔ وہ اپنی حفاظت سے بے نیاز تھے' ان کی زندگی داغوں سے پاک تھی' ان کے سینے میں ایک شعلہ فروزاں تھا کہ انگریز کافروں کا تختہ الٹ دیا جائے اور جہاں تک روپیہ اور رنگروٹ فراہم کرنے کے لئے ایک مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق تھا وہ اس میں بہت ماہر تھے۔ پٹنہ کے خلیفہ اس فرقے میں ایک نمونے کی شخصیت کے مالک تھے' ان کی زیادہ تر تعلیمات اغلاط سے پاک تھیں۔ انہوں نے ہزارہا ہم وطنوں کو خدا کے ایک بہتر تصور سے آشنا کیا اور انہیں زیادہ پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے پر ابھارا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک میرے تجربے کا تعلق ہے اس فرقے کے سب سے زیادہ روحانی اور کم از کم خود غرض نمونے کی نمائندگی صرف وہابی مبلغ ہی کر سکتا ہے۔ ایک وہابی کے سامنے ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ دین محمدیہ کی تطہیر کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جائے۔ اس راستے پر گامزن ہوتے ہوئے وہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی پر رحم کر سکتا ہے۔ زندگی میں اس کا راستہ واضح اور بین ہے اور کسی قسم کی تنبیہ یا سزا اسے اس راستے سے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔" (ماخوذ از ہنٹر' منقول از شاہ اسماعیل شہید' مرتبہ عبداللہ بٹ مضمون ڈاکٹر تصدق حسین خالد بار ایٹ لاء ص ۲-۱۰۱)...... اور پھر مکمل حالات کا جائزہ پیش کر کے ہنٹر اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ اگر یہ مصیبت (سرحد پر لڑائیاں) ہماری قسمت میں لکھی ہے تو سب سے پہلے اندرون ملک میں وہابیوں کی سازش کو کلی طور پر نیست و نابود کرنا ایک بہت بڑے خطرے کو رفع کرنے کے مترادف ہوگا"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۶۰)

اور بقول ڈاکٹر تصدق حسین خالد انگریزوں کو احساس ہوا کہ اس تحریک کو محض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشدد سے نہیں دبایا جا سکتا۔ انہوں نے غور کیا کہ اس تحریک کو توڑنے کے لئے اور کون سے ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ غرض مند طبقات پر بھروسہ کر سکتے ہیں' چنانچہ بڑے بڑے زمین داروں' سرمایہ داروں اور علماء کی طرف رجوع کیا گیا اور ان کا تعاون حاصل کیا گیا۔ بقول ہنٹر ''ایسے فتوؤں کا ایک انبار اکٹھا کیا گیا جن میں اعلان کیا گیا کہ وہابی کافر ہیں۔'' اس طرح عوام کو بغاوت کے خطرناک راستے سے الگ اور وہابیوں سے متنفر کر دیا گیا۔ سرمایہ دار طبقات نے کلکتے کے خان بہادر عبداللطیف کی رہنمائی میں ایک سوسائٹی قائم کی اور ۲۳ نومبر ۱۸۷۰ء کو علماء نے قانون پر بحث کی اور برطانویوں کے حق میں فتویٰ دے دیا۔ مسلمان زمین داروں اور علماء کو ان انگریزوں نے یقین دلایا کہ ہم ان کے مفاد صرف اس صورت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ وہابیوں کی تحریک ناکام ہو جائے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ ہنٹر لکھتا ہے کہ ''ہر مسلمان مولوی جس کی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ ایک درجن ایکڑز مین تھی' وہابیوں کے خلاف چلانے لگا اور پچاس سال تک اسی کام میں مصروف رہا۔ (شاہ اسماعیل شہید ص ۳۔۱۰۲)

وہابیوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کی نشان دہی ہو' ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہو' عوام کے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو' حکومت کو وہ گھر دور سے نظر آ جائے گا جس کے باسیوں کو محلے کی مسجد میں آنے کی اجازت نہ ہو اور محلّہ داروں کی شادی غمی میں شریک نہ ہونے دیا جاتا ہو' جن سے لین دین منع ہو۔ پھر ایسے لوگوں کو پکڑ کر دار پر چڑھانا حکومت کے لئے کس قدر آسان ہوگا؟ کون احتجاج کرے گا؟ یہ کام ہمارے بعض حنفی بزرگوں نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔ انہوں نے نہ صرف اہل حدیث مجاہدین کو وہابی کہہ کر ان کا ناطقہ بند کروایا بلکہ لفظ وہابی کو اردو لغت کا مکروہ ترین لفظ بنا کر اپنے ہر قسم کے دشمنوں کے لئے کامیابی کے ساتھ استعمال کرنا بھی شروع کر دیا۔ اس کی مثال حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نقش حیات میں بیان کی ہے' فرماتے ہیں: ''مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً ۱۹۲۵ء یا اسی کے قریبی زمانہ میں پنجاب کے اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں کے ایک ہندو بنیے کا مقروض تھا۔ قرضہ بڑھ گیا تھا' بنیے نے تقاضا کیا اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا۔ امام صاحب نے اسے سمجھایا مگر وہ بنیا نہ مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرضہ ادا نہ کرو میں تم کو کچھ قرض نہ دوں گا۔ امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ فلاں بنیا دہابی ہوگیا ہے' اس لئے اس کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ خرید و فروخت اور آمد و رفت کا جائز نہیں ہے۔ تمام باشندگان دیہات نے بنیئے کا بائیکاٹ کر دیا۔ بنیا بے چارہ دن بھر دکان پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا تھا' کوئی آدمی اس کی دکان پر نہیں آتا تھا۔ اس نے بعض لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہوگیا ہے' اس لئے ہم تجھ سے لین دین نہیں کر سکتے۔ بالآخر بنیئے نے جا کر امام صاحب سے صلح کر لی تو امام صاحب نے اگلے روز جمعہ کو اعلان کر دیا کہ بنیے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے' اب لین دین جاری کر دو' چنانچہ بازار کھل گیا۔ خیال کیجئے کہ بنیے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں حارج نہ تھا مگر وہابی ہونا ہو گیا'' (نقش حیات جلد اول ص ۱۲۷)

قارئین! اہل حدیث حضرات کو بدنام کرنے کی مہم میں لدھیانہ کے مولوی محمد نے بہار کے دارالحکومت اور مجاہدین کے مرکز پٹنہ جا کر فتوی شائع کیا کہ غیر مقلد اہل حدیث مرتد ہیں' اگر یہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے' ان کو مساجد میں آنے نہ دیا جائے' حکام کو چاہیے کہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیں۔

پٹنہ خاندان سعادت مجاہدین صادقپور کا شہر تھا۔ ان کے بزرگوں کو شاہ جہان بادشاہ نے ۱۰۳۹ھ میں موضع صادقپور سنگرام پرگنہ حویلی عظیم آباد رقبہ ایک ہزار بیگھ عطا فرمائی تھی۔ اس موضع صادقپور کے نام سے جو دراصل عظیم آباد یعنی پٹنہ کا ایک محلہ تھا اس خاندان کو صادقپوری خاندان کہا جاتا ہے۔ بعد ازاں اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۶۸ھ میں اس خاندان کو مزید چالیس بیگھ زمین عطا فرمائی۔'' (تذکرہ صادقہ ص ۳۲-۳۵)

صادقپوریوں کی بیشتر جائیداد صوبائی دارالحکومت پٹنہ کے قلب میں واقع تھی' اس کی قیمت کا اندازہ وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں جنہیں شہری جائیدادوں کی خرید و فروخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تجربہ ہو‘ جس وقت لدھیانے کے مولوی محمد صاحب نے طویل سفر کر کے وہاں جا کر اوپر ذکر کردہ انتظام المساجد نامی فتوی مشتہر کیا‘ صادقپوریوں کی یہ جائیداد ضبط ہو چکی تھی۔ ان کے کچھ لوگ کالا پانی میں قید تھے اور کچھ سرحد میں مصروف پیکار تھے۔ ان کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا تھا‘ وہاں بازار اور میونسپلٹی کے دفاتر بنا دیئے گئے تھے‘ عین عید کے روز ان کی خواتین کو بے دخل کر کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا‘ اور جب یہ خبر مولانا یحییٰ علی صادقپوری تک پہنچائی گئی تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو جو خط لکھا وہ کچھ یوں ہے۔

''رات خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا‘ آپ ﷺ تبسم کناں تھے‘ اب غم کا ہے کا''

ایسے لوگوں کے متعلق آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے: ''جن علماء کو تختہ دار پر بھیجا گیا‘ ان میں استقامت کی ایسی تصویریں بھی تھیں کہ عدالتوں نے ان کی سزائے موت کو صرف اس لئے عمر قید میں تبدیل کیا کہ وہ لوگ شہادت کو عزیز رکھتے تھے اور موت کی سزا سن کر ان کا وزن بڑھ گیا تھا۔ علمائے صادقپور کے مقدمات عدالتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کی ایک ایسی نظیر ہے کہ مادر گیتی اس قسم کے انسان شاذ ہی جنتی ہے۔ (ابوالکلام آزاد‘ از شورش کاشمیری ص ۲۶۳)

یہ وہابیان ہند تحریک آزادی کی پیشانی کا جھومر ہیں۔ ان کے شہر پٹنہ میں جا کر جو فتوی دیا گیا وہ دلیل کم نظری کے سوا اور کیا کہلایا جا سکتا ہے۔ کاش دور حاضر کے احناف میں سے کوئی رجل رشید اپنے اجداد کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس فتوی سے بیزاری کا اظہار فرمادے‘ اس لئے کہ اگر مجاہدین صادقپور اور دوسرے وہابیوں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو ۱۸۶۰ء سے ۱۹۱۰ء کے عرصے میں ہندی مسلمانوں کا دامن تحریک آزادی میں خدمات کے ضمن میں بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

ان وہابیوں (اہل حدیث حضرات) کا ایک آدمی ۱۸ سال کالا پانی میں قید کاٹ کر ۱۸۸۳ء میں واپس ہند آیا‘ اس کا نام محمد جعفر تھانیسری تھا۔ تھوڑے عرصے بعد اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے ایک پودہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاشت کیا ہے۔ جہاد وہابی تحریک کی روح تھا' روح کو ختم کرنے کے اس منصوبے کا جب جعفر تھانیسری کو پتہ چلا تو اپنی تحریک کی بقاء کے لئے (پوری اٹھارہ سال جیل کاٹنے اور پولیس کا بے پناہ تشدد برداشت کرنے کے باوجود) وہ پھر انگریز کی اس چال کو ناکام بنانے کے لئے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا غلام احمد نے جب نشان آسمانی نامی کتاب لکھی تو ۱۸۹۲ء میں مولانا جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں ''تائید آسمانی دررد نشان آسمانی'' نامی کتاب لکھ کر اپنا نام تحریک ختم نبوت کے سابقون میں درج کروالیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میر عباس علی لدھیانوی

میر عباس علی مرزا صاحب کے ابتدائی مریدوں میں سے تھے۔ ان کے اخلاص اور عقیدت پر مرزا صاحب کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ ان کو اپنا ہم راز خیال کرتے تھے اور اپنے مشکل اور فہم سے بالاتر الہامات کے معانی بھی آپ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر صاحب کو لکھا' خدا کا کیسے شکر کیا جائے کہ اس نے محض اپنے فضل سے آپ جیسے دوست عطا کر دیئے۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص ۲۱) ایک اور خط میں لکھا' آپ کی ایمانی استقامت کے بارے میں الہام ہوا ہے اصلها ثابت و فرعها فی السماء یعنی جڑ زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء (مکتوبات ج ۱ ص ۲۵) اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا آپ میں آثار سعادت اور رشد کے ظاہر ہیں اور آپ میں صدق و صفا اور اخلاص کا جوہر موجود ہے۔ جس کو یہ چیزیں مل جائیں اس کو استقامت بھی ساتھ ہی عطا کی جاتی ہے (مکتوبات ج ۱ ص ۴۲) اور ''الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ انصار اس عاجز کا بنایا ہے اور اس ناچیز کو آپ کے وجود پر فخر ہے۔ (مکتوبات ج ۱ ص ۶۳) اور جتنی محبت آپ کو اس عاجز (مرزا) سے ہے وہی محبت اور تعلق اس عاجز کو آپ سے ہے (مکتوبات ۱ ص ۶۷)

(منقول از فسانہ قادیان ص ۱۳۳۔۱۳۴)

مرزا صاحب نے ایک مرتبہ میر صاحب کو لکھا۔

مخدومی و مکرمی میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ میں الہام ہوئے ہیں۔ اور اگرچہ بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کر لئے ہیں مگر قابل اطمینان نہیں۔ اور بعض من جانب اللہ بطور ترجمہ الہام ہوا تھا۔ اور بعض کلمات شائد عبرانی ہیں۔ ان سب کی تحقیق و تنقیح ضروری ہے۔ تا کہ کتاب میں شائع کر دیئے جائیں۔ آپ بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں اطلاع بخشیں۔ اور کلمات یہ ہیں...... ان کو تنقیح سے لکھیں اور برائے مہربانی جواب جلد تر دیں۔ مکتوبات ج اول ص ۶۸۔۶۹۔

(منقول از فسانہ قادیان۔ ص ۱۰۴۔۱۰۵)

یہ میر عباس علی صاحب مباحثہ لدھیانہ کے بعد اللہ سے ہدائت پا کر مرزائیت سے تائب ہو گئے جیسا مولوی دوست محمد نے لکھا ہے، کہ مباحثہ لدھیانہ کے دوران میں 'مولوی محمد حسین کا جو پرچہ نقل کے بعد منگوایا جاتا تھا میر عباس علی صاحب ہی کے ذریعہ منگوایا جاتا تھا۔ مگر یہ جانا میر صاحب کی رہی سہی عقیدت بھی ختم کرنے کا باعث بن گیا۔ بات یہ ہوئی کہ مولوی محمد حسین اور مولوی محمد حسن انہیں دام تزویر میں پھنسانے کے لیے بڑی خاطر تواضع کرتے۔ اور جب جاتے تو سر و قد تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اور کہتے میر عباس علی صاحب تم تو سید ہو۔ آل رسول ہو۔ تمہارا تو وہ مرتبہ ہے کہ لوگ تم سے بیعت ہوں۔ مگر افسوس تم مرزا کے مرید ہو گئے۔ امام مہدی تو سیدوں میں سے ہوگا۔ یہ مغل کہاں سے بن گیا۔ یہ دونوں مولوی عباس علی کے ہاتھ چومتے اور دو ایک روپیہ نذرانہ بھی دیتے۔ اور کہتے کہ تمہاری شان تو وہ ہے کہ تم درود میں شریک ہو۔ مگر افسوس تم کس کے مرید ہو گئے...... (اس پر میر عباس علی کا) اعتقاد متزلزل ہو گیا اور ایمان کی دولت یکسر کھو بیٹھے...... اس کے بعد روز بروز معاندانہ سرگرمیوں میں بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ اسی سال ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک مخالفانہ اشتہار بھی شائع کیا جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا تھا (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۴۴)

میر عباس علی جن کا نام مرزا صاحب کے رجسٹر بیعت میں دوسرے نمبر پر تھا اور جنہوں نے نہ صرف خود بالکل ابتدا میں بیعت کر لی تھی بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی مرزا صاحب کی غلامی میں دیا تھا مولانا بٹالوی اور مولانا محمد حسن لدھیانوی کی تبلیغ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزائیت ترک کر کے آغوش با اسلام ہو گئے۔ اور اس کے بعد تا عمر تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے۔ اللھم اغفرلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزنوی علماء

برصغیر پاک و ہند میں غزنوی علماء کے خاندان کے سربراہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی ہیں جو مضافات غزنی میں ۱۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا۔ آپ بڑے ہوئے تو نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا۔ فرمایا کرتے تھے:

محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است
ہماں رسول اللہ ہست' تسمیہ ما بعبد اللہ خوب است

کہ محمد کا اسم گرامی حضور ﷺ کو ہی زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں' میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے غزنی کے علماء سے حاصل کی۔ پھر قندھار جا کر شیخ حبیب اللہ قندھاری سے کسب فیض کیا۔ بدعات اور شرکیہ امور سے نفرت کرتے تھے اور عوام کو اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔ افغانستان کے علماء نے اسی بنا پر آپ کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ قید و بند اور مار پیٹ بھی ہوئی۔ اس پر آپ افغانستان سے ہند چلے آئے اور دہلی جا کر حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ میاں صاحب آپ کے روحانی مقام و مرتبے سے خوب آگاہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور مجھے نماز پڑھنا سکھا گیا۔

میاں صاحب سے کسب فیض کے بعد اتباع سنت اور رد شرک و بدعت کا جذبہ اور بھی زور پکڑ گیا۔ آپ واپس افغانستان چلے گئے اور قرآن و سنت کی تبلیغ میں پھر مصروف ہو گئے۔ معاصر علماء نے حضور شاہ میں چغلیاں کھا کر وہاں آپ کا جینا حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ:

''مولانا سید عبداللہ غزنوی نے حق وصداقت کی راہ میں جو مشقتیں اور اذیتیں اٹھائیں' ان کا تصور بھی دل پر لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ وہ تنہا ایک طرف اور پوری مملکت (افغانستان) دوسری طرف۔ مگر مولانا سید عبداللہ مرحوم ومغفور کے پائے ثبات و استقلال میں خفیف سی لرزش بھی رونما نہ ہوئی۔ گھر بار چھوڑ دیا۔ وطن سے نکل آئے' عزیزوں اور خویشوں سے مفارقت گوارا کر لی لیکن جن باتوں کو وہ حق سمجھتے تھے ان سے تمسک برابر قائم رکھا۔'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۳۱)

افغانستان سے ہجرت کر کے آپ اپنے خاندان کے ہمراہ ہند چلے آئے۔ آغا عبدالکریم شورش نے لکھا ہے:

''مولانا عبداللہ غزنوی افغانستان سے جلاوطن ہو کر آئے تھے۔ ابتداء میں دہلی میں رہے۔ پھر لاہور چلے آئے۔ آخر امرتسر کو اپنی مستقل قیام گاہ بنا لیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی نیک نفسی' روحانی بلندی اور جرأت واستغنا کے متعلق بے شمار واقعات زبان زد عوام ہیں جن میں سے ایک روایت علامہ اقبال نے بیان کی ہے۔

دہلی میں تھے تو ۱۸۵۷ء کی ساڑھ ستی کا زمانہ تھا۔ گورا فوج نے چاروں طرف گولیوں سے ہلاکت کا طوفان اٹھا رکھا تھا۔ مسجدیں اور ان کے گردونواح کا علاقہ خصوصیت سے اس قتل عام کا مرکز تھا۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ مسجد کے حوض پر آ گئے۔ گولیاں چلتی رہیں۔ رائی برابر کھٹکا محسوس نہ کیا۔ اس معجز نما جرات کو دیکھ کر مقتدیوں نے بھی حوصلہ کیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں وضو کر کے نماز میں لگ گئے۔

(سوانح مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی ص ۶۵)

صاحب نزہتہ الخواطر نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''الشیخ الامام العالم المحدث عبداللہ بن محمد بن شریف الغزنوی۔الشیخ محمد اعظم الز اھد المجاھد الساعی فی مر ضا ۃ اللہ المئو ثر فی رضوانہ علی نفسہ واھلہ ومالہ واوطانہ صاحب المقامات الشھیر ۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والمعارف العظیمہ الکبیرة۔ (نزھتہ الخواطر جلد ہفتم)

مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی کے اس دور میں جب کہ اس نے مسیح ومہدی اور نبی ہونے کے دعاوی نہیں کئے تھے' مولانا عبداللہ غزنوی سے نیازمندانہ ملاقاتیں کی ہیں۔ مولانا عبداللہ کی وفات کے بعد وہ ان کے بیٹوں (مولانا عبدالجبار وغیرہ) سے بھی ملنے جاتا رہا ہے۔ اس کے دعاوی سے پہلے مولانا عبداللہ فوت ہو چکے تھے' لیکن ان سے ہونے والی ملاقاتوں اور ان سے منسوب ایک کشف کو مرزا صاحب اپنے مفاد کی خاطر استعمال فرماتے رہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

''عرصہ قریباً ۲۵ برس کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رؤیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں۔ اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہو گئے جن میں سے ایک کا نام خیراتیی تھا۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے اور میں چارپائی پر بیٹھا۔ تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو۔ تب میں نے یہ دعا کی۔ رب اذھب عنی الرجس وطھرنی تطھیرا اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اڑ گئے۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے۔'' یہ پیش گوئی ۱۸۷۸ میں بتائی گئی ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۶۱۵ (نزول المسیح)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں.

''(مولوی عبدالحق) جس شخص کی شاگردی کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا' وہ میرے خیال میں ایک صالح آدمی تھا۔ یعنی مولوی عبداللہ صاحب غزنوی۔ اور اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے زمانہ کو وہ پاتا تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ مجھے میرے دعوے کے ساتھ قبول کرتا اور رد نہ کرتا۔ مگر وہ مرد صالح میری دعوت سے پہلے ہی وفات پا گیا اور جو کچھ عقیدہ میں غلطی تھی وہ قابل مواخذہ نہیں۔ کیونکہ اجتہادی غلطی معاف ہے۔ مواخذہ دعوت اور اتمام حجت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ متقی اور راست باز تھا۔ تبتل اور انقطاع اس پر غالب تھا اور عباد صالحین میں سے تھا...... جب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیر دی میں اور دوسری دفعہ مقام امرتسر میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے۔ اس کیلئے آپ دعا کرو مگر میں آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔ انہوں نے کہا کہ در پوشیدہ داشتن برکت است ومن انشاء اللہ دعا خواھم کرد والھام امر اختیاری نیست اور میرا مدعا یہ تھا کہ دین محمدیؐ روز بروز تنزل میں ہے' خدا اس کا مددگار ہو۔ بعد اس کے میں قادیان چلا آیا۔ تھوڑے دنوں بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھے ملا جس میں یہ لکھا تھا ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود القاء شد وانصرنا علی القوم الکفرین۔ فقیر راکم اتفاق مے افتد کہ بدیں جلدی القاء شود ایں از اخلاص شما مے بینم۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۲۵۱۔۲۵۰)

ایک جگہ مرزا صاحب رقم طراز ہیں۔

''غزنوی افغانوں کی جماعت جو ناپاک خیالات کی بلا میں گرفتار ہیں' ان کیلئے اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں' ان کے والد بزرگوار مولوی عبداللہ صاحب کی شہادت کافی ہے۔ ہمارے پاس وہ گواہ موجود ہیں جو حلف سے بیان کر سکتے ہیں کہ مولوی عبداللہ نے اپنے کشف کی رو سے بتلایا تھا کہ ایک نور آسمان سے نازل ہوا اور قادیان کی سمت میں اترا ہے' ان کی اولاد اس نور سے محروم رہ گئی۔ اس گواہی میں حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار بھی شریک ہیں جو مولوی عبداللہ صاحب کے دوست اور محسن بھی ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے تکفیر اور گالیوں پر زور دے رہے ہیں اپنے فوت شدہ بزرگ کے کلمات کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق کر لیں۔ایسا نہ ہو کہ ان کی وصیت کی نافرمانی کر کے ان کے عاق بھی ٹھہر جائیں۔اس بزرگ مولوی عبداللہ نے اپنی زندگی کے زمانہ میں میرے نام بھی دو خط بھیجے تھے اوران خطوں میں قرآنی آیتوں کے الہام کے ساتھ مجھے خوش خبری دی تھی کہ تم کفار پر غالب رہو گے اور پھر وفات کے بعد میرے پر ظاہر کیا تھا' کہ میں آپ کے دعوی کا مصدق ہوں۔چنانچہ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انہوں نے میرے دعوی کو سن کر تصدیق کی اور صاف لفظوں میں مجھے کہا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں امید رکھتا تھا کہ ایسا شخص خدا تعالی کی طرف سے ظاہر ہوگا''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۳۴۴)

اور مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے۔

''مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ذکر تھا۔(مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اچھے آدمی تھے۔مرد صالح تھے۔خدا تعالیٰ نے ان کو ہمارے دعوی کے زمانہ سے پہلے اٹھالیا تاکہ وہ کسی ابتلا میں نہ پڑیں۔میں نے ان کو خواب میں دیکھا تھا۔انہوں نے میری تصدیق کی اور کہا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں ایسے آدمی کے پیدا ہونے کا منتظر تھا'' (ملفوظات جلد۹ص ۶۷)

ہم ان تحریروں میں ذکر کردہ کشف والہام کی حقیقت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔مرزائی مرزا صاحب کی تحریروں کو اب تک استعمال کئے جاتے ہیں اور بعض مسلمان بھی ان کو غلط رنگ پہناتے ہیں۔مولانا عبداللہ غزنوی نے اگر کوئی دعا کی ہے تو غلبہ اسلام علی الکفار کیلئے کی ہے۔اور جب تک مرزا صاحب مسلمان تھے' ان پر لاگو ہوتی ہے۔جب مرزا صاحب مسلمان نہیں رہے تو دعا ان کے خلاف ہوگئی۔مرزائی اپنے مرزا صاحب کو اس طریق سے پیش کرتے ہیں گویا مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے نیاز مند تھے۔جیسا کہ مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے۔

''آپ (مرزا) کے نیاز مندوں میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔مگر وہ اب داغ مفارقت دے کر اگلی دنیا میں جا چکے تھے''

(تاریخ احمدیت۔جلد دوم ص ۱۶)

یہ بات حقائق کے بالکل الٹ ہے۔مرزا صاحب تو مولانا عبداللہ کے اسوہ سے اپنے لئے دلیلیں نکالا کرتے تھے۔جیسا کہ لکھا ہے ''منشی الٰہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں۔تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔اگر وہ غور کر کے دیکھتے اور مولوی عبداللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آ جاتی۔مولوی عبداللہ کو بیویوں کا استغراق تھا۔اس لئے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے' یہاں تک کہ اخیر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے۔میری شہادت مل سکتی ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کس وقت پڑتی ہے۔میں کیوڑہ وغیرہ استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا دل میں تشنج ہوتا ہے......مگر مولوی عبداللہ جو کچھ کرتے تھے۔یعنی مرغ' انگور' انڈے وغیرہ جو استعمال کرتے تھے' اس کی وجہ کثرت ازدواج تھی اور کوئی سبب نہ تھا''

(ملفوظات طبع ۱۹۸۴۔جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

مولانا عبداللہ غزنوی کثیر العیال تھے اور انہوں نے اپنے کئی صاحبزادوں کو حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی خدمت میں کسب فیض کے لئے بھیجا اور وہ سب آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بنے' ان میں سب سے زیادہ قبول عام امام عبدالجبار غزنوی کو حاصل ہوا جو اپنے باپ کے جانشین بھی ہوئے۔ان کے زہد و عبادت اور دینی خدمات کی ایک جھلک دکھانے کے لئے ہم ایک واقعہ بروایت ملک حسن علی جامعی بیان کرتے ہیں۔ملک صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا شہاب الدین فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گورنمنٹ کواٹرز چوبرجی گارڈنز لاہور نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں جب دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو ایک دفعہ دارالعلوم ایک ماہ کی رخصتوں کے لئے بند ہو گیا۔مہتمم دارالعلوم نے طلبہ کو اپیل کی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپسی کے وقت اپنے اپنے علاقوں سے دارالعلوم کے لئے امدادی رقوم فراہم کر کے لائیں۔ میں امرتسر کے سٹیشن پر اتر پڑا اور رات گذارنے کے لئے غزنویوں کی مسجد میں جا ٹھہرا' رات کے دو بجے تہجد کی نماز کے لئے ایک شخص مسجد میں آیا' خشیت وخوف الٰہی کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو مسجد کی چٹائی پر اس طرح ٹپک رہے تھے جس طرح بارش کی وجہ سے چھت سے قطرات ٹپکتے ہیں' چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا میں نے دیا سلائی جلا کر معلوم کرنا چاہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ معلوم ہوا مولانا عبدالجبار غزنوی ہیں۔ مولانا عبدالجبار صاحب اس وقت نماز ختم کر کے مسجد سے نکل گئے تھے۔ صبح میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا کہ حضرت میں دیوبند سے آیا ہوں' طالب علم ہوں' اپنے دارالعلوم کے لئے کچھ امداد کا طالب ہوں۔ حضرت مولانا عبدالجبار نے جمعہ کے خطبہ میں چندہ کے لئے اپیل کی' چندہ جمع ہوا اور میرے حوالے کیا۔''

(سوانح مولانا داؤد غزنوی' ص ۱۱۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عبدالجبار کی عالی نفسی اور غیر متعصب طبیعت سے دارالعلوم دیوبند بھی فیض یاب ہوا اور ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے چشمہ فیض سے آج کے علماء احناف بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لاہور میں مشہور ترین مدرسہ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن امام عبدالجبار کے شاگرد تھے اور جو لوگ مفتی صاحب کے شاگرد اور شاگرد در شاگرد ہوں گے امام عبدالجبار ان کے دادا اور پردادا استاد ہوں گے (اور چونکہ امام عبدالجبار میاں صاحب کے شاگرد ہیں اس لئے وہ امام عبدالجبار کے شاگردوں کے دادا استاد بنتے ہیں۔ شاید ایسی ہی وجوہ کے باعث سید نذیر حسین صاحب کو وقت کا شیخ الکل بھی کہا گیا ہے) ان مفتی محمد حسن کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمان صاحب پروفیسر خالد بزمی کو ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں: حضرت مفتی محمد حسن صاحب حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے۔ مفتی صاحب ایک زمانے میں ہزارہ میں اپنے ایک استاد مولانا محمد معصوم صاحب سے پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے مولانا محمد معصوم کو مدرس کی حیثیت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے مدرسہ غزنویہ میں بلالیا' مفتی صاحب اپنے پہلے استاد مولانا محمد معصوم کے ساتھ ہی اس مدرسے میں چلے آئے۔ یہاں انہیں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھنے کا موقع ملا اورانہوں نے دورہ حدیث کی تکمیل یہیں کی۔ یہاں مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد حسن صاحب دونوں ہم درس تھے۔'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی' ص ۱۸۹۔۱۹)

قارئین' امام عبدالجبار کا مقام تحریک ختم نبوت میں بہت ارفع ہے۔ آپ فروری ۱۸۹۱ء ہی سے مرزا غلام احمد کے مقابل سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو ہم پہلے درج کر چکے ہیں' جب مولانا عبدالحق نے مرزا کو مباہلے کا چیلنج کیا تو اس وقت بھی مرزا کا یہی خیال تھا کہ یہ چیلنج امام عبدالجبار صاحب ہی کی سرپرستی میں دیا گیا ہے۔ آپ کا اسم گرامی ان مفتیان کرام میں بھی شامل ہے جنہوں نے ۱۸۹۲ء میں مرزا کے خلاف متفقہ فتوی تکفیر دیا تھا اور مرزا صاحب اپنی کتب میں جابجا آپ کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ بطور مثال ان کی ایک عبارت ملاحظہ فرمالیجئے:

''اے گمراہ عبدالجبار نام' تو خدا کے قہر سے کیوں نہیں ڈرتا۔ کیا گھن دار داڑھی کے ساتھ تکبر کرتا ہے' یا تیرا مشیخیت پر ناز ہے' کیا تو اپنے تئیں عورتوں کی طرح چھپاتا ہے اور اپنے جرد کو ہمارے پر چھوڑتا ہے' کیا اس مکر کے ساتھ لوگ تیری شان بلند خیال کریں گے' یا تیری معرفت بہت خیال کی جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تیری ذلت کا موجب ہے اور تیرے خسران کا سبب ہے۔ اپنے تئیں تو بہت نیک آدمیوں میں سے خیال کرتا ہے اور بدبختوں کے طریق پر چلتا ہے' فاسقوں کی طرح تو زندگی بسر کرتا ہے۔ اے گمراہ' یہ وقت توبہ کا ہے' تیرا دل زنگ پکڑ گیا' تیرے عملوں اور تیرے مال نے تجھے ہلاک کیا' یہاں تک کہ تیرے تکبر نے تیری شکل کو متغیر کر دیا' تو ایک بھیڑیا ہے' نہ انسان کی قسم اور شریروں میں سے ہے۔'' روحانی خزائن جلد۱۲ (حجۃ اللہ) ص ۲۰۲۔۲۰۳)

چند اور عبارات بھی ملاحظہ فرمالیجئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''عبدالحق وعبدالجبار غزنویان وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی وہ نجاست کھائی' اے بدذات یہودی صفت (عبدالحق) اے خبیث تو کب تک جیے گا۔ رئیس الدجالین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیھم نعال من اللہ الف الف مرہ (ان پر دس لاکھ مرتبہ خدا کی لعنتوں کے جوتے پڑیں) اے نادانو' آنکھوں کے اندھو' مولویت کو بدنام کرنے والو۔ یہودیوں کے لئے خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں' مگر یہ (غزنوی) گدھے ہیں۔ اے کسی جنگل کے وحشی (عبدالحق)' اے بدذات خبیث' اے بدبخت مفتریو' یہ جاہل اور وحشی فرقہ (غزنویاں) اب تک کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتا۔ کیا...... اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا؟ کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی؟ بے شک خدا نے ان لوگوں کو ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق کر دیا۔ عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے تکفیر اور گالیوں پر زور دے رہے ہیں' اب عبدالحق غزنوی کو کچھ کھا کر مر جانا چاہیے۔" (روحانی خزائن' جلد ۱۱ (انجام آتھم) ص ۳۲۹ _ ۳۴۴)

چلتے چلتے یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے' مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"عبدالحق غزنوی' ایک چوہا ہے' شیروں کو اپنے سوراخ میں آواز سے ڈراتا ہے...... شیطان نے اس کی آنکھ پر مارا' پس آنکھ نکال دی اور وہ مرغی کی طرح آواز کر رہا ہے...... ظالموں کے طریق پر چلتا ہے' اس کو غزنویوں میں سے ایک اور شیطان نے سکھایا ہے (امام عبدالجبار کی طرف اشارہ ہے) تو نے مجھے دکھ دیا' پس خدا تجھے ہلاک کرے۔ تو نے مجھ سے دشمنی کی' پس خدا تجھے تباہ کرے...... تو نے کوئی دقیقہ گالی اور ایذا کا اٹھا نہیں رکھا' تو نے مجھے دکھ دیا' پس امر کو انتہا تک پہنچا دیا...... اے غزنی کے بندر آتھم کہاں ہے' اس کے قبیلہ سے پوچھ' مگر تو کتوں کی طرح تھا۔ کیا تو وہی نہیں جس کو میں زمانہ قدیم سے جانتا ہوں' فطرت کا غبی' دل کا سفیہ' بہت بک بک کرنے والا۔ اے احمقوں کے فضلے' پس ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا...... مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مر جاتا ہے۔ تو نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی زبان درازی کی۔ اے دیو' تو نے اپنے پر ظلم کیا' تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز دیتا ہے' تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا' میں تمہیں بھیڑیئے کی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتا ہوں یا کتے کی طرح حملہ میں' اور تمہارا کلام گدھے کی آواز سے مشابہ ہے۔ میں نے بہت لئیم دیکھے مگر میں نے تیرے جیسا بدخو کوئی نہیں دیکھا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ جلد ۹ ص ۱۷۲۔۲۴۰)

قارئین آگے بڑھنے سے قبل یہ بات سمجھ لیجئے کہ درج بالا عبارت میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا' مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مرجاتا ہے۔ یہ عبارت ۱۸۹۷ء کی ہے' مولانا عبدالحق اس کے بیس سال بعد فوت ہوئے اور مرزا صاحب گیارہ سال بعد۔ کاذب اور مفتری کون ہوا؟ پہلے مرنے والا یا بعد میں مرنے والا؟

شاید آپ کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کا ذہن کیوں بگڑا ہوا تھا' اس لئے کہ غزنویوں نے نہ صرف ان سے مباہلہ کر رکھا تھا بلکہ ایسے ایسے چیلنج بھی دے رکھے تھے جنہیں صرف وہی شخص منظور کر سکتا تھا جو روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو۔ مرزا صاحب جس طرح کی شخصیت تھے ان کے بس سے معاملہ باہر تھا' اس لئے وہ اپنے دل کا غبار ایسی عبارتوں کی صورت میں نکال لیا کرتے تھے۔ جن چیلنجوں کا میں نے ابھی ذکر کیا وہ اس اشتہار میں دیئے گئے تھے جو ۱۸۹۷ء میں حضرت مولانا عبدالحق غزنوی نے ''ضرب النعال علی وجه الدجال'' کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ مرزا صاحب کو جب یہ اشتہار موصول ہوا تو انہوں نے ذب المفترین کے عنوان سے اس پر تبصرہ فرمایا جو ان کی کتاب حجۃ اللہ میں شامل ہے جو ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو شائع ہوئی۔ اس تبصرے میں مرزا صاحب نے مولانا غزنوی کے اشتہار سے اقتباسات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے مرزا صاحب کو کہا تھا کہ چلو ہم دونوں پانی میں قدم رکھیں' جو جھوٹا ہے ڈوب جائے گا' اور سچے کے لئے خدا تعالیٰ پانی پر راستہ بنا دے گا۔ یا آؤ' دونوں جلتی آگ میں داخل ہو جائیں جو جھوٹا ہو گا جل جائے گا اور سچے کے لئے آگ گلزار بن جائے گی۔ یا آؤ ہم دونوں ایک مہینہ تک کسی کوٹھری میں بند ہو جائیں جو جھوٹا ہو گا بھوک سے مر جائے گا اور سچے کو خدا تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیب سے رزق مہیا کر کے زندہ رکھے گا۔ (دیکھئے روحانی خزائن جلد ۱۲ص ۱۵۳اور۲۲۰)

اس چیلنج پر مرزا صاحب کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے سو صفحات سے زائد عربی اور اردو نظم ونثر میں سیاہ کر دیئے' جس میں مولانا عبدالحق غزنوی اور امام عبدالجبار غزنوی کو برا بھلا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کا نمونہ قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں) لیکن ان کے قلم سے ایک بھی ایسی سطر نہیں نکل سکی جس میں کہا گیا ہو کہ مجھے یہ چیلنج منظور ہے۔ مقام اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع دے دی جائے' میں پہنچ جاؤں گا۔

اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ' رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: ''غزنوی خاندان سے ہمارے خاندان کے روابط بہت قدیم اور عزیزانہ ہیں۔ ہندوستانی میں اس خاندان کے نامور اور مخلص بانی مولانا سید عبداللہ غزنوی سلوک میں مولانا حبیب اللہ قندھاری کے خلیفہ تھے اور مولانا قندھاری کا روحانی تعلق وتلمذ حضرت سید احمد شہید سے تھا۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی اور ان کے فرزند ارجمند مولانا سید عبدالجبار غزنوی کا ذکر خیر اور ان کے اخلاص وتوکل اور ان کی تجرید وتوحید کے دلآویز واقعات میں نے بچپن ہی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنے تھے۔ والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی کی شہرہ آفاق' عربی تصنیف نزھۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں مولانا سید عبداللہ غزنوی صاحب کا بہت اچھا ترجمہ ہے۔ مصنف نے اس ترجمہ میں نہایت بلند کلمات جو وہ اکابر اولیاء اللہ کے متعلق استعمال کرتے ہیں استعمال کئے ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب کے متعلق میں نے عرصہ ہوا دو واقعات سنے تھے' جن کے راوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم ہیں۔ ایک واقعہ تو یہ کہ جب ندوۃ لعلماء کا امرتسر میں پہلا جلسہ ہوا تو مولانا سید عبدالجبار صاحب بقید حیات تھے اور قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ یہ درس بہت سادہ اور بے تکلف ہوتا تھا۔ مولانا شبلی نعمانی ایک مرتبہ اس درس میں شریک ہوئے' واپس آ کر انہوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیروانی صاحب سے بیان کیا کہ مولانا عبدالجبار صاحب اپنی زبان سے جب اللہ تعالی کا نام لیتے تھے اور نام پاک اللہ ان کی زبان سے نکلتا تھا تو بے اختیار جی چاہتا تھا کہ سر ان کے قدموں پر رکھ دیا جائے۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں شریک ہونے والے علماء اور باہر کے مہمانوں کی کسی جگہ دعوت تھی۔ ایک بہت بڑا طویل دالان تھا، جس میں کئی درجے تھے۔ ایک طرف کے بیٹھنے والے دوسری طرف کے بیٹھنے والوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ایک درجہ میں مولانا سید محمد علی مونگیری بانی و ناظم ندوۃ العلماء شریک دستر خوان تھے، دوسری طرف ایک دوسرے درجہ میں کچھ اور مہمان تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے شیروانی صاحب سے پوچھا کہ جس طرف آپ بیٹھے ہوئے تھے اس طرف اور کون کون تھا۔ انہوں نے چند معززین علماء کا نام لیا' مولانا محمد علی صاحب ہر ایک نام پر فرماتے جاتے تھے کہ کوئی اور بھی تھا؟ جب انہوں نے مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں اسی وجہ سے میرا دل بے اختیار اس طرف کھنچ رہا تھا۔'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۲۳-۲۴)

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے دعاوی سے پہلے فوت ہو چکے تھے اس لئے ان کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ ان کے صاحبزادوں نے تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں مولانا عبدالجبار غزنوی' مولانا عبدالغفور غزنوی' مولانا عبدالواحد غزنوی شامل ہیں۔ ان بزرگوں نے متفقہ فتوی تکفیر پر دستخط کئے اور تقریر و تحریر سے تحریک میں سرگرم رہے۔ مولانا عبدالحق غزنوی اس خاندان کے منتسبین میں سے تھے جنہیں مرزا کے ساتھ مباہلہ کرنے کا لازوال شرف حاصل ہوا۔ اس خاندان نے دراصل مرزا کے دعاوی سے پہلے ہی اس کی اصلاح کی کوششیں شروع کر رکھی تھیں۔ جیسا کہ ملفوظات مرزا میں لکھا ہے۔

''ایک دفعہ جب آپ (مرزا صاحب) امرتسر میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چائے دی۔ چونکہ حضرت اقدس (مرزا) کے دائیں ہاتھ میں بچپن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ضرب آئی ہوئی تھی اور ہڈی کو صدمہ پہنچا تھا' آپ نے بائیں ہاتھ سے پیالی لی۔ تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ دریافت کئے کہنا شروع کیا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ نے ان کو سمجھایا کہ آداب اور روحانیت بھی سنت ہے۔ پھر ان کو اصل وجہ بتلا دی گئی'' (ملفوظات جلد۴ ص۳-۲۰۲)

غزنویوں نے مرزا صاحب کی تردید کا مشن اس کے دعاوی کے بعد شدومد سے شروع کیا اور مرزا صاحب کی طرف سے تنقید اور لعنت کی دعاؤں کا ہدف بھی بنے۔ امام عبدالجبار اور مولانا عبدالواحد کے بعد مولانا داؤد غزنوی اور مولانا عبدالغفار غزنوی بھی اس مشن میں سرگرم رہے۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ

مولانا محمد بشیر ۱۲۵۰ھ کے گردوپیش پیدا ہوئے۔ان کے والد محمد بدرالدین طب اور علوم شریعت میں وسعت نظر رکھتے تھے۔سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق تک منتہی ہے۔ مولانا محمد بشیر دس برس کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔سہسوان میں مولانا سید امیر حسن محدث سے پڑھا۔علمائے فرنگی محل سے پڑھا۔ادب وجملہ معقولات مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری سے پڑھے۔فقہ وحدیث کی تکمیل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث سے کی۔سند واجازہ علامہ شیخ حسین عرب یمنی، شیخ احمد مشرقی اور مولانا محمد صاحب سہارنپوری مہاجر مکہ سے بھی حاصل ہوا۔ابتدا کچھ مدت تک رہ تقلید پر چلے۔مگر جلد ہی ادھر سے ہٹ کر جادۂ سنت پر گامزن ہوگئے اور یہ منزل اس پامردی سے قطع کی کہ ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا۔ایک مدت تک آگرہ کے ایک کالج میں فارسی اور عربی کے استاد رہے۔پھر حجاز چلے گئے اور واپسی پر حضرت نواب سید صدیق حسن خاں کے پاس بھوپال چلے گئے اور محرم ۱۲۹۵ھ میں عہدہ افسری مدارس ریاست آپ کو تفویض کیا گیا۔

حدیث وتفسیر کا درس دیتے، زمانہ قیام بھوپال میں ہر دوشنبہ کو خواتین کیلئے وعظ فرماتے۔نواب صاحب اور نواب شاہجہان بیگم کی وفات کے بعد دہلی چلے گئے اور ۱۶ سال تک حوض والی مسجد میں حدیث وتفسیر کا درس دیتے رہے۔اسی زمانے میں فاتحہ خلف الامام پر وہ سلسلہ جاری فرمایا جو تین ماہ تک روزانہ صبح بطور درس ہوتا رہا۔یہ تقریر بعد میں کتابی صورت میں برہان العجاب فی فرضیۃ ام الکتاب کی صورت میں شائع ہوئی۔حج بیت اللہ سے واپس آئے تو ایک مختصر رسالہ القول المحقق المحکم فی زیارۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبرالحبیب المکرم شائع کیا جس کا موضوع منع شد رحال برائے زیارۃ قبرالنبی تھا۔ اس پر مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی سے کتابی مناظرہ ہوا جنھوں نے آپ کے بالمقابل الکلام المبرور لکھی۔ مولانا محمد بشیر نے اس کے جواب میں القول المنصور لکھی جس کا جواب مولانا لکھنوی نے المذھب الماثور کے عنوان سے دیا۔ جواب میں مولانا محمد بشیر نے اتمام الحجۃ لکھ کر خاتمہ سخن ہی کر دیا۔ اگرچہ اس کا جواب بھی ادھر سے دیا گیا مگر اس حد تک مبہم کہ درخور اعتنا نہ ٹھہر سکا۔

ڈپٹی نذیر احمد مترجم قرآن جو اپنے تبحر علمی کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے مولانا محمد بشیر کی ایک تقریر سن کر فرمانے لگے ’ہاں یہ البتہ مولوی ہیں‘‘ اور سید اقتدار احمد سھسوانی کو فرمایا کہ میرا ترجمہ قرآن ان کو دکھاؤ۔ اگر یہ غلطی نکالیں تو مان لوں گا۔ نیز وہ کئی ماہ تک مولانا بشیر کے درس قرآن میں شریک ہوتے رہے اور فرماتے یہ ملانے مولوی محمد بشیر کے بیان کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو جو ان سے قرآن پڑھ رہا ہوں۔

مولانا کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔ ’’صیانۃ الانسان عن و سوسۃ الشیخ الدھلان ‘‘ القول المحمود فی رد جواز السود۔ (تراجم علماء حدیث ہند)

مرزا غلام احمد قادیانی سے آپ کا تحریری مناظرہ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ہوا‘ جس کا موضوع حیات و ممات مسیح تھا۔ آپ کے دلائل سے لاچار ہو کر مرزا صاحب مناظرے کو نامکمل چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

اس مناظرے کی مکمل کیفیت آپ نے الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح کے نام سے شائع کرائی‘ جو بعد میں تحریک ختم نبوت کے کارکنوں اور قائدین کیلئے بے حد فائدہ مند ثابت ہوتی رہی۔ اس مناظرے کو مباحثہ دہلی بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی روئیداد مرزائیوں نے بھی شائع کی تھی جیسا کہ مولانا عبداللطیف مسعود (ڈسکہ) ہفت روزہ ختم نبوت ۲۹۔ اگست ۹۷ء کے شمارہ کے ص ۲۴ پر رقم طراز ہیں۔‘‘ مباحثہ دہلی خود قادیانی کا مطبوعہ ہے۔ اس کو ملاحظہ کر کے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس مباحثہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے از خود فرار ہو گئے''

۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والے مرزا غلام احمد پر فتویٰ تکفیر پر جن لوگوں نے دستخط فرمائے تھے ان میں مولانا محمد بشیر کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔اور ۱۸۹۶ء میں جن بزرگوں کو مباہلے کا چیلنج دیا گیا تھا ان میں مولانا محمد بشیر بھی شامل ہیں۔آپ کی وفات مرزا کی وفات کے ایک سال بعد یعنی ۱۳۲۶ھ میں ۲۹ جمادی الاول کو ہوئی اور آپ اپنے گرامی قدر استاد سید نذیر حسین محدث کے جوار میں شیدی پورہ (دہلی) کے قبرستان میں دفن ہوئے۔اللھم اغفرلہ۔

www.Kitabosunnat.Com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا رشید احمد گنگوہی

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں جن بزرگوں نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں ان میں ایک مولانا گنگوہی ہیں۔ آپ بانیان دارالعلوم دیوبند میں سے ہیں اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے بعد دارالعلوم کے سرپرست رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم بھی آپ کی سرپرستی سے فیض یاب رہا۔ اور برصغیر میں تعلیم حدیث میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں' کیونکہ احناف کے مدارس میں حدیث کا جو دورہ کرایا جاتا ہے وہ آپ ہی نے متعارف کرایا تھا۔ برصغیر میں ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا اور بیس بڑے مسلمان کے مرتب کی روایت کے مطابق مرزا غلام احمد بھی اپنے دعاوی سے قبل آپ کے نیاز مندوں میں شامل تھا۔ ۱۸۸۴ء میں جب احناف میں مرزا صاحب کے بارے میں بحث شروع ہوئی تو آپ نے بڑی حد تک مرزا کا دفاع کیا اور اسے مرد صالح قرار دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعوی کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک استفتاء مرتب کیا اور سید نذیر حسین سے اس کا جواب حاصل کیا۔ اس فتوے پر مولانا گنگوہی نے بھی دستخط فرمائے اور مرزا صاحب کے کفر پر اتفاق کیا اور اس طرح اپنے سابقہ نظریے سے دستبردار ہو گئے۔ دعوی مسیحیت کے بعد مرزا صاحب آپ کو تنقید و تشنیع کا نشانہ بنانے لگے اور مباحثوں کے چیلنج دینے لگے۔ مولانا گنگوہی اس دور میں ایک بزرگ عالم کی حیثیت رکھتے تھے اور اشتہار بازی وغیرہ سے طبعاً دور تھے۔ نہ ہی ان کی طبیعت دو بدو قسم کے مناظروں پر مائل تھی' لیکن مرزا کے خلاف انہوں نے اپنے مزاج کے برعکس ایسی سرگرمیوں پر آمادگی ظاہر کی۔ کوئی مباحثہ تو نہ ہو سکا تاہم لگتا ہے کہ اشتہار بازی ہوتی رہی اور چونکہ آپ کا اثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سارے دیوبندی حلقے پر تھا اور مرزا صاحب جانتے تھے کہ آپ کی مخالفت کا اثر کیا ہو سکتا ہے' اس لئے وہ آپ سے بہت نالاں تھا۔ جیسا کہ درج ذیل اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے

ایک جگہ مرزا صاحب اپنے نمایاں مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ان میں سب سے آخری شخص وہ شیطان' اندھا اور بہت گمراہ کن دیو ہے جس کو رشید گنگوہی کہتے ہیں اور وہ امروہی کی طرح شقی اور ملعونوں میں سے ہے''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱)

ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا' اور جھوٹے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں بعد اندھا ہو گیا۔'' (نزول المسیح)

مرزا نے ایک موقع پر مولانا گنگوہی کے خلاف ایک اشتہار شائع کیا جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

''ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمان داری پرکھنے کیلئے' جنھوں نے اس عاجز (مرزا) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر' دجال اور شیطان ہے۔(انوار الاسلام طبع ۱۸۹۴ء)

آپ مرزا صاحب کے نمایاں مخالفوں کی فہرست میں ۱۸۹۱ء میں ہی شامل ہو گئے تھے جیسا کہ دوست محمد شاہد نے لکھا ہے

''۲۶۔ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی غلام دستگیر قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا''

(تاریخ احمدیت جلد ۲ص ۲۰۶)

اور ڈاکٹر بشارت احمد نے لکھا ہے۔

''اربعین نمبر ۲ آپ (مرزا) نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا۔ یہ بجائے اشتہار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خاصا رسالہ ہے۔(اس میں متنازعہ مسائل کے فیصلہ کے لئے مرزا صاحب نے لکھا) کہ خدا کی گواہی کے ساتھ فیصلہ کر لیں۔ اور اس طریق میں یہ ضروری ہوگا کہ کم از کم چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ایک تحریری اقرار نامہ بہ ثبت شہادت پچاس معزز مسلمان کے اخبار کے ذریعہ اشتہار دیں'' (مجدد اعظم)

مولف تاریخ احمدیت ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ ''حضرت اقدس (مرزا) نے خدا کے نشان کی یوں تکذیب دیکھی تو آپ نے ۶۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تین بڑے علماء (شیخ محمد حسین بٹالوی' مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی) کو انعامی چیلنج دیا''

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا نے ۱۸۹۶ء میں ایک مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ یہ مباہلہ ہوا نہیں تھا لیکن مرزا صاحب ان تمام لوگوں کے شب و روز پر نظر رکھتے تھے جو اس مباہلے کیلئے مخاطب تھے۔ جب کوئی فوت ہو جاتا یا کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو مرزا صاحب اور مرزائی اسے اس (نا ہونے والے) مباہلے کا اثر قرار دیتے۔ اسی بنا پر دوست محمد شاہد نے لکھا ہے۔

جو معاند علماء یا گدی نشین اپنی مخالفت پر بدستور قائم رہے ان کو اپنے جرم کی پاداش میں کسی نہ کسی سزا کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی پہلے اندھے ہوئے۔ پھر سانپ کے ڈسنے سے مرے''

مرزا غلام احمد نے خود بھی آپ کی وفات کو یک طرفہ مباہلے کا اثر قرار دیا ہے۔ یہ مباہلہ ہوا نہیں تھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اگر مباہلہ نہ ہونے کے باوجود چند مدعوین کا مرزا کی زندگی میں فوت ہو جانا اس کی صداقت اور مسلمانوں کے کذب کی نشانی ہے تو مدعوین میں سے جو لوگ مرزا کی وفات کے وقت زندہ تھے ان کی زندگی مرزا کے کذب کی نشانی کیوں نہ قرار دی جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ

مولانا اسماعیل کے کچھ حالات زندگی تراجم علمائے حدیث ہند سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ صاحب تراجم نے لکھا ہے کہ علی گڑھ میں ایک بزرگ بنام مولانا شاہ عبدالجلیل شہید علیہ الرحمتہ اکابر علماء سے تھے جو علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے۔ معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے مستفیض تھے۔ خلافت حضرت سید احمد بریلوی نے عطا فرمائی تھی۔ جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی کہ اس وقت کے معیار کے مطابق یہ بہت بڑا منصب تھا۔ مولانا شاہ عبدالجلیل کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی علم برداری نصیب ہوئی۔ میدان دغا میں اترے جہاد کیا' یہ جنگ سونپال کے باغ (جو پختہ سڑک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی جس میں فائز بہ شہادت ہوئے۔ مسلمانان علی گڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے رفقا کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی۔ سال شہادت ۱۲۷۳ھ ہے

ہمارے مولانا محمد اسماعیل آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت ۱۲۶۴ھ ہے' ایسے جلیل القدر باپ کے فرزند' اس پر دینی وجاہت کے موقر' دولت علم سے مالا مال۔ آپ نے قرآن مجید بچپن ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ فارسی اپنے والد شاہ صاحب سے پڑھی تھی کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوا' جس میں شاہ (عبدالجلیل) صاحب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے۔ یہ گردش اس وقت سکون میں آئی جب معافی کا اعلان ہو گیا' مگر اس وقت تک آپ کے جملہ مکانات مسکونہ و دیگر املاک نیلام ہو چکی تھی' جس کے بعد مادی زندگی کا سہارا صرف ریاست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھتاری کا وظیفہ تھا' مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے نیلام شدہ مکانات نئے مالکوں سے از سرنو خرید لئے گئے۔ عزت علی خاں صاحب نے نیلام خرید کر کے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا۔ شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی' اور ابھی تک دستور قدیم کے مطابق علی طریق الاحناف نماز پڑھاتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ ظہور صاحب نے جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہہ ڈالی' جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے۔ مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس (آمین) کے روکنے کی ہے تو معاملہ کو طول نہ دو' مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر گھر گھر آمین کے چرچے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں ملا خدا بخش' حاجی وزیر محمد اور حافظ محمد تقی چند اشخاص کی معیت میں مولوی (اسماعیل) صاحب کی خدمت میں استفتا آمین بالجہر لے کر حاضر ہوئے' جس پر آپ نے بلا تامل صاد کر دیا۔ اب شہر کی اکثر مسجدوں میں یہ سنت جاری ہو گئی' مگر ادھر مخالفین کا دباؤ بھی بڑھتا گیا' تا آنکہ مولوی لطف اللہ مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا' جس میں جواب الجواب تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد حریفوں نے کلکٹو ضلع کو شاہ عبدالجلیل کے ''جرم شہادت'' پر توجہ دلاتے ہوئے ان کے صاحبزادے (مولانا اسماعیل) کے خلاف بھڑکایا' مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی۔ اس وقت تک مولوی (اسماعیل) صاحب بالکل کھل چکے تھے۔ اب جماعت (اہل حدیث) کو یوما فیوما ترقی ہونے لگی۔ جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام آپ ہی رہے' ادارہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے تا آنکہ سرسید احمد خاں سے کسی بات پر چل گئی' جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں اثبات الجهر بالتا مین عن الاحناف المحققين' الكلام الرزين في الرد على القول المتين' مقلدین کے رد میں اور اعلاء الحق الصريح بتكذ يب مثيل المسيح مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں اور رفع الالتباس عن بعض الناس امام بخاری کی نصرت میں لکھیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی اسماعیل صاحب کا زمانہ حیات حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن مرحوم کی علمی سرگرمیوں اور اہل علم کی قدر افزائیوں کا تھا۔ مولانا اسماعیل کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی۔ نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا' مگر آپ کو اپنے سرپرست قدیم نواب محمد علی خان (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی ...... تاریخ وفات ۱۷/شوال ۱۳۱۱ھ ہے۔ چار صاحبزادے چھوڑے جن میں سے مسند علم و تبلیغ پر مولوی محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے: (بعدازاں) مولوی محمد عثمان صاحب جامع مسجد وعیدگاہ کی امامت کے منصب سے خود ہی دستبردار ہو کر اہل حدیث (موتی) مسجد میں امام و خطیب ہو گئے۔

مولانا اسماعیل کی القول الصریح۔ ۱۳۰۹ھ میں ۴۴ صفحات پر شائع ہوئی تھی۔ اس میں مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی تکذیب کی گئی تھی ...... اور انہوں نے آیات قرآن میں جو تحریفات کی تھیں ان کی نشان دہی کی گئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی

آپ کا پورا نام محی الدین عبدالرحمٰن ہے۔ حافظ محمد لکھوی کے فرزند ارجمند' مولانا عبداللہ غزنوی سے فیض یافتہ اور حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور عارف باللہ سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مرزا صاحب کے دعاوی کے آغاز میں ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو گئے اور بقول مولوی نوردین ان تین افراد میں شامل ہیں جن کو پنجاب میں مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔ (روحانی خزائن جلد۳ ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۶۳۰) خود مرزا صاحب نے آپ کا ذکر اپنے اس خط میں کیا ہے جو انھوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو مارچ ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا جس میں کہا گیا کہ ''مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں۔''

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز ہی میں مولانا لکھوی نے مرزا صاحب کے عقائد کا جائزہ لے کر ان کے گمراہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ مرزا صاحب کو اس پر سخت غصہ آیا اور انھوں نے ازالہ اوہام میں آپ کو خوب سخت سست کہا اور آپ کے اعلان کو شیطانی اثرات کا حامل قرار دیا۔ انھوں نے لکھا:

''جب خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب کے شدت طیش اور غضب کی وجہ سے چہرے سرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرا دیا اور کسی نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا' جیسا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو کے والا نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا اور جا بجا یہ بھی ذکر کیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ شخص بہت خراب آدمی ہے۔ چنانچہ ایک شخص عبدالقادر نام شرقپور ضلع لاہور کے رہنے والے کے پاس بھی یہی ذکر کیا کہ یہ شخص ملحد اور بد مذہب اور خراب ہے' ملاقات کے لائق نہیں۔ علاوہ اس کے ان لوگوں نے اشتعال کی حالت میں اس پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس بارہ میں کوئی شہادت ملے تو بہت خوب ہو۔ چنانچہ انھوں نے غصہ بھرے دل کے ساتھ استخارے کئے اور چونکہ قدیم سے قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ جو شخص بہ نفسانی تمنا کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے' بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے۔ پس اسی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے رفیقِ نیت میاں عبدالحق غزنوی کے استخارہ پر وہ بئس القرین ترت حاضر ہو گیا اور ان کی زبان پر جاری کرادیا کہ وہ شخص یعنی یہ عاجز جہنمی ہے اور ملحد ہے اور ایسا کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا۔" (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ اول) ص ۲۲۸)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا:

"میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین لکھو کے والے اس عاجز کے حق میں لکھتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ چنانچہ عبدالحق صاحب کے الہام میں تو صریح سیصلی نارا ذات لهب موجود ہے۔ اور محی الدین صاحب کو یہ الہام ہوا ہے کہ یہ شخص ایسا ملحد اور کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ جس کافر کا مآل کار کفر ہی ہو وہ بھی جہنمی ہی ہوتا ہے۔ غرض ان دونوں صاحبوں نے کہ خدا انہیں بہشت نصیب کرے' اس عاجز کی نسبت جہنم اور کفر کا فتویٰ دے دیا۔ ہم اس جگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔

("روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۴۳۸۔۴۳۹)

مرزا صاحب کے تڑپنے اور غصے میں پیچ و تاب کھانے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر کس قدر کاری وار ہوا تھا۔ مولانا لکھوی عارف باللہ تھے۔ مسنون استخاروں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے وہ اللہ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور خدا کی جانب سے ملنے والی رہنمائی کو عوام اہل اسلام تک بھی پہنچا رہے تھے' جیسا کہ عوام اہل اسلام کے نام ان کے اس خط سے واضح ہوتا ہے جو مرزائی لٹریچر میں بایں الفاظ محفوظ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم--- حامداً و مصلیاً

اما بعد! از عبدالرحمٰن محی الدین بجمیع اہل اسلام عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے دعا کی یا خبیر اخبرنی مرزا کا کیا حال ہے۔ خواب میں یہ الہام ہوا ان فرعون وھامان وجنودھما کانوا خاطئین--- وان شانئك ھو الابتر۔ مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہیں اور اس میں میرا نام نہیں اور بڑے زور سے دعویٰ کیا میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکورہ ماہ صفر کو ہوئے تھے۔ جب مرزا کا جواب آ گیا' بعد ازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا۔ مرزا صاحب فرعون...... الحمدللہ علی ذالك اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے اور جس وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نوردین۔ مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے اطلاع دینی ضرور تھی۔

(العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھوکے بقلمہ بتاریخ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ روحانی خزائن جلد ۲۲' ص ۸-۳۶۷)

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نہ صرف خود تحریک ختم نبوت میں تا عمر سرگرم رہے بلکہ ان کے خصائل حمیدہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دوسرے کارکنوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ آپ نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی۔ اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے: لکل فرعون موسیٰ یعنی "ہر فرعونے راموسیٰ"۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لیے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔" (روحانی خزائن جلد ۳ بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳' ص ۲۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام اہل اسلام کے نام مولانا لکھوی کے مکتوب گرامی اور مولانا بٹالوی کے نام جاری کردہ درج بالا فرمان کو ملا کر پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون اور اس کی بیخ کنی میں کوشاں مولانا بٹالوی کو موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔

آپ ۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھو کے ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ آپ پنجابی زبان میں لکھی جانے والی پہلی منظوم تفسیر قرآن یعنی تفسیر محمدی کے مصنف مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ کے صاحبزادہ ہیں۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع سے ہی تصوف کی طرف مائل تھی اور مرشد کامل کی تلاش کرتے کرتے غزنی جا پہنچے اور ۲۲ سال کی عمر میں عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی سے بیعت ہو گئے۔ یہ تعلق دونوں بزرگوں میں تاعمر قائم رہا اور حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اکثر فرمایا کرتے: ماو عبدالرحمن یکیست اور کبھی کبھی مولانا لکھوی صاحب کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے:

درمیان ما وشما منا سبت دراز ل بود

کہا جاتا ہے کہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی صاحب الہام بزرگ تھے اور آخری عمر میں آپ کو الہام ہوا تھا "یا ایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" اس الہام کے بعد آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت روضہ نبویؐ کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق والی دعا: "اللھم ارزقنی شھادة فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك" نہایت خشوع وخضوع سے کی جو اللہ نے قبول فرما لی اور آپ ساٹھ سال کی عمر میں ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ کو بروز جمعہ مدینۃ الرسول میں فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سعد اللہ لدھیانوی

آپ ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ دنیاوی تعلیم حاصل کر کے تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ ہائی سکول لدھیانہ میں استاد تھے اور آج سے سوا سو سال پہلے کے لدھیانہ اور اس کے قرب و جوار میں ہمیں نہ تو کوئی کالج نظر آتا ہے اور نہ یونیورسٹی۔ جس کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے علاقے میں اعلیٰ ترین تعلیمی ادارے میں خدمات سرانجام دے رہے تھے' جس سے اپنے معاصرین میں ان کے اعلیٰ علمی مقام و مرتبے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ منشی بھی کہلاتے تھے (اس دور میں منشی کا لفظ اکاؤنٹینٹ اور مجسٹریٹ کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا اور سرکاری سکول کے معلم کے لیے بھی۔ اس زمانے میں کسی کو منشی کہا جانا اس کے علم اور مقام کا اعتراف ہوتا تھا)۔ نہایت سعادت مند تھے کہ اللہ نے آپ کو دین حق اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی اور مسلمان ہو گئے۔ اچھے قلم کار اور شاعر تھے۔ تحریک ختم نبوت کے دور اول میں مولانا بٹالوی مرحوم کے سرگرم ساتھیوں میں سے تھے اور مرزا غلام احمد نے اپنی ایک تحریر میں انہیں ہامان قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: وہ زمانہ یاد کر جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ کی آگ بھڑکا۔ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے۔ (روحانی خزائن ج ۱۱ (انجام آتھم مع ضمیمہ ص ۳۴۰)

مولانا سعد اللہ مرزا صاحب کے دعاوی سامنے آتے ہی اسلام اور ختم نبوت کی حمایت میں کمر بستہ ہو گئے تھے جیسا کہ ایک مرزائی نے لکھا ہے کہ جب مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت کے بعد ۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ گئے اور وہاں محلہ اقبال گنج مکان شہزادہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام حیدر میں قیام فرمایا' اس وقت مخالف علماء میں سے مولوی سعد اللہ نومسلم پیش پیش تھا۔ ہر روز کبھی دوسرے روز ایک اشتہار مخالفت میں گالیوں سے بھرا ہوا شائع کرتا تھا' جس میں کبھی چوری کا الزام ہوتا اور کبھی بغاوت کا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۲۶) اور آپ نے تحریک کے ابتدائی دور میں ایک کتاب بھی رد قادیانیت میں لکھ کر شائع کی جس کا نام شہاب ثاقب ہے' جیسا کہ مولوی جلال دین شمس نے لکھا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی سے جیسا کہ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے پہلے حضرت مولانا حکیم نورالدین سے امور مندرجہ فتح اسلام وتوضیح مرام سے متعلق تمہیدی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود سے جو اس وقت لدھیانہ میں مقیم اور ازالہ اوہام تحریر فرما رہے تھے' مباحثہ سے متعلق خط وکتابت شروع ہو گئی اور اسی طرح دوسرے علماء نے بھی تحریر وتقریر کے ذریعہ زہر اگلنا شروع کیا اور شہاب ثاقب بر مسیح کاذب اور مثنوی رومی کی حکایت شغال قادیانی کے حسب حال مع حکایت بوم شیر اور سی حرفی 'چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح' وغیرہ دل آزار کتابیں ان کی طرف سے شائع کی گئیں اور شہر لدھیانہ میں تو مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔ مختلف محلہ جات میں آپ کے خلاف لیکچر کرائے گئے۔ (مقدمہ روحانی خزائن۔ ج ۳ص ۶ جلال الدین شمس)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب سے جو مباحثہ لدھیانہ میں کیا تھا اس میں دونوں طرف سے حاضرین کی تعداد محدود رکھی گئی تھی۔ صرف خاص خاص لوگوں کو شرکت کی اجازت تھی۔ مسلمان حاضرین میں مولانا سعد اللہ بھی شامل تھے۔ اس بات کی وضاحت تاریخ احمدیت میں مولوی دوست محمد کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ مرزا صاحب کے حسن تحریر کے گن گاتے ہوئے کہتا ہے'

تحریری پرچہ پر جو حضرت اقدس سناتے تھے چاروں طرف سے واہ واہ کے اور سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے بلکہ سعد اللہ اور مولوی محمد حسین صاحب کے سوا ان کی طرف کے لوگ بھی بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھتے تھے۔

ناظرین کرام! ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو بسلسلہ مباہلہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع کیا تھا جس میں اس نے مولانا عبدالحق غزنوی اور حافظ محمد یوسف صاحب (مرزائی) کے درمیان ہونے والے اس مباہلے کے حالات بیان کیے تھے جو لاہور میں اس بات پر ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد' مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن مرتد' کذاب اور دجال ہیں۔ اس مباہلے کے واقعات بیان کر کے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والا اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کر لیں...... اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد علی واعظ (بھوپڑوی) ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ' منشی سعداللہ مدرس لدھیانہ' منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ' مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ' میاں نذیر حسین دہلوی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' میاں میر حیدر شاہ وزیر آبادی' میاں محمد اسحاق پٹیالوی...... راقم مرزا غلام احمد ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء۔

(مجموعہ اشتہارات ج اص ۳۹۹)

اس اشتہار کے بعد مرزا صاحب جب مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کے لیے امرتسر آئے تو مرزا نے ایک اور اشتہار دیا جس میں لکھا

'دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہو سکیں گے' جن میں محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعداللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبدالعزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ اور مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبداللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد علی ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع لاہور وغیرہ شامل ہیں۔''

(روحانی خزائن ج ۶ ص ۸۰۔ اشتہار مورخہ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ)

ہم یہاں ان اشتہارات کے ردعمل کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ اختصار کے ساتھ عرض کیے دیتے ہیں کہ ان دونوں اشتہاروں میں مولانا سعداللہ کا نام موجود ہے جو اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان دنوں جو علماے اسلام تحریک ختم نبوت میں پیش پیش تھے اور جن کو مرزا غلام احمد اپنا واقعی مدمقابل سمجھتا تھا' مولانا ان میں شامل تھے اور تحریک کے حلقوں میں ان کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

دوسری بات یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ امرتسر میں مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا صاحب نے جو مباہلہ کیا تھا اسی زمانے میں مرزا نے ایک عیسائی ڈپٹی عبداللہ آتھم سے ایک مباحثہ بھی کیا تھا جو کئی روز جاری رہنے کے بعد مرزا کی اس پیش گوئی پر ختم ہوا تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر آتھم مر جائے گا۔ پھر پیش گوئی کی مدت ختم ہوگئی اور آتھم نہ مرا تو پورے ہندوستان میں مرزا صاحب کا مذاق اڑایا گیا۔ مرزا صاحب کا ایک بہت گہرا مرید یہ حالات دیکھ کر عیسائی ہوگیا اور عام طور پر یہ کہا گیا کہ مرزائیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں مرزائی ہار گئے ہیں۔ اس موقع پر خاص طور پر مولانا سعداللہ' مولانا بٹالوی اور غزنوی بزرگوں نے مرزا قادیانی کو آڑے ہاتھوں لیا تو اس نے لکھا:

''میاں عبدالحق غزنوی ہو یا میاں ثناء اللہ یا سعداللہ یا غلام رسول (رسل بابا امرتسری) یا کوئی اور ہو' خوب یاد رکھیں کہ مسلمان کہلا کر بے وجہ عیسائیوں کو غالب قرار دینا' حلال زادوں کا کام نہیں۔ غزنوی گروہ کے لوگو' اے امرتسر کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو اور اے لدھیانہ کے سخت دل مولویو اور منشیو۔ خوب سوچ لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔ (روحانی خزائن ج ۹ (انوار الاسلام) ص ۲۶)

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد نے لکھا: ایک نادان ہندوزادہ نام کا نومسلم سعداللہ نام جو عیسائیوں کی فتح یابی ثابت کرنے کے لئے اس قدر اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے کہ گویا اسی غم میں مر رہا ہے۔ لدھیانہ سے اپنے ایک اشتہار میں لکھتا ہے کہ اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بحث کے بعد جو عیسائیت اور اسلام کے صدق و کذب کی تحقیق میں کی گئی تھی' عیسائی فریق پر مصیبتیں پڑیں تو کیا تمہارے بیعت کنندوں میں سے مولوی حکم نوردین صاحب کا ایک شیر خوار بچہ فوت نہیں ہو گیا...... اے نادان عدو اللہ اگر اس عرصہ میں دو چار فاسق نام کے مسلمانوں میں سے جن کو ہم نے بدمعاش پا کر اپنی جماعت سے پہلے ہی خارج کر دیا تھا' مردار دنیا کے لئے عیسائی ہو گئے تو ہم تجھے ثبوت دیتے ہیں کہ اس پندرہ مہینہ میں صدہا عیسائی خالصۃً مسلمان ہوئے۔" (ص ۲۷۔ ۲۸ روحانی خزائن ج ۹ (انوار الاسلام)

مرزا صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں' اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندو زادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لا کر کہیں کہ ان کی یہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں' یہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں۔ (روحانی خزائن ص ۲۹۲ ج ۹)

مرزا غلام احمد نے آتھم والے اس واقعہ کے بعد مسلمان علماء کے ہاتھوں اپنی گت بنتے دیکھی تو تنگ آ کر اپنی کتاب انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں ۵۰ سے کچھ اوپر علماء کو مباہلے کا چیلنج کیا۔ فہرست مدعوین میں ۶ نمبر پر مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' ۷ نمبر پر مولوی محمد لدھیانوی' ۸ نمبر پر مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور ۹ نمبر پر مولوی سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ کے نام ہیں۔ یعنی مولانا سعد اللہ مرحوم ان منتخب مسلمان علماء میں سے تھے جن کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس موقع پر مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔

یاد رہے کہ اس دور کا ہندوستان اہل حدیث' دیوبندی' بریلوی اور شیعہ علما سے بھرا ہوا تھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء کے نام اس دور کی تاریخ کی کتابوں سے گنوائے جا سکتے ہیں۔ ان ہزاروں میں سے جن چیدہ علماء کو تحریک ختم نبوت میں کام کرنے کے باعث ملک گیر شہرت حاصل ہو چکی تھی ان میں مولانا سعد اللہ بھی شامل تھے۔ اس اعزاز کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہو گا کہ فہرست مدعوین میں مولانا احمد رضا خان صاحب' مولانا محمود حسن صاحب' مولانا انور شاہ صاحب کشمیری اور مولانا اشرف علی تھانوی کے اسماء گرامی شامل نہیں ہیں۔

مرزا صاحب کو بقول خود ایک الہام ان شانئك هو الابتر کے الفاظ سے ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس الہام کو وہ اپنے بہت سے مخالفین پر چسپاں کرتے تھے۔ مولانا سعد اللہ پر بھی ان کی تحریکی سرگرمیوں کے باعث اسے چسپاں کیا اور ایک جگہ لکھا 'یہ الہام ان شانئك هو الابتر اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نومسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی۔ اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندوزادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی، خبیث طینت، فاسد القلب نہ ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ایسے لفظوں اور گالیوں میں جو دجال، شیطان، کذاب، کافر، اکفر و مکار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بطالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے، شریک غالب اور اعدالاعداء ہے، لیکن اس ہندوزادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے اور نہایت بدگوئی سے افتراء بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ ان شانئك هو الابتر۔ سو اگر اس ہندوزادہ بدفطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا ہو کر نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔

(ص ۵۸۔۵۹ حاشیہ۔ روحانی خزائن ج ۱۱۔ انجام آتھم)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا: 'اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان شانئك هو الابتر گویا اسی دم سے خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔ اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہو گی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا اور یقیناً اس نے اس الہام کو توڑنے کے لئے اور اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی ہو گی مگر وہ کوشش ضائع گئی۔ آخر نامراد مرا۔ اور ابتر کے ہر ایک معنی اس پر صادق آ گئے۔

(روحانی خزائن ج ۲۲ (تتمہ حقیقت الوحی) ص ۴۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں' اسی طرح ایک نہایت کینہ اور گندہ زبان سعداللہ نام لدھیانہ کا رہنے والا میری ایذا کے لئے کمربستہ ہوا اور کئی کتابیں نثر اور نظم میں گالیوں سے بھری ہوئی تالیف کر کے اور چھپوا کر میری توہین اور تکذیب کی غرض سے شائع کیں اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے آخر کار مباہلہ کیا اور ہم دونوں فریق کو یعنی مجھے اور اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کر کے جھوٹے کی موت خدا سے چاہی۔ آخر تھوڑے دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔''

(چشمہ معرفت ص ۳۳۶ منقول از ثبوت حاضر ہیں۔ ص ۶۸۶)

اور ملفوظات مرزا میں لکھا ہے

''سعداللہ لدھیانوی کا ذکر ہوا تو (مرزا نے) فرمایا میں نے اپنے قصیدہ انجام آتھم میں اس کے متعلق لکھا تھا آذیتنی خبثا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اگر تو اب رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا اے سرکش انسان۔ (نیز) فرمایا (مرزا نے) اسی طرح سعداللہ نے بھی میرے حق میں لکھا ہے کہ تیرا اخذیمین اور قطع وطین۔'' (ملفوظات ص ۱۹۷ ج ۹ ملفوظ ۱۷ فروری ۱۹۰۷)

اور ان باتوں کو مرزا صاحب نے اپنے اور مولانا کے درمیان مباہلہ ہونے کا ثبوت کہہ کر پیش کر دیا اور فرمایا کہ ۷ جون ۱۹۰۶ کو الہام ہوا

'دو نشان ظاہر ہوں گے' (اس کی تشریح میں مرتب تذکرہ لکھتا ہے) اس میں سعداللہ لدھیانوی اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں' ممالک شرقیہ میں تو سعداللہ لدھیانوی میری پیش گوئی اور مباہلہ کے بعد جنوری (۱۹۰۷ء) کے پہلے ہفتہ میں ہی نمونیا پلیگ سے مر گیا۔ (تذکرہ ص ۶۲۳)

ایک اور جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی سعداللہ

'تمام آرزوؤں سے نامراد رہ کر اس ذلت کے ساتھ مر گیا کہ کوئی مراد اس کی پوری نہ ہوئی اور میں نے اس کو بار بار خبر دی تھی کہ الہام ان شانئك هو الابتر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتر سے مراد خدا تعالیٰ کی یہی ہے کہ آئندہ اولاد کا سلسلہ اس پر بند ہو گا اور اس کا بیٹا بھی ابتر ہی مرے گا۔ سو اس نے دیکھ لیا کہ باوجود اس کے کہ پیشگوئی کے وقت سے بارہ سال تک زندہ رہا اور دعائیں بھی کرتا رہا لیکن بجز اس لڑکے کے جو پیشگوئی کے وقت قریباً پندرہ سال کا تھا اور کوئی اولاد اس کے گھر نہ ہوئی اور یہ حسرت بھی ساتھ لے گیا کہ بیٹے کی شادی نہ کر سکا۔ پس پیشگوئی کے مطابق یہ تمام مجموعہ ذلتوں کا اس کے نصیب ہوا۔ اور اسی سعد اللہ کے بارے میں اشتہار انعام تین ہزار روپیہ مشتہرہ پانچ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۲ پر جو کتاب انوار الاسلام کے ساتھ ملحق ہے' خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مندرجہ ذیل عبارت میں نے لکھی تھی اور وہ یہ ہے---حق سے لڑتا رہ' آخر اے مردار تو دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہو گا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے ان شانئك هو الابتر---اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہو گا' بلکہ وہ خود ابتر رہے گا' پس جو کچھ اس نے خدا سے میرے لئے چاہا خدا نے اس کے لئے کر دیا۔ میں نے اس کے ابتر اور نامراد مرنے کے لئے سبقت نہیں کی اور نہ میں نے یہ چاہا کہ وہ میرے روبرو ہلاک ہو مگر جب اس نے ان باتوں میں سبقت کی اور کھلے کھلے طور پر اپنی کتاب شہاب ثاقب میں میری موت کی نسبت پیش گوئی شائع کی اور میرا دل دکھایا اور دکھ دینے میں حد سے بڑھ گیا' تب چار برس بعد میں نے اس کے لئے دعا کی تو خدا نے مجھ کو اس کی موت کی خبر دی اور نیز فرمایا کہ سعد اللہ جو تیرے ابتر رہنے کی پیش گوئی کرتا ہے وہ خود ابتر رہے گا۔ مگر میں تیری نسل کو قیامت تک قائم رکھوں گا اور تو برکات سے محروم نہیں ہو گا۔ اور میں یہاں تک تجھے برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے...... اگر سعد اللہ میری موت اور ذلت اور نیز میری جماعت کے تباہ ہونے کی نسبت اپنی کتاب شہاب ثاقب میں پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس وقت میری بات کون مان سکتا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ دونوں طرف سے مباہلہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگ میں پیش گوئیاں شائع ہو گئیں اور روز روشن کی طرح کھل گیا کہ آخر کس کے حق میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر چہ سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی۔ مگر یہ تعجب اس وقت فی الفور دور ہو جاوے گا جب اس کی گندی نظم اور نثر کو دیکھو گے۔ وہ بدقسمت اس قدر گندہ زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابو جہل نے آنحضرت کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو۔ بلکہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر خدا کے نبی دنیا میں آئے ہیں ان سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا۔ اس نے مخالفت اور عناد کے کسی پہلو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور چوہڑوں اور چماروں کو بھی وہ گندہ طریق گالیوں کا یاد نہیں ہوگا جو اس کو یاد تھا۔ سخت سے سخت الفاظ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں اس شدت اور بے حیائی سے اس کے منہ سے نکلتی تھیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بدطینت پیدا نہ ہو ایسی فطرت کا انسان نہیں ہو سکتا۔ ایسے انسانوں سے سانپوں کے بچے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ میں نے اس کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا۔ لیکن جب وہ حد سے گذر گیا اور اس کے اندرونی گند کا پل ٹوٹ گیا تب میں نے نیک نیتی سے اس کے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے جو برمحل اس پر چسپاں تھے...... تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی میں پہلے خود بدزبانی کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب، مفسد، دجال، مفتری، مکار، ٹھگ، فاسق فاجر، خائن رکھا تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں...... یاد رہے سعد اللہ میرے مقابلہ پر دو دفعہ مباہلہ کا نشانہ ہو چکا ہے۔ پہلے تو انہیں عربی شعروں میں جو انجام آتھم میں میں لکھ چکا ہوں۔ مباہلہ کے طور پر میں نے دعا کی کہ خدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے کو ہلاک کرے۔ چنانچہ ان مباہلوں کے شعروں میں سے ایک شعر یہ ہے

یا ربنا افتح بیننا بکرمۃ یا

من یری قلبی ولب لجائی

یعنی اے خدا تو مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر تو میرے دل ------ کی حالت جانتا ہے۔

اور پھر سعد اللہ کی نسبت دوسرا شعر یہ ہے

آذیتنی خبثا فلست بصادق

ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

یعنی تو نے اے سعد اللہ خباثت کی راہ سے مجھے دکھ دیا' پس میں جھوٹا ہوں گا اگر میرے سامنے ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔

پھر دوسری دفعہ جو میں نے سعد اللہ کو مباہلہ کا نشانہ بنایا' اس کا ذکر میری کتاب انجام آتھم کے ص ۶۷ میں ہے اور اس دعوت مباہلہ میں کئی مولوی شامل ہیں...... اس فہرست کے ص ۷۰ کی پہلی سطر کو ہی دیکھ لو کہ پہلی سطر کے سر پر ہی اس بدقسمت سعد اللہ کا نام درج ہے...... اس مباہلہ پر آج کے دن تک بارہ برس اور تین مہینے اور کئی دن گذر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد اکثر لوگوں نے زبان بند کر لی اور جو بدزبانی سے باز نہ آئے ان میں سے بہت کم ہوں گے' جنہوں نے موت کا مزہ نہ چکھا یا کسی ذلت میں گرفتار نہ ہوئے۔ چنانچہ نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے' اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔ رشید احمد گنگوہی...... مباہلہ کی دعوت اور بددعا کے بعد اندھا ہو گیا اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور مولوی محمد لدھیانوی...... بعد دعوت مباہلہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ ایسا ہی مولوی غلام رسول عرف رسل بابا...... بعد دعوت مباہلہ اور بددعا...... کے بمقام امرتسر طاعون سے مر گیا...... مولوی اصغر علی کا نام (فہرست میں) درج ہے' وہ بھی اس وقت تک بدگوئی سے باز نہ آیا جب تک خدا تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قہر سے ایک آنکھ اس کی نکل گئی۔ ایسا ہی اس فہرست میں مولوی عبدالمجید دہلوی کا ذکر ہے جو فروری ۱۹۰۷ء میں بمقام دہلی ہیضہ سے مر گیا...... چونکہ سعد اللہ اپنی بدزبانی میں سب سے زیادہ بڑھ گیا تھا اس لئے نہ صرف اس کو نامرادی کی موت پیش آئی بلکہ ہر ایک ذلت سے اس کو حصہ ملا۔ اور تمام عمر نوکری کر کے پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ آخر موت کے قریب عیسائیوں کے مدرسہ میں نوکری کر لی...... عربی زبان میں ابتر معدم کو بھی کہتے ہیں یعنی ایسے مفلس کو جو سب اندوختہ کھو بیٹھے۔ اس قسم کے ابتر ہونے کا مصداق بھی اپنے تئیں ثابت کر دیا' کیونکہ اگر مالی برکت اس کو حاصل ہوتی تو وہ اپنے آخری دنوں میں پادریوں کے دروازہ پر گداگری اختیار نہ کرتا۔ جو لوگ اپنے کالجوں اور سکولوں میں لازمی طور پر خلاف اسلام تعلیم دیتے ہیں کسی سچے مسلمان کا طریق نہیں کہ ان کی نوکری اختیار کرے۔ افسوس کہ یہ شخص سعد اللہ نام جو فوت ہو گیا ہے وہ بعض میرے تقریری مباحثات سن چکا تھا اور اس کو میری کتابیں دیکھنے کا بھی بہت موقع ملا تھا مگر تعصب اور بغض ایسی بلا ہے کہ وہ ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا۔

(روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۰-۴۵۶)

جہاں تک مولانا سعد اللہ صاحب کے مباہلہ کا نشانہ ہو کر مرنے کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مولانا سعد اللہ کا مباہلہ کبھی نہیں ہوا۔ مرزا صاحب نے ساری زندگی میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا اور وہ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم سے کیا تھا' اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

مباہلہ غزنوی اور مباحثہ ڈپٹی آتھم ایک ہی وقت میں ہوا تھا۔ چونکہ مباحثہ میں مرزا صاحب نے پندرہ ماہ تک آتھم کی موت کی پیش گوئی کر دی تھی اس لئے بعد انقضائے مدت جب وہ نہ مرا تو اس کے نتیجے میں مرزا صاحب کی جو عزت ہوئی تھی وہ اس زمانہ کے زندہ لوگوں کو یاد ہو گی' جس کا مختصر نقشہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے اشعار ذیل میں ہے۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیش گوئی کے ایام پورے ہوئے تھے۔ اس لئے چھٹی ستمبر مرزا صاحب پر سخت دوبھر تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے اس کا ذکر یوں کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غضب تھی تجھ پہ ستم کر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی

اس واقعہ کا نقشہ ہم نہیں دکھا سکتے جو امرتسر اور دیگر بلاد پنجاب میں مسیح قادیانی کے حق میں ہو رہا تھا۔ اس پر مولوی عبدالحق غزنوی مباہل نے ایک اشتہار دیا تھا جس کی پیشانی پر ایک شعر ایسا بھی لکھا تھا جو درحقیقت آج بھی کام آ سکتا ہے۔ وہ یہ ہے

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی
ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

اس ذلت اور رسوائی کے بعد خود بدولت کا انتقال بھی غزنوی مباہل سے سات سال پہلے ہو گیا تھا' (اہل حدیث امرتسر ص ۵۔ ۶' ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء)

جہاں تک ابتر والی پیش گوئی کا معاملہ ہے' اس کے بارے میں مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا' تیرا دشمن بے اولاد ہو گا۔ ان شانئك هو الابتر یہ الہام سب سے پہلے انہوں نے مولوی سعد اللہ مرحوم پر لگایا...... الہام چونکہ عام تھا (اس لئے مرزا اور مرزائی اسے جابجا استعمال کرتے رہے۔ ایک مرتبہ) ایک احمدی اور محمدی کی (دہلی میں) گفتگو ہوئی جس کی اطلاع بذریعہ خط آئی جو درج ذیل ہے۔

''میرے ایک دوست قادیانی گمراہ کن فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ایک دن یہ بحث ہو رہی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ایک پیشگوئی کی تھی کہ جو میرے مقابلہ پر آئے گا وہ لاولد رہے گا' اس کے کوئی اولاد نہیں ہو گی۔ تو میں نے گذارش کی کہ حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب جو کہ مرزا صاحب کے حریف اعظم اور فاتح ہیں' وہ بفضلہ تعالیٰ ابھی خود بھی موجود ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ تو اس کے بعد مرزائی نے کہا کہ مولوی صاحب ممدوح کا کوئی صلبی بیٹا نہیں ہے۔ جس کو وہ اپنا بیٹا کہتے ہیں وہ لے پالک ہے۔ میں حیران ہوا۔ بہت جلد تحریر فرما دیں کہ کیا واقعہ ہے۔ میں نے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں ابو رضا عطاء اللہ بن ابوالوفاء ثناء اللہ لکھا ہوا پایا ہے۔فتح محمد غازی دہلی۔ (مولانا امرتسری لکھتے ہیں) اس کا جواب کیا دیا جائے۔ بجز اس کے کہ پکے مرزائی دوست یہاں (امرتسر) آ کر محلے اور شہر والوں سے دریافت کریں۔ بعد تحقیق مرزا صاحب کے مذکورہ الہام کی تردید میں اشتہار شائع کریں۔ سچ ہے۔

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

(پھر مولانا امرتسری مکتوب نگار کو کہتے ہیں) سب سے اول مخالف مرزا کے آپ کے شہر دہلی میں آرام فرما ہیں۔ وہی مثال کیوں نہ بتادی۔ یعنی حضرت سید نذیر حسین مرحوم مغفور۔ ان کے تو پوتوں کے پوتے ہیں۔ (اہل حدیث ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۴۔۵)

ناظرین ان شانئك هو الابتر کا حال معلوم کرنا ہو تو مولانا ثناء اللہ کے علاوہ امام عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی کو بھی دیکھ لیں کہ کیا وہ ابتر تھے اور کیا ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد نہیں تھی۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کو دیکھ لیں' کیا ان کی اولاد نہیں ہوئی یا ان کی اولاد کی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی طرح مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد لدھیانوی کو دیکھ لیں' کیا وہ ابتر تھے؟ ان کے خاندان کے ایک فرد نے تو ابھی حال ہی میں فتوی تکفیر کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے۔ اور کیا یہ سب بزرگ مرزا صاحب کے شدید مخالف نہیں تھے؟ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا سعد اللہ اس لحاظ سے ابتر تھے کہ آخر عمر میں انہوں نے پادریوں کے سکول میں ملازمت کی' تو کیا خود مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں انگریزوں کی نوکری نہیں کی؟ اور کیا ان کے اپنے مریدوں نے انگریزوں کے سکولوں کالجوں میں ملازمتیں نہیں کیں اور کیا یہ مولانا سعد اللہ کی علمیت کا اعتراف نہیں تھا کہ انگریز حاکموں نے اپنے علمی ادارے میں انہیں تعلیم وتعلم کی ذمہ داری تفویض کی؟ ایک علمی ادارے میں ملازمت کرنے کو ابتر کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ اتنے عرصے میں ذلت سے دوچار ہوں گے۔ وہ عرصہ گذر گیا اور مرزا صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا ذلت ہوئی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے فرمایا مولوی محمد حسین زمیندار ہو گیا ہے اور ایک عالم کا زمیندار ہو جانا اس کی ذلت نہیں تو اور کیا ہے؟ یاد رہے کہ خود مرزا صاحب جدی پشتی زمیندار تھے۔

ناظرین! مرزا صاحب کو بڑکیں مارنے کی بڑی عادت تھی۔ ابتر والے معاملے میں بھی مولانا سعداللہ صاحب کی وفات کے بعد بڑک مارتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا یہ شخص ابتر ہو گا۔ اور میرے کہتے ہی اس کی بیوی کے رحم پر اللہ نے مہر لگا دی اور اس کے ہاں پھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ یہ بڑک مارتے ہوئے مرزا صاحب قدرت کی پکڑ کو بھول گئے تھے اور انہوں نے یہ خیال نہیں کیا تھا کہ قدرت بہت سخت سزا دیتی ہے۔ تحریک ختم نبوت کے اس کارکن کے خلاف بے ہودہ باتیں کرنے کی مرزا صاحب کو بہت سخت سزا ملی۔ اور مولانا سعداللہ صاحب چونکہ لدھیانوی تھے اس لئے سزا کا سامان بھی خدا نے ایک لدھیانوی مرزائی خاندان کے ذریعے پیدا کیا۔ ہوا یہ کہ مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی فرما دی کہ ان کے مرید منظور محمد لدھیانوی کے ہاں اس کی بیوی محمدی بیگم کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اس سلسلے میں ۷ جون ۱۹۰۶ء کو ہونے والا ان کا ایک الہام یوں ہے

'اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں۔ ایک شادی خان۔ کیونکہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہو گا۔ دوسرے کلمۃ اللہ خان۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہو گا جو ابتدا سے مقرر تھا' اس زمانہ میں پورا ہو جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے' جب تک پیش گوئی پوری نہ ہو' اور گذشتہ الہام اے وارڈ اینڈ ٹوگرل اسی پیش گوئی کو بیان کرتا ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہو گا تب بات پوری ہو جائے گی۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔

(تذکرہ ص ۳۔۶۲۲ بحوالہ بدر ج ۲۔۱۴ جون ۱۹۰۶ء ص ۲ حاشیہ)

اور ۱۹ جون ۱۹۰۶ء کا الہام یوں ہے "میاں منظور صاحب کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہو گا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔ کلمۃ اللہ۔ کلمۃ اللہ خاں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارڈ۔ بشیر الدولہ۔ شادی خان۔ عالم کباب۔ ناصر الدین۔ فاتح الدین۔ هذا یوم مبارك (تذکرہ ص ۶۔۶۲۷)

پھر ہوا یہ کہ منظور محمد بھی رخصت ہوا۔ اس کی بیوی بھی مر گئی اور وہ موعودہ لڑکا باپ کی صلب سے نکلا نہ ماں کے رحم میں پہنچا۔ اور نہ عالم رنگ و بود کی ہوا کھانے آیا جسے مرزا صاحب نے نہ صرف اپنی صداقت کا نشان بتایا تھا' بلکہ اس کی پیدائش سے ایک زلزلہ بھی منسوب کیا تھا اور کہا تھا کہ اس عالم کباب کی پیدائش اور زلزلہ خود ان کی زندگی میں وقوع پذیر ہوگا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اس کی تشریح کرتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا' کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اس لئے اس کا نام عالم کباب ہوگا' کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا' کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے رب اخر وقت هذا۔ اخره الله الى وقت مسمى یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی' اس لئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی' لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے' جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زلزلے آتے رہیں گے' اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے' جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی کہ اس میں بموجب وعدہ اخرہ اللہ الی وقت مسمی ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہو گئی۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۰' ۱۰۱ کا حاشیہ) (اہل حدیث ۲۵ مئی ۱۹۳۴' ص ۴ ـ ۶)

مولانا ثناء اللہ مرحوم و مغفور ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں

'میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہو گی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ نمونہ قیامت) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷) (اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۴ء ص ۳ ـ ۸)

مرزا صاحب کو مرے ہوئے نوے سال سے اوپر ہو گئے اور وہ لڑکا جس نے عالم کباب کہلانا تھا' بشیر الدولہ ہونا تھا۔ زلزلہ نمونہ قیامت کے ظہور کا نشان بننا تھا۔ مرزا صاحب کی صداقت کا نشان بننا تھا۔ مرزا کی زندگی میں پیدا ہونا تھا۔ نہ جانے کدھر تحلیل ہو گیا۔ نہ ان کی زندگی میں پیدا ہوا اور نہ بعد۔ منظور محمد لدھیانوی اور اس کی بیوی محمدی بیگم کو مرے ہوئے بھی اب تو ایک زمانہ بیت گیا۔ نہ نومن تیل موجود ہے اور نہ ناچنے والی رادھا۔ ادھر مرزائیوں کی بے بسی دیکھو کہ بقول مرتب تذکرہ

'حضرت امیر المومنین (مرزا محمود) نے ایک موقع پر اس الہام کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا۔ ایک کلمہ سے مراد تو پیر منظور محمد کی وہ کتاب ہے جو انہوں نے مصلح موعود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق لکھی اور دو لڑکیوں سے مراد بھی انہی کی دو لڑکیاں ہیں۔ گویا الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ ان کی یادگار دو چیزیں ہوں گی۔ ایک کلمہ یادگار رہو گا اور دو لڑکیاں ان کی یادگار رہوں گی۔ باقی الہام سے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ پیر (منظور محمد) صاحب کے ہاں لڑکا نہیں ہوگا۔ اس الہام سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ اس پیش گوئی (مصلح موعود والی) کی طرف سب سے پہلے اشارہ کریں گے۔ چنانچہ ہماری جماعت میں سب سے پہلے مصلح موعود کے متعلق جو کتاب لکھی گئی وہ پیر صاحب ہی نے لکھی ہے اور اس کے متعلق یہ الہام ہے۔ (ملفوظات مرزا محمود۔ الفضل ج ۳۲ نمبر ۲۵۵ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۴ص ۱۔ تذکرہ۔ص ۶۲۳ حاشیہ) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین۔ کیا ختم اللہ علی قلوبھم کی اس سے بہتر کوئی تعبیر ہو سکتی ہے؟

ناظرین۔ مرزا صاحب نے مولانا سعد اللہ کے اشعار کو بھی نشانہ تنقید بنایا ہے اور لگتا ہے کہ وہ خوب لکھتے تھے اور ایسا حسب حال لکھتے تھے کہ شیخ الاسلام مولانا امرتسری مرحوم نے بھی ان کے اشعار سے نہ صرف لطف اٹھایا ہے بلکہ اپنے مضامین میں بھی ان کا استعمال کیا ہے جیسا کہ آپ نے 'شیطان مر چکا تھا' کے زیر عنوان ایک مرتبہ لکھا:

'آج کل قادیان میں احمدیہ جماعت پر وہ مصیبت نازل ہے کہ دشمن کو بھی رحم آتا ہے۔ کہاں قادیان دارالاماں تھا جس کی بابت کہا جاتا تھا۔

چہ گوئی باتو گر آئی چھادر قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

خدا جانے مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم کو کشف ہوا تھا یا الہام سے انہیں قادیان کا آئندہ حال معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے جواب میں کہہ گئے۔

چہ گویم باتو گر آئی چھادر قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دارالزیاں بینی

جو لوگ خلیفہ قادیان کے خطبے اور ایڈیٹر الفضل کے ادارتی مضامین پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آج قادیان میں اور اس کے بعد ساری احمدیہ زمین میں جو کچھ (بقول خلیفہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیان) ہو رہا ہے وہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے شعر کی عملی تفصیل ہے۔ آہ آج (بقول قادیانی پریس) احمدیہ جماعت کی حالت ذرا اس شعر کی مصداق ہے۔

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے
لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے ہوئے

اس لئے خلیفہ قادیان نہایت قابلیت سے اپنی جماعت کو تسلی دیتا ہوا اپنے باپ کی طرح زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے۔ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کے الفضل میں جو خطبہ خلیفہ کا درج ہوا ہے' اس میں احمدیوں اور احراریوں کے مقابلے کو رحمانی اور شیطانی جنگ کہہ کر آخر رحمانی (اپنی) فتح کا یقین دلایا ہے۔ خلیفہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں

''یاد رکھو یہ آخری جنگ ہے جو شیطان اور رحمان کی فوجوں میں ہو رہی ہے۔ اس وقت شیطان مارا جائے گا یا خدا کے فرشتے (احمدی ؟) مارے جائیں گے۔ سچائی غالب آئے گی یا جھوٹ غالب آئے گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر تم سچائی کے دل دادہ ہو اور اسے دنیا میں قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو تو تم اپنے دلوں میں حلف اٹھاؤ کہ چاہے تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ تم سچائی کو نہیں چھوڑ گے۔ (الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۵ص ۵)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہم خلیفہ قادیان کی تقریر کی تحسین کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ محصور فوج کو لڑانا قابل جرنیل ہی کا کام ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی اس مصیبت کے زمانہ میں ڈھارس بندھانا خلیفہ صاحب ہی کا کام ہے۔ مگر ہم تو بڑے میاں کے قدر دانوں میں سے ہیں۔ ان چھٹ بھیوں کی باتیں ان کے مقابلے میں ہمیں نہیں جچتیں۔ خاص کر جہاں چھوٹے میاں اور بڑے میاں میں اختلاف ہو' ہم چھوٹے میاں کی طرف دیکھیں۔ ناممکن ہے۔

اختلاف یہ ہے کہ عرصہ ہوا بڑے میاں مرزا صاحب متوفی کہہ گئے ہیں کہ میرے آنے سے شیطان مارا گیا۔ مجھ سے پہلے وہ بھاگا پھرتا رہا' لیکن میرے وقت میں وہ قتل ہو گیا۔ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

'شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہا تھا۔ پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیطان نے خدا تعالیٰ سے مہلت چاہی اور اس کو دی گئی الی وقت المعلوم۔ بہ سبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کے ہاتھ سے قتل ہو۔'' (ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۳۱۷)

ناظرین۔ اگر شیطان بڑے مرزا صاحب کے زمانہ میں قتل ہو چکا تو اب وہ کہاں سے زندہ ہو کر فوج تیار کر کے رحمانی فوج کے سامنے دندناتا ہوا آ گیا ہے۔ کیا کوئی متنفس مرنے کے بعد زندہ ہو کر دنیا میں آ سکتا ہے؟ نہیں! بڑے میاں کہہ گئے ہیں انهم لا یرجعون۔ ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب کا احراریوں کو شیطانی فوج اور شیطان کو ان کا قائد (سپہ سالار) کہنا محض ادعا ہے' جیسا مرزا صاحب کی موت کے بعد ریل کے جاری رہنے پر کسی شاعر نے کہا تھا۔

مرا دجال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی

(اہل حدیث ۵ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۶)

❀❀❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد حسن لدھیانوی

آپ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے نہایت قریبی رفقا میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے صاحب علم وفضل اور لدھیانہ میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات گوناگوں ہیں۔ مرزا صاحب کے چیلنجوں کا ہدف بنتے رہے ہیں۔جن لدھیانوی بزرگوں نے مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر دستخط کئے' ان میں مولوی مشتاق احمد۔ مولوی نور محمد۔ مولوی عبدالقادر۔ مولوی قربان علی لکھنوی اور مولوی نورالدین خان کے ساتھ مولوی محمد حسن رئیس وسرگروہ اہل حدیث لدھیانہ کا نام بھی شامل تھا۔ ۱۸۹۶ء میں جن علماء کو مرزا صاحب نے دعوت مباہلہ دی تھی ان میں بھی آپ کا اسم گرامی شامل تھا۔ اور مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ میں ایک خواب کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق آپ کو تحریک ختم نبوت میں خدمات بجالانے کے باعث بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ یہ خواب والی بات یوں ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق کسی مسلمان بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بہت سے ہندی علماء حاضر ہیں اور حضور سرکار دو عالم تحریک ختم نبوت میں ان خدام کی خدمتوں پر پسندیدگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ان خدام میں مولوی محمد حسین بٹالوی' میاں عبدالحق غزنوی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالواحد غزنوی' مولوی رسل بابا امرتسری' مولوی احمد اللہ امرتسری' میاں چٹو لاہور۔ سید نذیر حسین محدث' مولوی محمد لدھیانوی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی وغیرہ ہیں جو بارگاہ رسالت میں (کرسیوں پر) باادب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مولوی محمد علی بوپڑوی کا ذکر کر کے مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ مجلس میں 'پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اور اس پر ایک اور مولوی صاحب چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آ رہی تھی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ہیں خلیفہ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی' اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی تھی۔ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن ج ۱۷ص ۱۷۶۔ ۱۷۸) یہ خواب ظاہر کرتا ہے کہ تحریک کے ابتدائی دور میں مولانا محمد حسن اپنی خدمات کے باعث نمایاں مقام حاصل کر چکے تھے جبھی تو انہیں اس خواب کے مطابق دربار رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

تحریک ختم نبوت سے مولانا محمد حسن کا تعلق بالکل ابتدائی دور میں ہی قائم ہو گیا تھا۔ ہوا یوں کہ جب مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کے درمیان ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا تو چند خطوط کے بعد مرزا صاحب نے مولانا محمد حسن لدھیانوی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہ سلسلہ ذرا آگے چلا تو مرزا صاحب نے علماء کو مباحثے کا چیلنج کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع فرمایا جیسا کہ مولوی دوست محمد نے لکھا ہے۔

مرزا صاحب نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ سے "ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبداللہ صاحب تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی (مع برادران) اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۲۹۔ ۲۳۷) اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک اور اشتہار بھی شائع فرمایا جو یوں ہے۔

"لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب' مولوی محمد صاحب' مولوی عبدالعزیز صاحب' مولوی مشتاق احمد صاحب' مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں...... (اور) اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کی مدعی اس مسئلہ کا (یعنی مرزا) ہم سے بحث کرے۔ ہم (مرزا صاحب) بحث کے لئے طیار ہیں...... سب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے (ہم سے) بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے...... اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ (بحث سے) گریز کریں تو...... اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں۔ اگر وہ بھی...... جواب دے دیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب...... کی خدمت میں دوڑیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں تو...... مولوی شاہ دین صاحب (لدھیانوی) ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے...... اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہ دین صاحب سے درخواست کرا دیں۔ اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر (لدھیانہ) میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ ہیں جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی کے بڑے نیک اخلاق کے آدمی اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں۔ ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کر دیں۔ (پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ بحث کسی رئیس کے مکان پر ہو جہاں انگریز اور دیسی پولیس افسر موجود ہوں۔ فریقین کے سوال و جواب لکھنے کو ہندو منشی ہو۔ بحث تحریری ہو۔ فریقین کے پرچے حاضرین کو سنائے جائیں اور ایک دستخط شدہ نقل فریق مخالف کو دی جائے اور) یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیے۔ تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہوسکیں اور دور سے آنے والے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔

(المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ محلہ اقبال گنج ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء) (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۷۰۔۲۷۳)

اس اشتہار کے جواب میں لدھیانہ کے مولوی مشتاق احمد صاحب نے ۲۴ رمضان کو اشتہار شائع کیا جس کا ذکر مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا صاحب کے نام اپنے ایک خط میں کیا تھا۔ (دیکھئے مجموعہ اشہارات ج ۱ ص ۴۲۳۔۴۲۴ حاشیہ) ہمارے سامنے یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار یا اس سے کوئی اقتباس نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں نہیں معلوم کہ اس میں کیا کہا گیا تھا۔ اور اس اشتہار کے ۵ روز بعد یعنی ۲۹ رمضان کو مولوی محمد لدھیانوی صاحب نے بھی ایک اشتہار شائع کیا جو ان کی کتاب فتاوی قادریہ میں موجود ہے۔ اس اشتہار میں انہوں نے لکھا:

''مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اول سرکار سے اجازت طلب کرے کیونکہ حکام شہر ھذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی اجنبی شخص اس شہر میں آ کر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ مذہبی نہ کرے (اور) چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ (اور) اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہو تو جمعہ یا عیدین کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ (اور) چونکہ مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے لہٰذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاوے گا اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر مع ترجمہ کرنی پڑے گی۔

(اشتہار مرقوم ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ۔ (فتاوی قادریہ ص۲۰ تا ۲۳)

اور مرزا صاحب نے چونکہ ان باتوں پر توجہ نہیں دی اس لئے مولوی محمد (مع برادران) سے ان کا مباحثہ نہ ہو سکا۔ اور چونکہ یہ چیلنج مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کو بھی تھا اور انہیں اس بات کی بھی اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو مولانا بٹالوی کو اپنی جگہ کھڑا کر سکتے ہیں تو اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر لدھیانہ میں مباحثہ ایک غیر لدھیانوی یعنی مولانا بٹالوی نے آ کر کیا۔ دعویٰ مسیحیت کے بعد مرزا صاحب کا کسی مسلمان عالم سے یہ پہلا مناظرہ تھا اور وہ اس مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

'خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لئے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی، جن کی طاقت فہمی، جن کی طلاقت لسانی، جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے۔ اور خدائے حکیم وعلیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔''

(مجموعہ اشتہارات ج اص ۲۹۰)

مسلمانوں کی طرف سے اس مناظرے کے مدار المہام ہمارے ممدوح مولانا محمد حسن لدھیانوی تھے اور دوران مناظرہ مولانا بٹالوی کا قیام بھی انہی کے ہاں رہا۔ یہ مناظرہ تحریری تھا اور تاریخ احمدیت کے مطابق ۲۰ سے ۲۹ جولائی تک یعنی دس روز جاری رہا...... پہلے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے مکان پر ہوتا تھا لیکن بعد میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت اقدس سے کہا کہ ہم آپ کے مکان پر آتے ہیں۔ آپ ہمارے مکان پر نہیں آتے۔ چنانچہ حضرت اقدس مولوی محمد حسن صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ کے مکان پر (جہاں بٹالوی صاحب ٹھہرے ہوئے تھے) تشریف لے جانے لگے۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۳۹۔۲۴۰) یعنی اس مناظرے کا نصف آخر مولانا محمد حسن کے مکان پر عمل میں آیا اور یہی وہ گھر ہے جہاں مرزا صاحب نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے تیسرے پرچے کی نقل نہ دے کر مباحثے کو جاری رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس مناظرے کے بعد مولانا بٹالوی لدھیانہ سے چلے گئے اور مرزا صاحب کو بھی کچھ وقت کے لئے شہر سے جانا پڑا' جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اور یہاں اس سلسلے میں چند اور عبارات پیش کرتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے 'خاکسار عرض کرتا ہے کہ 'شروع اگست (۱۸۹۱ء) میں آپ لدھیانہ سے چند دن کے لئے امرتسر تشریف لائے اور پھر واپس لدھیانہ تشریف لے گئے۔ امرتسر آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ لدھیانہ میں مخالفت کا بہت زور ہو گیا تھا اور لوگوں کے طبائع میں ایک ہیجان کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین نے مباحثہ میں اپنی کمزوری کو محسوس کر کے لوگوں کو بہت اشتعال دلانا شروع کر دیا اور فساد کا اندیشہ تھا' جس پر لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر نے مولوی محمد حسین کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لدھیانہ سے چلا جاوے۔ اس حکم کی اطلاع جب حضرت صاحب کو پہنچی تو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ چونکہ یہ امکان ہے کہ آپ کے متعلق بھی ایسا حکم جاری کیا گیا ہو یا جاری کر دیا جاوے اس لئے احتیاطاً لدھیانہ سے چلے جانا چاہیے۔ چنانچہ آپ امرتسر تشریف لے آئے اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر (لدھیانہ) کے نام لکھی جس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر کی چٹھی آئی کہ آپ کے متعلق کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا کہ آپ لدھیانہ سے چلے جاویں۔ بلکہ آپ کو بمتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لدھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے ویسے حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔ مرقوم ۱۶ اگست ۱۸۹۱۔ اس کے بعد آپ پھر لدھیانہ تشریف لے گئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے اور پھر قادیان تشریف لے آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ پھر لدھیانہ گئے اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔ (سیرۃ المہدی ص ۵۸۔۸۶ حصہ اول)

اور ایک دوسرے مقام پر مرزا بشیر نے لکھا ہے' میر عنایت علی صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس معہ مولوی عبدالکریم صاحب اور غلام قادر صاحب فصیح لدھیانہ محلہ اقبال گنج میں تشریف رکھتے تھے۔ دعوی مسیحیت ہو چکا تھا اور مخالفت کا زور تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی حضور کے مقابلے میں آ کر شکست کھا چکا تھا۔ غرض لدھیانہ میں ایک شورش ہو رہی تھی اور محرم بھی غالباً قریب تھا۔ اس پر لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں لدھیانہ میں ان مولویوں کی وجہ سے فساد نہ ہو جائے۔ ان کو لدھیانہ سے رخصت کر دینے کا حکم دیا اور اس کام کے لئے ڈپٹی کمشنر نے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کریم بخش صاحب تھانہ دار کو مقرر کیا۔ ان لوگوں نے مولوی محمد حسین کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سنا کر لدھیانہ سے رخصت کر دیا اور پھر وہ حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صاحب نے ان کو فوراً اندر مکان میں بلا لیا اور ہم لوگوں کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ ذرا باہر چلے جائیں۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب وغیرہ نے حضرت صاحب کے ساتھ کوئی آدھ گھنٹہ ملاقات کی اور پھر واپس چلے گئے۔ ہم نے اندر جا کر حضرت صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیوں آئے تھے؟ جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ ڈپٹی کمشنر کا ایک پیغام لائے تھے کہ لدھیانہ میں فساد کا اندیشہ ہے' بہتر ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ حضرت صاحب نے جواب میں فرمایا کہ اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں ہے اور ہم جانے کو تیار ہیں۔ لیکن سردست ہم سفر نہیں کر سکتے کیونکہ بچوں کی طبیعت اچھی نہیں۔ انہوں نے کہا خیر کوئی بات نہیں' ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے اور ہمیں آپ کی ملاقات کا بہت شوق تھا' سو شکر ہے اس بہانہ سے زیارت ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ کر لائے جس میں اپنے خاندانی حالات اور اپنی تعلیم وغیرہ کا ذکر فرمایا اور بعض خاندانی چٹھیات کی نقل بھی ساتھ لگا دی۔ اس چٹھی کا غلام قادر صاحب فصیح نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر اسے ڈپٹی کمشنر کے نام ارسال کر دیا گیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ آپ کے لئے ایسا کوئی حکم نہیں۔ آپ بے شک لدھیانہ میں ٹھہر سکتے ہیں...... اس کے بعد دیر تک حضرت صاحب لدھیانہ میں رہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے حضرت خلیفہ ثانی سے سنا ہوا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت صاحب احتیاطاً امرتسر چلے آئے تھے اور امرتسر میں آپ کو ڈپٹی کمشنر کی چٹھی ملی تھی' جس پر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ ان دونوں روایتوں میں کون سی درست ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ٹھیک ہوں۔ یعنی حضرت صاحب ڈپٹی دلاور علی صاحب وغیرہ سے ملاقات کے بعد احتیاطاً امرتسر چلے آئے تھے اور امرتسر میں آپ کو ڈپٹی کمشنر کی چٹھی ملی تھی جس پر آپ پھر لدھیانہ تشریف لے گئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈپٹی دلاور علی صاحب وغیرہ کو ڈپٹی کمشنر کے حکم کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی اور ڈپٹی کمشنر کا منشا صرف مولوی محمد حسین کے رخصت کئے جانے کے متعلق تھا۔'' (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۴۵-۱۴۶)

مولانا محمد حسن کی قیام گاہ پر ہونے والے اس مباحثے سے متعلق ایسی قادیانی تحریروں پر آپ مولانا محمد ابراہیم کمیرپوری کا وہ تبصرہ ضرور پڑھ لیجئے جو ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہم آگے بڑھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے جو مناظرہ کیا تھا اس کا اختتام ڈپٹی آتھم کے متعلق مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی سے ہوا تھا جس کی میعاد انہوں نے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء مقرر فرمائی۔ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو پورے ہندوستان میں مرزا صاحب کا مذاق اڑایا گیا۔ اپنی ہوا کو اکھڑتا دیکھ کر انہوں نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں ہندوستان میں اپنے نامی مخالفین کو مباہلے کا چیلنج کیا۔ ان مخالفین کی فہرست میں مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام آٹھ نمبر پر ہے۔ اس اشتہار کے جواب میں کوئی مباہلہ منعقد نہیں ہوا تھا۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد حسن اس وقت کے تحریکی کارکنوں میں اتنا نمایاں مقام رکھتے تھے کہ ہندوستان کے ۵۰ سے زائد منتخب علمائے اسلام کی فہرست میں انہیں آٹھ نمبر پر شمار کیا گیا۔

مولوی محمد حسن صاحب تحریک ختم نبوت میں اس کے بعد بھی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے اور ان کا اسم گرامی مرزا صاحب کے اشتہار انعام ۵۰۰ روپیہ (تتمہ تحفہ گولڑویہ' (روحانی خزائن ج ۱۷) میں بھی موجود ہے۔ یہ اشتہار ۱۹۰۲ء میں دیا گیا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی آپ تحریک کے نمایاں کارکنوں میں شامل تھے۔

مولانا محمد حسن کے ذکر خیر کا اختتام ہم مرزا صاحب کے درج ذیل فرمان پر تبصرہ سے کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا۔

'میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں بہت سے مخالف مولویوں کا نام لے کر مباہلہ کی طرف بلایا تھا اور ...... یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو یہ دعا کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ اور کسی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مر جائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے۔ پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لئے حاضر نہیں ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے اور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہیں کہا بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا ہے۔ آخر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جو باون تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار۔ باقی سب فوت ہو گئے۔ مولوی غلام دستگیر خود اپنے مباہلہ سے مر گیا۔ اور جو زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی آفات متذکرہ بالا سے خالی نہیں' حالانکہ ابھی انہوں نے مسنون طور پر مباہلہ نہیں کیا تھا' حقیقۃ الوحی (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۳) یعنی جن لوگوں کو چیلنج دیا گیا تھا مباہلہ نہ ہونے کے باوجود ان میں سے جو لوگ مرزا صاحب کی زندگی میں مر گئے' ان کی موت کو مرزا صاحب اپنی صداقت اور ان کے کذب کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ مولانا محمد حسن بھی مباہلے کے ان مدعوین میں شامل تھے اور وہ نہ صرف مرزا غلام احمد کی موت کے وقت زندہ تھے بلکہ اس وقت بھی حیات تھے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری اور میر قاسم علی قادیانی کے مابین مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار پر ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ میں مباحثہ ہوا تھا۔ مرزائیوں کو بھی یاد تو ہو گا کہ انہوں نے مولانا امرتسری کو جیت جانے کی صورت میں تین سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا اور وعدے کی انعامی رقم انہوں نے مولانا محمد حسن ہی کے پاس جمع کروائی تھی۔ اور ان کو یہ بھی یاد ہو گا کہ تین سو روپے کی یہ رقم مباحثہ کے بعد مولانا محمد حسن نے مرزائیوں کو واپس کی تھی یا مولانا امرتسری کے حوالے فرمائی تھی۔ ہم اس موضوع پر مزید گزارشات مناسب مقام پر کریں گے۔ یہاں مرزائیوں سے یہ درخواست کرنا مقصود ہے کہ اگر ۱۸۹۶ء کے اشتہار مباہلہ میں موجود کسی عالم کی مرزا صاحب کی زندگی میں موت مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے تو مولانا محمد حسن کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت مولانا محمد حسن کے سچے اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کا ثبوت کیوں نہ ہو؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد ابوالحسن سیالکوٹی

آپ حافظ محمد ثانی کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شہسوار تھا اور آپ قوم کے کھوکھر تھے۔ تصانیف میں آپ اپنا نام محمد ابوالحسن سیالکوٹی لکھا کرتے تھے۔ نہایت ذہین تھے۔ صرف چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ سیالکوٹ' لاہور' امرتسر متعدد شہروں میں علم حاصل کیا مگر حدیث کی سند میاں صاحب شیخ الکل دہلوی سے حاصل کی۔

بعد فراغت درس وتدریس اور وعظ وتذکیر میں مشغول ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ نے تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ فیض الباری کے نام سے صحیح بخاری کا سب سے پہلے مکمل ترجمہ شائع کیا۔ آپ نے الکلام المبین مصنفہ مولوی عبدالحی لکھنوی کا بہت عمدہ اور مدلل جواب بھی دیا جو سات سو سے زیادہ صفحات میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے ترجمہ غنیۃ الطالبین وفتوح الغیب مصنفہ سید عبدالقادر جیلانی۔ فیض الستار ترجمہ آثار امام محمد۔ اکمال ترجمہ اسماء الرجال (اصول حدیث) ترجمہ مشکوٰۃ شریف۔ تلخیص الصحاح ترجمہ تدبیر الوصول۔ الکلام المبین (حصہ دوم) بجواب مقلدین۔ مناقب مرتضوی درشان علی کرم اللہ وجہہ۔ خطبات التوحید۔ فقہ محمدیہ کلاں (تین حصے) فقہ محمدیہ خرد (ہشتم سے دہم تک) کامل ایمانی ہر دو حصہ۔ نور رحمت فی احوال قیامت۔ اسماء اللہ واسماء الرجال۔ تردید الجاہلین والمشرکین۔ انتقاع المرہون فی جواب کشف المرہون۔ نامی کتابیں لکھیں۔ آپ کی وفات بتاریخ ۸ محرم بروز شنبہ ۱۳۲۵ھ کو ہوئی۔

ہم نے شخصیات کے حصے میں آپ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آپ نے دیگر علمی خدمات کے علاوہ ردقادیانیت میں بھی گراں قدر کام کیا ہے۔ ہمیں ان کی خدمات کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیلات تو نہیں ملیں، لیکن ان کی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے جو بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی (مع سیاپا) کے نام سے دو حصوں میں شائع ہوئی تھی۔ ہمیں اس کتاب کے مندرجات اور سال اشاعت کا بھی علم نہیں ہے، لیکن اہل حدیث امرتسر میں (جہاں سے یہ حالات نقل کیے جارہے ہیں) اس کتاب کے تعارف میں بتایا گیا ہے کہ بزبان پنجابی اور عربی یہ کتاب قابل دید ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۲۰ء) مولانا محمد مستقیم سلفی نے جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں اس کتاب کے دوسرے حصے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اردو میں ہے۔ (کتاب مذکور ص ۲۹ے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

اس کتاب کی تالیف میں درج ذیل کتب' رسائل اور اخبارات سے مدد لی گئی ہے۔
کتاب کے نام کے بعد مصنف کا نام اور مقام اشاعت اور سال طباعت (جہاں تک ممکن ہوسکا) دیئے گئے ہیں۔ ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے دی گئی ہے۔

ابوالکلام آزاد سوانح۔ شورش کاشمیری۔ لاہور۔ ۱۹۹۴ء
الثورۃ الہندیہ۔ فضل حق خیرآبادی۔ ترجمہ عبدالشاہد شروانی۔ لاہور۔ ۱۹۷۴ء
الحیاۃ بعد المماۃ۔ مولانا فضل حسین بہاری۔ طبع اول
اسیر مالٹا۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ مکی دارالکتب لاہور
اشرف السوانح۔ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان۔ ۱۹۸۵ء
افادات وملفوظات مولانا سندھی۔ مرتبہ محمد سرور۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء
انقلاب ۱۸۵۷ء۔ مرتبہ پی سی جوشی۔ محمد علی فاروق۔ لاہور۔ ۱۹۹۵ء
آثار الحدیث۔ ڈاکٹر خالد محمود۔ دارالمعارف لاہور۔ ۱۹۸۸ء
Introdusing the books of promised messiah by Nasim Saifi Rabwah,1983
بیس بڑے مسلمان۔ مرتب عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور
تاریخ مشائخ چشت۔ مولانا محمد ذکریا کاندھلوی۔ کراچی۔ ۱۳۹۷ھ
تاریخ اہل حدیث۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ لاہور۔ ۱۹۵۳ء
تاریخ مرزا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مکتبہ السلفیہ لاہور۔ ۱۹۷۳ء
تاریخی روزنامچہ (۱۸۵۷ء)۔ عبداللطیف۔ ندوۃ المصنفین دہلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ مطبوعات چٹان لاہور۔ ۱۹۷۶ء

تذکرۂ صادقہ۔ عبدالرحیم صادقپوری۔ کراچی۔ ۱۹۹۶ء

تائیدالاسلام۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ ڈیرہ غازی خاں۔

تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ صوفی احمد مسلم۔ دہلی ۱۹۸۴ء

تراجم علمائے حدیث ہند۔ ابویحییٰ امام خان نوشہروی۔

تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد۔ ربوہ

تحفہ شہزادہ ویلز۔ مرزا محمود قادیانی

تذکرہ۔ مرزا غلام احمد کے الہامات وپیش گوئیوں کا مجموعہ۔ چوتھا ایڈیشن

تذکرۃ الرشید۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ لاہور۔ ۱۹۸۶ء

تحریک آزادی فکر۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ لاہور

تذکرۂ علمائے خانپور۔ قاضی محمد عبداللہ خانپوری۔ مکتبہ سلفیہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء

تاریخ سندھ۔ اعجاز الحق قدوسی۔ اردو سائنس بورڈ۔ لاہور

تحریک احمدیت۔ مولوی محمد علی ایم اے۔ لاہور۔ ۱۹۳۱ء

ثناء اللہ امرتسری فضل الرحمٰن دارالدعوۃ السلفیہ لاہور۔ جون ۱۹۸۷ء

ثبوت حاضر ہیں۔ محمد متین خالد۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔ نومبر ۱۹۹۷ء

جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ محمد مستقیم سلفی۔ بنارس۔ ۱۹۹۲ء

حیات شبلی۔ سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڑھ۔ طبع چہارم۔ ۱۹۸۳ء

ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔ غلام احمد پرویز۔ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔ ۱۹۹۶ء

داستان راعیاں۔ صوبیدار میجر محمد شریف۔ طبع لاہور ۱۹۹۹ء

ذکر حبیب (مرزا غلام احمد) مفتی محمد صادق قادیانی۔ قادیان ۱۹۳۶ء

رحمۃ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

روحانی خزائن۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا مجموعہ ہے اور اس میں سے مرزا صاحب کی درج کتب سے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحق مباحثہ دہلی	ازالہ اوہام
اربعین	اعجاز احمدی
استفتا	انجام آتھم
انوار الاسلام	آئینہ کمالات اسلام/ دافع الوساوس
ایام الصلح	براہین احمدیہ
تریاق القلوب	تحفہ گولڑویہ
تحفہ غزنویہ	حجۃ الاسلام
حقیقۃ المھدی	حقیقۃ الوحی
سراج منیر	سر الخلافہ
کتاب البریہ	کشف الغطا
کشتی نوح	فتح اسلام
نزول المسیح	نور الحق

رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ لاہور۔ طبع چہارم ۱۹۹۲ء

رئیس قادیان۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر۔ حبیب الرحمان لدھیانوی۔ فیصل آباد۔ ۱۹۹۷ء

سوانح ابراہیم میر سیالکوٹی۔ قاضی محمد اسلم سیف۔ ماموں کانجن۔ ۱۹۹۴ء

سوانح عبداللہ غزنوی۔ مولفہ غلام رسول۔ مرتبہ احمد دین۔ منڈی بہاؤالدین۔

سوانح داؤد غزنوی۔ مرتبہ ابوبکر غزنوی۔ لاہور۔ ۱۹۷۴ء

سوانح قاسمی۔ مناظر احسن گیلانی۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

سیاسی اتار چڑھاؤ۔ منیر احمد۔ لاہور۔ ۱۹۸۹ء

سیرۃ ثنائی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی۔ مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور

سیرۃ المھدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی۔ قادیان۔ ۱۹۳۵ء

شاہ اسماعیل شہید۔ عبداللہ بٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادۃ القرآن۔مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔طبع چہارم۔۱۹۵۸ء
شمائم امدادیہ۔مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ملتان۔۱۴۰۵ھ
شہادات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری۔امرتسر۔۱۹۲۳ء
شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔کراچی۔۱۹۸۸ء
عجائبات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ۔کراچی۔
علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔مرتبہ محمد حسین بٹالوی۔لاہور۔۱۹۸۶ء
عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔مولانا خلیل احمد۔دارالاشاعت کراچی
علمائے دیوبند کا ماضی۔حکیم محمود احمد۔گوجرانوالہ۔دوسرا ایڈیشن
علمائے ہند کا شاندار ماضی از سید محمد میاں۔مکتبہ محمودیہ لاہور۔۱۹۷۷
فتاویٰ قادریہ۔مولانا محمد لدھیانوی۔مکتبہ قادریہ لاہور
فسانہ قادیان۔مولانا محمد ابراہیم کمیرپوری۔ملتان۔۱۹۹۱ء
فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری۔صفی الرحمٰن اعظمی۔بنارس۔۱۹۷۶ء
فتاویٰ نذیریہ۔طبع سوم۔۱۹۸۸ء
قادیانیت اپنے آئینے میں۔مولانا صفی الرحمٰن اعظمی۔جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۸۱ء
قادیانیت۔مولانا ابوالحسن علی ندوی۔لکھنو۔۱۹۶۶ء
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔پروفیسر الیاس برنی۔اہل حدیث اکیڈیمی۔لاہور
قومی ڈائجسٹ لاہور۔قادیانیت نمبر۔قومی پبلشرز لاہور۔جولائی ۱۹۸۸
کالا پانی۔مولانا محمد جعفر تھانیسری۔فیصل آباد
مرزائے قادیان کے دس جھوٹ۔محمد ابراہیم کمیرپوری۔ادارہ دینیات۔لاہور
مجالس حکیم الامت مع ملفوظات۔مرتبہ مفتی محمد شفیع۔دہلی۔۱۳۹۶ھ
محمدیہ پاکٹ بک۔مولانا محمد عبداللہ معمار۔لاہور۔طبع ششم
مرزائیت اور اسلام۔علامہ احسان الٰہی ظہیر۔لاہور۔۱۹۹۳ء
مقابیس المجالس۔مرتبہ رکن الدین۔تحقیق کپتان واحد بخش۔لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موج کوثر۔شیخ محمد اکرام۔لاہور۔۱۹۹۲

مہر منیر۔مولوی فیض احمد۔گولڑہ۔طبع پنجم۔۱۹۸۷ء

مکتوبات احمدیہ (مرزا غلام احمد کے مکتوبات کا مجموعہ قادیان)

مجموعہ اشتہارات (مرزا غلام احمد کے اشتہارات کا مجموعہ جو پہلے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع ہوا تھا)۔ربوہ۔۱۹۸۶ء

ملفوظات۔مرزا غلام احمد۔ربوہ۔نومبر ۱۹۸۴ء

نقش دوام۔مولانا انظر شاہ۔لاہور۔۱۹۸۹ء

نتائج التقلید۔مولانا حکیم محمد اشرف سندھو۔بلوکی۔۱۹۵۸ء

نقش حیات۔مولانا حسین احمد مدنی۔کراچی/اسلامی اکیڈیمی اردو بازار۔لاہور

نصیحت سلفی۔حکیم محمود سلفی۔گوجرانوالہ

ہندوستان میں وہابی تحریک۔ڈاکٹر قیام الدین۔ترجمہ محمد مسلم عظیم آبادی۔کراچی۔طبع سوم ۱۹۸۰ء

ہمارے ہندوستانی مسلمان۔ولیم ہنٹر

یاد رفتگان۔سید سلیمان ندوی۔کراچی۔۱۹۸۳ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسائل واخبارات

اشاعۃ السنۃ۔بٹالہ۔ایڈیٹر محمد حسین بٹالوی مرحوم۔متعدد شمارے

ماہنامہ دارالعلوم۔دیوبند۔فروری۔مارچ ۱۹۹۷ء

الفضل انٹرنیشنل لندن۔متعدد شمارے

اہل حدیث امرتسر۔ایڈیٹر۔مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم۔متفرق شمارے

الامداد۔تھانہ بھون۔صفر ۱۳۳۶ھ

ماہنامہ الرشید۔دیوبند نمبر۔لاہور۔فروری۔مارچ ۱۹۷۶ء

الرسالہ۔ایڈیٹر۔مولانا وحید الدین خان۔دہلی۔متعدد شمارے

محدث۔مجلس التحقیق الاسلامی۔لاہور

ختم نبوت۔ہفت روزہ۔کراچی متفرق شمارے

www.kitabosunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-جے ماڈل ٹاؤن۔لاہور
16044 نمبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ قدوسیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکِ ختمِ نبوّت

حصہ اول

(۱۸۹۱ء۔۱۸۹۶ء)

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مکتبہ قدوسیہ